صراط مستقیم

سید احمد شہید
شاہ اسمٰعیل شہید

اسلامی اکیڈمی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صراط مستقیم

سید احمد شہید

شاہ اسمٰعیل شہید

ترجمہ

مولانا محمد اکرم بی اے جامعی

UNIVERSAL
URDU
BAZAR
BOOK SHOP

اسلامی اکیڈمی

۴۰ اردو بازار لاہور

Marfat.com

ENT
۲۹۷،۶۲
س ۹ ھ ص
21668

طابع ــــــــــ منصور احمد

ناشر ــــــــــ اسلامی اکیڈمی اُردو بازار لاہور

ہدیہ ــــــــــ ۲۴/= روپے

مطبع ــــــــــ المطبعۃ العربیہ لاہور

تعداد ــــــــــ ایک ہزار

کاتب ــــــــــ سیف اللہ کیلانی

Marfat.com

فہرست مضامین!

مضامین	صفحہ
حمد و نعت	۱۳
سبب تالیف کتاب	"
مقدمہ اور اس میں تین افادہ ہیں	۱۷
پہلا افادہ۔ شریعت اور طریقت ثمرہ اور حقیقت اور معرفت کی بنیاد اللہ جل و علا کی محبت ہے۔	"
دوسرا افادہ۔ حب ایمانی کے احوال و مقامات اور نتائج و ثمرات	۲۲
تیسرا افادہ۔ اکابر ائمہ طریقت اگرچہ سلوک راہ نبوت کے کمالات سے موصوف تھے۔ لیکن اس نسبت کے حاصل کرنے کے طریق سلوک راہ ولایت کے طریق سے ممتاز نہیں بیان کیے	"
باب اوّل	۲۴
وجوہ تمائز طریقین کے بیان میں اور یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔	
فصل اوّل۔ طریق ولایت کے امتیاز کے وجوہ۔ یہ فصل چار ہدایتوں پر مشتمل ہے۔	۲۴
پہلی ہدایت۔ حب عشقی کے حاصل کرنے کے اسباب میں اور یہ دو افادہ پر مشتمل ہے۔	۲۴
پہلا افادہ۔ حصول عشق کی ایک مثال۔	۲۴
دوسری ہدایت۔ حب عشقی کے مویدات کے بیان میں۔ اور یہ تین افادہ پر مشتمل ہے۔	
پہلا افادہ۔ حب عشقی کے مویدات سے ریاضت ہے۔	۲۷
دوسرا افادہ۔ حب کے مویدات سے الحان خوش وغیرہ ہے۔	"
تیسرا افادہ۔ منجملہ حب عشقی کے مویدات سے ایسے امور سے پرہیز کرنا ہے جو روح طبعی کی کثافت کا باعث ہوں۔	۲۸

Marfat.com

مضامین	صفحہ
تیسری ہدایت۔ آثار حب عشقی کے بیان میں، اور یہ پانچ افادہ پر مشتمل ہے۔	۲۸
پہلا افادہ۔ اس حب کے آثار سے ایک یہ ہے کہ اس کا مقتضا روح الٰہی کا اپنی اصل کی طرف پہنچنا ہے، کسی قانون کی پابندی اس کی خواہش میں داخل نہیں۔	
دوسرا افادہ۔ اس حب کے آثار میں سے تفرد ہے۔	۲۹
تیسرا افادہ۔ اس حب کے آثار میں مرشد کے ساتھ استقلالاً دل کا تعلق شدید ہو جاتا ہے۔	۳۰
چوتھا افادہ۔ اس حب کے آثار سے علوم اور طاعات ظاہرہ سے لاپرواہی ہے۔	۳۰
پانچواں افادہ۔ اس حب کے آثار سے ایک نہ سمجھنا اس علاقہ کا ہے جو شریعت کے ظاہر اور باطن میں واقع ہے۔	۳۰
چوتھی ہدایت۔ حب عشق کے ثمرات کے بیان میں۔ اور یہ تین افادہ پر مشتمل ہے۔	۳۱
پہلا افادہ۔ کیفیت عشقیہ کا بیان۔	۳۱
دوسرا افادہ۔ فنا و بقا کے مقام کا بیان۔	۳۴
تیسرا افادہ۔ طریق نبوت کے امتیاز کے وجوہ کے بیان میں اور چار ہدایتوں پر مشتمل ہے۔	۳۴
پہلی ہدایت۔ حب ایمانی کے حاصل کرنے کے اسباب کے بیان میں اور یہ تین تمہید اور دو افادہ پر مشتمل ہے۔	۳۶
پہلی تمہید۔ انسان کی اصل پیدائش کا بیان۔	"
دوسری تمہید۔ انسان کی نجات اس میں ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت نہایت تعظیم سے ملی ہوئی ہے۔	۴۱
تیسری تمہید۔ احوال اور اقوال و افعال کی آپس میں جو نسبت ہے اس کا بیان۔	۴۳
پہلا افادہ۔ سعید وہ ہے جو ازل سے سعید لکھا جا چکا۔	۴۴

مضامین	صفحہ
دوسرا افادہ۔ تعظیم سے ملی ہوئی حب کس طرح حاصل ہوتی ہے۔	۴۷
دوسری ہدایت۔ حب ایمانی کے مویدات کے بیان میں۔ اور یہ دو تمہید اور تین افادہ پر مشتمل ہے۔	۴۹
پہلی تمہید۔ حب ایمانی کے حصول کے اسباب کی اصل کیا ہے۔	۴۹
دوسری تمہید۔ حب ایمانی کے مویدات کی طرف اشارہ۔	۵۰
پہلا افادہ۔ حب ایمانی کے عمدہ مویدات سے ایک یہ ہے کہ اتباع شریعت کا پختہ ارادہ کریں۔	۱۱
دوسرا افادہ۔ حب ایمانی کے عمدہ مویدات سے ایک یہ ہے کہ جانب حق کو جانب نفس پر ترجیح دیں	۵۱
تیسرا افادہ۔ سنت کے زندہ کرنے اور بدعت کے مٹانے میں کوشش کرنا ہے۔	۵۴
تیسری ہدایت۔ حب ایمانی کے آثار کے بیان میں۔ اور یہ مشتمل ہے چھ	۵۵

مضامین	صفحہ
افادہ پر۔	
پہلا افادہ۔ حق تعالیٰ کی رضا جوئی میں پوری ہمت صرف کرنا۔ حب ایمانی کے عمدہ آثار میں سے ہے۔	۵۵
دوسرا افادہ۔ بلاؤں اور مصیبتوں پر دلیر ہو جانا منجملہ آثار حب ایمانی کے ہے۔	۵۶
تیسرا افادہ۔ حب ایمانی کے آثار میں سے ایک یہ ہے کہ ریاضات شاقہ کی چنداں پروانہ کی جائے۔	۵۸
چوتھا افادہ۔ منجملہ آثار حب ایمانی کے طاعات کی لذت پانا ہے۔	۶۰
پانچواں افادہ۔ حب ایمان کے آثار سے ایک یہ ہے کہ فواید متعدیہ کو نفس کی تکمیل پر ترجیح دے۔	۶۱
چھٹا افادہ۔ عمدہ ترین آثار حب ایمانی سے تقویٰ کی حقیقت ہے۔	۶۲
چوتھی ہدایت۔ ثمرات حب ایمانی کے بیان میں۔ اور اس میں پانچ افادے اور دو فائدے ہیں۔	۶۳

Marfat.com

مضامین	صفحہ
پہلا افادہ ۔ حب ایمانی کا ایک ثمرہ یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالٰے کی کمال تعظیم و محبت تہ دل میں جاگزین ہو جاتی ہے ۔	٦٣
دوسرا افادہ ۔ ایمان حقیقی کے بیان میں ۔	٦٩
تیسرا افادہ ۔ انبیاء کی متابعت کی برکات ۔	٨٠
چوتھا افادہ ۔ قرب ملکوت کا بیان ۔	"
پانچواں افادہ ۔ ریاست اور ادوار و اطوار کا بیان ۔	٨١
پہلا فائدہ ۔ انبیاء کے کمالات کے نمونے بطور ظل اولیاء کو حاصل ہوتے ہیں ۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں ۔	٨٣
دوسرا فائدہ ۔ راہ نبوت اور راہ ولایت کا فرق ۔	"
دوسرا باب	٨٩
بدعات سے بچنے اور عبادات کے ادا کرنے کے طریق اور اس میں ایک مقدمہ اور چار فصل اور ایک خاتمہ ہے ۔	

مضامین	صفحہ
مقدمہ ۔ اور اس میں ایک افادہ ہے ۔	٨٩
افادہ ۔ اذکار و اشتغال و مراقبات و مقامات کا بیان ۔	
پہلی فصل ۔ بدعات سے پرہیز کرنے کے بیان میں ۔ اور اس میں تین ہدایتیں ہیں ۔	٩٠
پہلی ہدایت ۔ اور اس میں دو تمہیدیں اور چھ افادے ہیں ۔	"
پہلی تمہید ۔ کشف و شہود میں مومن و کافر ۔ مبتدع و متبع سنت سب شریک ہیں ۔	"
دوسری تمہید ۔ صوفی نما ملحد راہ حق میں بڑے خلل انداز ہیں ۔	٩٢
پہلا افادہ ۔ شعائر اللہ کی بے ادبی صوفی نما ملحدوں کی بدعات میں سے ہے ۔	"
دوسرا افادہ ۔ توحید وجودی الحادی کا بیان ۔	٩٣
تیسرا افادہ ۔ مسئلہ تقدیر کا بیان ۔	٩٤
چوتھا افادہ ۔ مرشد کی تعظیم حد سے	١٠١

Marfat.com

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
زیادہ نہ بڑھانی چاہیئے۔		افضل ہونے کا بیان۔	
پانچواں افادہ۔ اہل اللہ کی قبروں پر نا جائز بدعتوں کا اظہار صوفی شعار مشرکوں کی عادت ہے۔	۱۰۲	تیسرا افادہ۔ ماہ محرم میں ماتم داری اور تعزیہ سازی رافضیوں کی بدعات میں سے ہے۔	۱۱۸
چھٹا افادہ۔ اولیاء اللہ کی نذر ونیاز بدعت ہے۔	۱۰۶	تیسری ہدایت۔ ان بدعات کے ذکر میں جو فاسد رسموں کے التزامات سے پھیل گئی ہیں۔ اور اس میں ایک تمہید ہے۔ اور دو افادے ہیں۔ اور ایک فائدہ۔	۱۲۴
زندوں کی عبادتوں کا ثواب مردوں کو پہنچنے کی دو سبیل ہیں۔			
پہلی سبیل۔	۱۰۷		
دوسری سبیل۔ زندہ ایسا کام کرے کہ اس سے مُردہ کو نفع پہنچانا مقصود ہو۔	۱۰۸	تمہید ان رسموں کے بیان جو شادی اور ماتم کے مواقع پر ہندوستان میں مروج ہیں۔	۱۲۵
دوسری ہدایت۔ ان بدعتوں کے بیان میں جو رافضیوں کے میل جول سے رواج پکڑ گئی ہیں۔ اور اس میں تین افادے ہیں۔	۱۱۴	پہلا افادہ۔ بیوہ عورتوں کو دوسرے نکاح سے روکنا ہندوؤں کی رسم سے ہے۔	۱۲۸
پہلا افادہ۔ حضرت علی رض کو شیخین رض پر فضیلت دینا، رافضیوں کی بدعات میں سے ہے۔	۱۱	دوسرا افادہ۔ باپ دادا کی بزرگیوں پر فخر کرنا جاہلیت کا بقیہ ہے۔	۱۲۹
		دوسری فصل۔ تہذیب اخلاق میں۔ اور اس میں تین ہدایتیں ہیں۔	۱۳۲
دوسرا افادہ۔ بعض بزرگانِ دین کا ہدایت پھیلانے میں بعض صحابہ رض سے	۱۱۷	پہلی ہدایت۔ پسندیدہ اور ناپسندیدہ	۱۱

Marfat.com

مضامین	صفحہ
اخلاق کے اجمالی ذکر میں۔ اور اس میں تین تمہیدیں اور پانچ افادے ہیں۔	
پہلی تمہید۔ بخل۔ حسد وغیرہ۔ بدعادتیں فیض رحمانی کے نزول کی مانع ہیں۔	۱۳۴
دوسری تمہید۔ سلف صالحین کو بدعادات سے نفس پاک کرنے کے لیے اعمال شرعی کا بجالانا اور پیشواؤں کی ہمنشینی کافی ہوا کرتی تھی۔	״
تیسری تمہید۔ اعمال میں چاروں مذاہب کی متابعت عمدہ چیز ہے۔ لیکن پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ان میں منحصر نہیں۔	۱۳۶
پہلا افادہ۔ جو شخص امراء اور حکام میں سے راہ سلوک میں قدم رکھے اس پر اعمال شرعیہ کے اہتمام کے ساتھ انصاف و عدالت کا التزام بھی بہت ضروری ہے۔	۱۳۷
دوسرا افادہ۔ ہر مسلمان کو دو چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ اول کبر۔ دوسرا مسلمانوں کے درمیان فساد ڈالنا۔	۱۳۸
تیسرا افادہ۔ مسلمانوں کو مصائب میں توکل کرنا۔ اور اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کی قدر پہچاننا ضروری ہے۔	۱۳۹
چوتھا افادہ۔ اس بیان میں کہ اللہ تعالےٰ کی محبت کا دعویٰ تو ہر شخص کرتا ہے۔ لیکن اس کی حقیقت کیا ہے۔	۱۴۲
پانچواں افادہ۔ اللہ تعالےٰ کے تمام بندوں پر عام مہربانی پسندیدہ اخلاق میں سے ہے۔	۱۴۳
فائدہ۔ مسلمان کو چاہیئے کہ اخلاقِ حسنہ کے حاصل ہونے اور بداخلاقیوں سے پاک ہونے کو اللہ کی عنایت سمجھے۔	۱۴۵
دوسری ہدایت۔ بدعادتوں کے مفصل معالجہ کے بیان میں۔ اور اس میں ایک تمہید اور گیارہ افادے ہیں۔	״
تمہید۔ بدعادتوں میں سے دس عادتیں بہت خبیث ہیں۔	״

Marfat.com

مضامین	صفحہ
پہلا افادہ ۔ حرص اور اس کا علاج	۱۴۷
دوسرا افادہ ۔ طمع اور اس کا علاج	۱۴۸
تیسرا افادہ ۔ بخل اور اس کا علاج و بخل اور طمع کے علاج میں فرق کا بیان ۔	۱۴۹
چوتھا افادہ ۔ حرام کا علاج	۱۵۰
فائدہ ۔ بیگانی عورت کی طرف دل کے میلان کے وقت کیا علاج کرنا چاہیئے ۔	
پانچواں افادہ ۔ غیبت کا علاج	۱۵۴
چھٹا افادہ ۔ جھوٹ کا علاج	۱۵۵
ساتواں افادہ ۔ حسد کا علاج	۱۵۶
آٹھواں افادہ ۔ تکبر کا علاج	"
نواں افادہ ۔ ریا کا علاج	۱۵۷
دسواں افادہ ۔ کینہ کا علاج	۱۵۸
گیارہواں افادہ ۔ مرض کے دور ہونے کے بعد امتحان ضرور ہے ۔	۱۵۹
تیسری فصل ۔ عبادت میں خلل انداز چیزوں کے بیان میں ۔ اور اس میں دو ہدایتیں ہیں ۔	۱۶۰
پہلی ہدایت ۔ عبادت میں خلل انداز	"

مضامین	صفحہ
چیزوں کے اجمالی بیان میں ۔ اور اس میں دو افادے ہیں ۔	
پہلا افادہ ۔ نام خدا کی محبت اور تعظیم کا نہ ہونا عبادت میں سخت خلل انداز ہے ۔	۰۰
دوسرا افادہ ۔ شرعی احکام اور عبادات میں اہتمام نہ کرنا بھی بھاری مخل ہے ۔	۰۵
فائدہ ۔ نامقبول سالکوں کا ذکر ۔	۰۰
دوسری ہدایت ۔ عبادت میں مخل امور کا تفصیلی ذکر ۔ اور ان کے علاج ۔ اور اس میں تین افادے ہیں ۔	"
پہلا افادہ ۔ نفس اور شیطان کے خلل انداز ہونے کا بیان ۔	"
دوسرا افادہ ۔ زکوٰۃ دینے سے جی چرانے کا علاج ۔	۱۶۱
تیسرا افادہ ۔ فرض حج اور جہاد سے جی چرانے کا علاج ۔	"
چوتھی فصل ۔ طاعات کے طریقوں کا	۱۶۲

مضامین	صفحہ
بیان اور اس میں ایک تمہید اور پانچ افادے ہیں۔	
تمہید۔ تہذیب باخلاق کو نفس کشی کہنا غلط تعبیر ہے۔	۱۷۲
پہلا افادہ۔ ارکانِ اسلام کی اصلاح کا طریقہ۔	۱۷۴
دوسرا افادہ۔ مال سے قطع تعلق کا امر نہیں۔	۱۸۳
تیسرا افادہ۔ روزہ کا بیان۔	۱۸۵
چوتھا افادہ۔ حج کا بیان۔	۱۸۶
پانچواں افادہ۔ جہاد کا ذکر۔	۱۸۷
خاتمہ۔ متفرق فائدوں کے بیان میں۔ اور یہ پانچ افادوں پر مشتمل ہے۔	۱۹۱
پہلا افادہ۔ سرود بلا مزامیر۔ اور بے ریش لڑکوں سے میل جول کی خرابی کا بیان۔	
دوسرا افادہ۔ نیک اخلاق کا حاصل کرنا۔ اور بد اخلاق کا چھوڑنا دو وجہ پر ہے۔	۱۹۶
وجہِ اول۔ طریق اصحاب الیمین۔	۱۹۶
دوسری وجہ۔ طریق سابقین۔	۱۹۷
تیسرا افادہ۔ صاحبِ حالات کو عام مومنین کی عزت کرنا چاہیئے۔	۲۰۰
چوتھا افادہ۔ نجات کا دار و مدار کلمۂ توحید پر ہے۔	۲۰۱
تیسرا باب	۲۰۳
سلوک راہ ولایت کے بیان میں اور اس میں چار فصل اور ایک تکملہ ہے۔	
پہلی فصل۔ طریقۂ قادریہ کے اشغال کے بیان میں۔ اور یہ فصل ایک تمہید اور دو ہدایت پر مشتمل ہے۔	۲۰۴
تمہید۔ اشغال طریقۂ قادریہ کا خلاصہ۔	″
پہلی ہدایت۔ ذکر کے طریقوں کے بیان میں۔ اور یہ ہدایت چار افادوں پر شامل ہے۔	″
دوسرا افادہ۔ ذکر دو ضربی کے بیان میں۔	۲۰۵
تیسرا افادہ۔ ذکر سہ ضربی کے بیان میں۔	۲۰۶

Marfat.com

مضامین	صفحہ
چوتھا افادہ۔ ذکر چار ضربی کا طریقہ۔	۲۰۶
فائدہ۔ اس طریق پر ذکر ظلمت بشریت کو مٹا دیتا ہے۔	۲۰۷
دوسری ہدایت۔ اقسام ذکر کے بیان میں۔ اور اس میں سات افادے ہیں۔	۱۱
پہلا افادہ۔ مراقبہ وحدانیت کا بیان۔	۱۱
دوسرا افادہ۔ مراقبہ صمدیت کا بیان۔	۲۰۸
تیسرا افادہ۔ شغل دورہ کا بیان۔	۲۰۹
چوتھا افادہ۔ شغل نفی کا بیان	۲۱۱
فائدہ۔ شغل نفی کے ساتھ شغل یادداشت بھی کرنا چاہیئے۔	۲۱۶
پانچواں افادہ۔ نفی النفی اور فناء الفنا کا بیان۔	۲۱۷
چھٹا افادہ۔ توحید صفاتی وغیرہ کا بیان۔	۲۱۸
ساتواں افادہ۔ ذات بحث کی معرفت کا بیان۔	۲۲۰
دوسری فصل۔ اشتغال طریقہ چشتیہ کا بیان۔ اور یہ فصل دو ہدایتوں پر مشتمل ہے۔	۲۲۱
پہلی ہدایت۔ اشتغال طریقہ چشتیہ کے بیان میں اور یہ ہدایت پانچ افادوں پر مشتمل ہے۔	۲۲۱
پہلا افادہ۔ توسط اور وسیلہ کا بیان۔	۱۱
دوسرا افادہ۔ ذکر الا اللہ کا طریق۔	۲۲۲
تیسرا افادہ۔ تیسرے ذکر کا بیان۔	۲۲۳
چوتھا افادہ۔ ذکر نفی و اثبات کا بیان	۱۱
پانچواں افادہ۔ مراقبہ کا بیان۔	۲۲۴
دوسری ہدایت۔ فواید متفرقہ کا بیان اور یہ ہدایت دو افادوں پر مشتمل ہے۔	۲۲۵
پہلا افادہ۔ آسمانوں کے انکشاف اور ارواح کی ملاقات کا بیان۔	۲۲۵
دوسرا افادہ۔ کشف قبور کا بیان۔	۲۲۶
تیسری فصل۔ اشتغال طریقہ نقشبندیہ کا بیان۔ اور یہ ایک تمہید اور دو ہدایت پر مشتمل ہے۔	۱۱
تمہید۔ لطائف ششگانہ کا ذکر۔	
پہلی ہدایت۔ اقسام ذکر کے بیان میں، اور یہ چار افادوں پر مشتمل ہے۔	۲۲۷

Marfat.com

مضامین	صفحہ
پہلا افادہ۔ لطائفِ ستہ کے ذکر بتانے کا طریقہ۔	۲۲۷
دوسرا افادہ۔ حبس نفس کے ساتھ نفی واثبات کا بیان۔	۲۲۸
تیسرا افادہ۔ سلطان الذکر کا بیان۔	۲۲۹
فائدہ۔ پیر مریدوں کو سلطان الذکر حاصل ہونا کس طرح معلوم کرے۔	۲۳۱
چوتھا افادہ۔ شغل نفی کے ساتھ شغل یادداشت کے ملاتے کا بیان۔	״
چوتھی فصل۔ مجددی طریقہ کی اصطلاحات کے حاصل کرنے کے بیان میں۔ اور اس میں ایک تمہید اور ایک مقصد ہے۔	۲۳۶
تمہید۔ لطائف کے مقامات کے بیان میں۔	״
مقصد۔ اس طریقہ کے مستعملہ الفاظ کی تفسیر کے بیان میں۔	۲۳۹
تکملہ۔ راہ ولایت کے سلوک تاکی کے بیان میں۔ اور اس میں ایک تمہید اور ایک مقصد ہے۔	۲۵۸
تمہید۔ بے سمجھ سالکوں کی بعض غلط فہمیوں کے بیان میں۔	۲۵۸
مقصد۔ راہ ولایت کے دوسرے سلوک کے بیان میں۔	۲۶۱
چوتھا باب	۲۶۹
سلوک راہ نبوت کے بیان میں اور یہ باب چھ افادوں پر مشتمل ہے۔	
پہلا افادہ۔ مقام توبہ کے بیان میں۔	״
دوسرا افادہ۔ ذکر ایمانی اور مراقبہ صمدیت کے بیان میں۔	۲۸۷
تیسرا افادہ۔ فنائے ارادت کے بیان میں۔	۲۹۰
چوتھا افادہ۔ مراقبہ عظمت کے بیان میں۔	۲۹۳
پانچواں افادہ۔ مراقبہ الوہیت کے بیان میں۔	۲۹۸
چھٹا افادہ۔ مقام انکشاف وجہ اللہ کے بیان میں۔	״
فائدہ۔ طالبین راہ نبوت کی خاصیتیں۔	۳۰۲
خاتمہ۔ حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعض معاملات اور واردات کے بیان میں۔	۳۱۴

تمت

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و ثنا جو بے نیاز مطلق کی بارگاہ کے شایان شان ہے۔ وہ اسی کی ذات پاک کے بیان کے سوا کسی کے بیان میں نہیں آسکتی اور اس دعویٰ کی دلیل فخر دو عالم کے کلام اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ[1] اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ سے روشن ہے اور ایسا شکر ہے جو اس کی ان گنت و بے شمار نعمتوں کا حق ادا کرے کسی مخلوق سے نہیں ہو سکتا کیوں کہ خود شکر ایک ایسی نعمت ہے کہ اور کوئی نعمت اس کے ہم پلہ نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اگر تمام عالم "خلق و امر" جس کا نام دوسرے لفظوں میں "شخص اکبر" ہے اپنے جیسے ہزاروں عالموں کو ہمراہ لے کر شکر کے اس میدان کے درمیان نہایت جدّ و جہد سے دوڑ دھوپ کرے اور پھر نعمائے الٰہی کا پورا شکر بجالانے کا خیال تک اس کے دل میں گزرے تو شرمندگی کے پسینے کے سوا اور کوئی اپنی پیشانی کا زیور نہ دیکھے اور ہزاروں زبانوں سے اپنی بے زبانی کا اقرار و اعتراف کر کے بندگی کے محکمہ میں اپنے عجز و ناتوانی کا شاہد عدل اس فرمان واجب الاذعان کو پیش کرے[2] وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا پس مشت خاک سے اس کے حمد و شکر کا حقہ ادا نہیں ہو سکتا مگر جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے حکم فرمادے ناچار اس بچارے کا یہی چارہ ہے کہ اپنی قوت و طاقت سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کیلئے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ[3] کہہ کر کبھی قصور کے گریبان سے سر نکالے اور اس حکیم حقیقی کی وکالت کے حکم سے جس نے اس ناچیز محض کو خود حمد و شکر کی تعلیم کی ہمیشہ اس نعمت عظمیٰ کی لذت مذاق جان میں پہنچاتا رہے اور کلمہ شہادت[4] اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور کلمہ تمجید[5] سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

---

[1] یعنی تیری حمد و ثناء کا شمار و احصا میں نہیں کر سکتا۔ تیری ذات پاک ایسی ہے جیسے خود تو نے اپنی ذات پر ثنا کہی۔ [2] یعنی اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو گے تو ان کو گن نہ سکو گے۔ [3] یعنی سب طرح کی حمد اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیئے خاص ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ [4] یعنی میں گواہی دیتا ہوں اس امر کی کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بندگی کے لائق نہیں اور اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے

Marfat.com

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

کو اپنا ہمدم وہم نفس اور اپنی جان کا مونس بنائے رکھّے اور درود لامحدود صاحب مقام محمود پر نازل ہو یعنی احمد مجتبےٰ، محمد مصطفےٰ صلوات اللّٰہ و سلامہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واجمعین وعلیٰ وارثہٖ و نوابہٖ الیٰ یوم الدّین علینا معہم وفیہم برحمتک یا ارحم الرّاحمین۔

امّا بعد: عاجز ذلیل خداوند جلیل کی رحمت کا امیدوار بندۂ ضعیف محمد اسمٰعیل عرض کرتا ہے کہ اس کم ترین پر خدا تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں اور سب سے بڑی نعمت ہادیٔ زمانہ مرشد یگانہ حضرت سید احمد صاحب کی محفل ہدایت منزل میں حاضر ہوتا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو آپ کے دیر تک زندہ رکھنے سے فائدہ دے اور آپ کے اقوال اور افعال اور احوال کے ساتھ سب طالبان قرب الٰہی کو نفع پہنچاوے، اور چونکہ یہ عاجز اس مجلس عالی میں کلمات ہدایت آیات سننے سے کامیاب ہوا تو عام مسلمانوں کی نصیحت اور طالبان قرب الٰہی کی خیر خواہی کا یہ تقاضا ہوا کہ غائبین بھی ان فیوض الٰہیہ میں حاضرین کے ساتھ شریک ہوں اور اس کا طریق بجز اس کے کوئی نہیں کہ ان بلند پرواز مضامین کو تحریر کے پنجرے میں قید کیا جاوے۔ اگر بحکم

ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اور اس کے بھیجے ہوئے ہیں۔ لہ یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اور سب تعریفیں اللّٰہ تعالیٰ کے لیئے خاص ہے اور اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں اور اللّٰہ بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ برتر بزرگ کے سوا کسی نیکی کی طاقت اور گناہ سے بچنے کی طاقت نہیں ۱۲ لہ یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام رحمتیں اور سلام نازل ہوں ان پر اور ان کی تمام اولاد پر اور سب صحابیوں پر اور روز قیامت تک جتنے ان کے وارثان علم وہ نائبین دین ہیں ان پر اور ان کے ساتھ اور ان کے زمرہ میں داخل کر کے ہم پر بھی نازل ہوں تیری رحمت سے اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔

حضور اور غیبت میں بڑا فرق ہے اور حدیث اَلشَّاھِدُ یَرٰی مَالَا یَرَاہُ الْغَائِبُ[1]
اس مدعا پر شاہد عدل ہے لیکن تاہم مقولہ مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ
کے اس امر کے تمام کرنے میں کمر ہمت کو چست باندھ کر تہ دل سے نیت خالص کر کے
پوری پوری کوشش کی اور اس کتاب کی اثنائے تحریر میں چند اوراق جناب افادت مآب قدوۂ
فضلائے زمان، زبدۂ علماء دوران مولانا عبد الحیٔ ادام اللہ برکاتہ جو حضرت سید صاحب کی بارگاہ عالی
کے ملازموں کے سلک میں منسلک ہیں: کے لکھے ہوئے جن میں چند مضامین ہدایت آگین حضرت
سید صاحب کی زبان سے جن کو مولانا نے تحریر کئے تھے[2] ملے پس ان اوراق کو حلوائے بے دود اور
غنیمت بے مشقت سمجھ کر اس کتاب کے دوسرے اور تیسرے باب میں بعینہٖ درج کر دیا۔ اگرچہ
اس کتاب کی تالیف میں مناسب بھی تھا کہ جس طرح اس کتاب کے اکثر مضامین کی تحریر کرنے
میں صرف جناب سید صاحب کے فرمائے ہوئے کلمات کے ترجمہ پر ہی اکتفاء کیا گیا۔ اسیطرح
تمام کتاب کے مضامین میں یہی طریق اختیار کیا جاتا لیکن چونکہ آپ کی ذات والا صفات ابتداء
فطرت سے جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کی کمال کی مشابہت پر پیدا کی
گئی تھی اس لیے آپ کی لوح فطرت علوم رسمیہ کے نقش اور تحریر کے دانشمندوں کی راہ و
روش سے خالی تھی؟ پس ان گہرے مضامین اور اسرار غامضہ کا سمجھنا تو مہید مقدمات
اور تمثیلات کے وارد کرنے کے سوائے اور سلف متقدمین کی اصلاح سے ان مضامین کے
مطابق کئے بغیر اہل زبان کے اذہان پر جو کہ علوم رسمیہ کے عادی ہو گئے ہیں محض آپ کی
زبان برکت نشان سے صادر ہوئے کلمات کے ترجمہ سے دشوار معلوم ہوتا تھا لہذا قارئین

---

[1] یعنی حاضر ایسے امور کا مشاہدہ کرتا ہے جنہیں غائب نہیں دیکھتا [2] یعنی جو شے تمام حاصل نہ ہو سکے وہ ساری کی ساری چھوڑی بھی نہیں جاسکتی۔

[2] اللہ تعالیٰ ان کی برکتیں ہمیشہ رکھے۔ ۱۲

کے سمجھانے کی سہولت کے لیے بعض مقامات میں کسی قدر تقدیم وتاخیر اور بعض جگہ چند مقدمات کی تمہید اور تمثیلات کے وارد کرنے اور سلف کی اصطلاحات سے تطبیق دینے کی ضرورت پڑی۔ خاص کر قطب المحققین فخر العرفاء المکملین اعلمہم باللہ حضرت شیخ ولی اللہ قدس سرہٗ کی اصطلاح سے مطابق کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوا۔ معہذا اس عاجز نے اس کتاب کے ہر دو حصہ کو املا کے بعد حضرت سید صاحب کے گوش گزار کر دیا تاکہ مقصود غیر مقصود سے ممتاز ہو جائے اور جو نقصان اس ہیچمداں کی مداخلت عقل کے باعث اس کتاب میں آگیا ہو۔ آنجناب کی اصلاح کی وجہ سے اس کا جبر نقصان ہو جاوے اور اس کتاب کا نام "صراطِ مستقیم" رکھا اور ایک مقدمہ اور چار باب اور ایک خاتمہ پر اس کو مرتب کیا گیا اور بابوں کو فصلوں پر اور فصلوں کو ہدایات پر اور ہدایات کو تمہیدات اور افادات پر تقسیم کیا اور مبادی کو لفظ تمہید سے اور مقاصد کو لفظ افادہ سے شروع کیا۔[1] وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ؕ

---

[1] یعنی مجھے کچھ توفیق نہیں مگر ساتھ اللہ کے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

یہ تین افادہ پر مشتمل ہے

پہلا افادہ

جاننا چاہیئے کہ شریعت اور طریقت کا ثمرہ اور حقیقت اور معرفت کی بنیاد حضرت حق جل و علا کی محبّت حاصل کرنا ہے چنانچہ فقرہ حدیث ۔ مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا یعنی جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سب ماسوا کی نسبت زیادہ تر محبوب ہوں (اس نے ایمان کا مزہ چکھا) اس امر کی تصریح ہے اور آیت ۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (یعنی ایمان والے اللہ تعالیٰ کی محبت میں مضبوط ہیں) اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ تمام صوفیائے کرام اور جمیع طوائف انام کے نزدیک یہ مسئلہ اجماعی اور متفق ہے لیکن اس مقام میں نہایت باریک نکتہ ہے جس سے اکثر اہل زمان غافل اور چوکے ہوئے ہیں اور وہ نکتہ یہ ہے کہ حبِ نفسانی جس کو دوسرے لفظوں میں لقب عشق سے نامزد کرتے ہیں اور حبِ ایمانی جو حبِ عقلی سے مشہور ہے" ان دونوں کے درمیان فرق کیا جاوے کیوں کہ پہلی حب مبادی سلوک کی واردات سے ہے اور دوسری حبِ انبیاء کرام کے کمالات اور اولیائے عظام کے مقامات میں سے ہے۔ اکثر عوام صوفیاء قسم اوّل کو دوسری کے جا بجا رکھ کر اور اسی کو اشارات شرعیہ کا مشارٌ الیہ سمجھ کر انبیاء اور اولیاء کی سیر کو اہل عشق و وجد کے احوال سے تطبیق دینے میں ناحق کی سردردی اٹھاتے ہیں حالاں کہ ان بزرگواروں کی سیر کو ان سالکوں کی واردات سے کسیطرح کی مطابقت نہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عشق اس گھبراہٹ اور بے قراری کا نام ہے جو مقصود سے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے انسان کے باطن میں پیدا ہوتی ہے اور وہاں سے تمام قوی باطنہ میں سرایت کر جاتی ہے؛

اس کیفیّت کا انجام اور (اس) کی نہایت اس مقصود کا پالینا اور اس محبوب کا وصال ہے۔ اولاً اس کیفیّت کا موقع قلب ہے جو تمام کیفیّات نفسانیہ کا محل ہے پھر ثانیاً تمام قوائے باطنہ اور اس کا نہایت درجہ طالب کا مطلوب کے یافت میں اپنے آپ سے غائب اور مضمحل ہو جانا ہے پھر جب یہ غایت مرتّب ہو جاتی ہے تو اس پریشانی اور بے قراری کی شورش فرو ہو جاتی ہے۔ اور وہ کیفیّت جو عشق سے نامزد ہے زائل ہو جاتی ہے اور حبّ عقلی سے یہ مراد ہے کہ طالب کے دل میں اس چیز کی طلب کا ارادہ جوش مارتا ہے جس کے فوائد اور منافع اور اس کی طرف اپنے محتاج ہونے پر اس نے اطلاع پائی ہے اور اس داعیہ نے طریق طلب کی مشقتیں اٹھانا اس پر سہل کر دیا ہے اور اس سبب سے اسکی طلب میں کمر ہمّت چست باندھ کر جو حیلہ اپنے فکر کے کیسہ میں رکھتا تھا، سب کچھ اسکی طلب میں خرچ کر ڈالا اور اختیاراً بغیر مجبوری کے اپنا سب سرو سامان چھوڑ دیا۔ اور اس محبّت کے واقع ہونے کی جگہ اوّلاً تو عقل ہے جو معلومات کا خزانہ ہے پھر ثانیاً قوائے باطنہ میں بھی یہی ارادہ اثر کر جاتا ہے جیسے پانی درخت کی جڑ سے اس کے پتّوں اور پھول پھل تک سرایت کر جاتا ہے لیس عقل میں کیا کیا فکر اور کیسی کیسی تجویزیں اس کے حاصل کرنے کے لیئے درست کرتا ہے اور دل میں کیا کیا ہمتیں اور کیا کیا ارادے اسکی طلب کے لیئے برانگیختہ کرتا ہے اور جوارح (اور اعضاء) پر کیسی کیسی مشقتوں کا سامنا اور کیسے کیسے مالوفات اور مرغوبات کا ترک کرنا اس مطلوب کے راستہ میں چلنے کے لیئے اپنے اوپر گوارا کرتا ہے اور جس طرح پہلی "حبّ عشقی" کا نتیجہ علم کا فنا ہونا ہے یعنی ماسوائے محبوب سے حتّی کہ اپنے نفس سے بھی غافل اور بے خبر ہو جانا اسی طرح دوسری حبّ (عقلی کا ثمرہ) فنای ہمّت ہے یعنی جو بات کہتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے اسی کی طرف سے سنتا ہے اور جس نظر و فکر کا نتیجہ محبوب کے حاصل کرنے اور اس کے راستہ میں چلنے کے سوا کچھ اور ہو وہ اسکے نزدیک اس قسم کے وسا وس میں سے ہے جن کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا اور جو محبّت اور عداوت اور

پسند کرنا اور ناپسندی کہ محبوب اور اس کے طریق کے مناسب اور مخالف کے ساتھ نہ ہو اس کے آ گے ایسے عوارض کے قبیل سے جن کی طرف کچھ التفات نہیں کی جاتی غرض تحصیل مطلوب اور اس کے طریق کی تمہید کے خیال نے طالب کے ظاہر اور باطن کو اپنی حکمرانی اور فرمانروائی کے نیچے دبالیا ہوا ہوتا ہے برخلاف پہلی حبّ کے کہ اس میں محبّ کے تمام باطن کا حبّ سے پر ہو جانا اس کی تحقیق اور پایا جانے کے لیئے شرط نہیں کیوں بسا اوقات ایک چیز کا عشق اس کے لغض عقلی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے خاص کر جب کہ حبّ عقلی اور حُبّ عشقی میں تعارض ہو تو اس وقت تو یہ اجتماع ضدین ضرور لازم آ جاتا ہے مثلاً ایک نوجوان دیندار والدین سے نیک سلوک کرنے والے کو کسی عورت یا کسی بے ریش لڑکی کا عشق لگ جاتا ہے اور چوں کہ شارع یا اس کے والدین جو اس کے نزدیک حبّ عقلی سے محبوب ہیں اس امر سے روکتے ہیں۔ ناچار وہ سعادت مند دل کی تہ سے اس معشوق کو کہ بلکہ اس کے عشق کو مکروہ اور مبغوض رکھتا ہے اگرچہ اپنی طبیعت کی رو سے اس کا مغلوب ہی ہو جاوے لیکن دوسری حبّ چوں کہ اس کا مقر و موقع) اصلی عقل ہے اور وہاں سے اس کے لشکروں نے قوائے طبعیہ پر چڑھائی کی ہے اس لیئے محبّ کے تمام باطن کو مسخّر کر لیا ہے کسی طرح معارض کی اس میں گنجائش نہیں اور جس طرح کہ پہلی حبّ محبوب کو پا لینے کے بعد زائل ہو ہو جاتی ہے اور اس کی سوزش اور بھڑک فرد ہو جاتی ہے اسی طرح دوسری حب محبوب کے وصال سے ترقی میں قدم رکھتی ہے اور ایک سے ہزار گنا ہو جاتی ہے اور اس قدر وسعت اور کشادگی پکڑتی ہے کہ ہرگز ایسی وسعت اور قوّت ہجر اور جدائی میں متصوّر نہیں کیوں کہ پہلی حبّ کا مبنی اور منشاء محبوب کا نہ پانا تھا اور ہجر اور فراق اسکی شرط تھی اور قاعدہ کی بات ہے) کہ[1] إِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ اور

---

[1] یعنی جب شرط ناپدید ہو تو مشروط بھی نابود ہو جاتا ہے

Marfat.com

اور حبِ ثانی کا منشاء محبوب کے منافع اور فوائد کا علم اور اس کے کمالات کا جاننا اور اس کی طرف اپنی محتاجی کو سمجھنا تھا۔ اور یہ معنی وصال میں واضح تر ہو جاتا ہے کیوں کہ علم الیقین عین الیقین سے بدل جاتا ہے اور تفصیل کے ساتھ اجمال کی تشریح ہو جاتی ہے مثلاً پیاسے کو جب پیاس لگتی ہے یعنی معدہ میں حرارت جوش مارتی ہے اور سینہ میں سوزش اور لب پر خشکی ظاہر ہوتی ہے اس وقت اسکو پانی کا عشق ہو جاتا ہے یعنی طبیعت کی تہ سے اسنے پانی کی طرف میلان ہو جاتا ہے اور اس کے نہ پانے کی وجہ سے بیقراری اور گھبراہٹ عارض ہو جاتی ہے اگرچہ کسی سے اس نے یہ نہ سنا ہو کہ پانی پیاس کو بجھا دیتا ہے تاہم اس کو پانی کا اشتیاق غالب ہو جاتا ہے اور اگرچہ کسی جسمانی یا نفسانی ضرر کے اندیشہ سے عقل پانی کے استعمال سے مانع ہو اور جب عین پیاس کی شدت میں اسے میٹھا پانی مل جاوے اور پی کر اس سے سیراب ہو لے اور رونگٹے رونگٹے میں اس کی سیرابی سرایت کر جاوے۔ اس وقت اس شخص پر ایک ایسی حالت وارد ہوتی ہے کہ اگر اس سے تعبیر کریں تو یہی کر سکتے ہیں کہ ماسوائے پانی سے نسیان اور فراموشی حاصل ہو گئی ہے بلکہ بسا اوقات سکر اور نشہ کی طرح خمار ساطاری ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے تھوڑی سی دیر کے لیئے بیخودی میسّر ہو جاتی ہے اور وہ پیاس کی حالت بالکل زائل ہو جاتی ہے اور اہل زراعت اور کسانوں کو پانی کی نسبت حبِ عقلی ہے کیوں کہ ان کا میلان پانی کے حاصل کرنے کی طرف اس امر پر مبنی ہے کہ وہ یقیناً جانتے ہیں کہ ان کی کھیتیاں اور چراگاہ اور باغ بغیچے جو ان کی عیش و معاش کا سرمایہ اور زندگی کا مدار ہیں پانی کے بغیر کسی صورت میں سرسبز نہیں ہو سکتے غرض کہ پانی کی طرف اپنی کمال حاجت اور پھلوں اور غلوں میں پانی کی نہایت منفعت کو سمجھ کر اسکی طلب کا خیال اس کے دل سے اٹھتا ہے اور ان کی تمام ہمّت کو پانی کی طلب میں مصروف کر دیتا ہے پس کیا کیا دعائیں اور زاریاں پانی کی طلب میں ان سے صادر ہوتی ہیں اور کیا کیا حیلے اور تدبیریں اور چرسوں کے مرتّب کرنے میں ان سے ظاہر ہوتی ہیں اور

Marfat.com

کیا کیا محنتیں مشقتیں نہروں اور کنوؤں کے کھودنے اور حوضوں کے درست کرنے میں رات دن کسانوں پر اور ان کے چہارپایوں پر گزرتی ہے اور یہ لوگ ان تمام دشواریوں کو اتنا کمال اور فخر سمجھ کر ان امور اور ان جیسی دشواریوں میں ہمہ تن مصروف ہو کر ان کے حاصل کرنے میں ایسی سرگرمی اور چالاکی دکھاتے ہیں جس میں کسی طرح سستی اور کوتاہی کو دخل نہیں ہوتا اور اگر کبھی کوئی کسی قوم کا ان کاموں میں پست ہمّت ہو جاوے تو دوسرے کسان اس پر طعن کرتے ہیں اور اسے کم عقلی اور پست ہمتی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور جتنا پانی انہیں حاصل ہوتا ہے۔ اس کے منافع اور فوائد پر علم الیقین سے اطلاع پاکر اپنی تمام کوشش اور سعی کو اور جو جو مشقتیں اسکی طلب میں اٹھائی تھیں سب کو بجا اور برمحل سمجھتے ہیں اور اس اپنی محنت پر خوشحال اور شکرگزار ہوتے ہیں اور مشقتوں کے اٹھانے میں زیادہ چالاک ہوتے ہیں۔ جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہوگیا تو جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعضے خاص بندوں کو جن کی قسمت میں سعادت ازلی تھی برگزیدہ کر کے محض اپنی عنایت و مہربانی سے اپنی محبت کی دو قسموں میں سے ایک یا دونوں کی طرف ہدایت کر کے اس سعادت دوجہانی کے سرمایہ کی توفیق دیتا ہے اور اس کے ثمرات و نتائج کے ساتھ فخر اور امتیاز بخشتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ[1] اور محبّت کی ان دونوں قسموں کیلئے کئی اسباب اور تائید کرنے والی چیزیں اور کئی آثار اور ثمرات ہیں جو اسی نوع کے ساتھ خصوصیّت رکھتے ہیں اور چونکہ طالب راہِ حق محبّت کی دونوں قسموں میں سے ہر ایک کو دوسری قسم سے انہیں امور کی بدولت پہچانتا ہے اس لیئے ان امور اربعہ کا نام رکھّا گیا ہے وجوہ التمایز فیما بین النوعین[2]۔

---

[1] یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیدیتا ہے ۱۲ [2] یعنی ہر دو قسموں کے آپس میں علیحدہ علیحدہ پہچاننے کی وجہیں یعنی اس کتاب میں جہاں وجوہ تمایز فیما بین النوعین کا لفظ آوے گا۔ مراد اس سے یہی چار چیزیں ہوں گی

دوسرا افادہ

چوں کہ حبِّ ایمانی اور اس کے احوال و مقامات اور نتائج و ثمرات نبوت پر جا کر ختم ہوتے ہیں اس لیئے اس طریق کا نام جس کی ابتداء حبِّ ایمانی سے اور انتہا نبوت پر ہے" راہِ نبوت اور نسبت نبوت رکھا گیا اور چونکہ حبِّ عشقی اور اس کے احوال و مقامات اور نتائج و ثمرات معرفت پر جا کر ختم ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وجودِ حضرت حق جلّ و علا کے سامنے اور اشیاء کے حقائق نیست معلوم ہوتے ہیں اور یہ معرفت ولایت کا خلاصہ ہے اس لیئے اس طریق کو جس کی ابتداء حب عشقی ہے اور انتہا معرفت پر ہے۔ راہ ولایت و نسبت ولایت سے نامزد کیا گیا۔

تیسرا افادہ

مضامین کتاب کی تقدیم و تاخیر کا سبب

اس امت کے اکابر یعنی ائمہ طریقت و پیشوایان حقیقت اگرچہ طریق نبوّت کے کمالات کے ساتھ موصوف اور اس کے ثمرات کے مقام میں راسخ القدم تھے لیکن انہوں نے اس نسبت کے حاصل کرنے کا طریق راہِ ولایت کے حاصل کرنے کے طریق سے ممتاز نہیں فرمایا اور اس راستہ کے مباحث میں بالاستقلال کچھ کلام نہیں کیا اور اس راہ کے مبادی کی تعیین میں سعی بلیغ نہیں کی اس لیئے مناسب معلوم ہوا کہ اس کتاب کا ایک باب دونوں قسم کی محبت میں امتیاز کے وجوہ میں منعقد کیا جاوے اور چوں کہ ہر طریق کے آثار و علامات کا دریافت کرنا اس طریق میں چلنے اور سلوک کرنے پر مقدم ہے لہٰذا اس باب کو باقی ابواب سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے اور چونکہ نفسِ ناطقہ کو اخلاق رذیلہ اور صفات کمینہ سے خالی اور پاک کرنا اور اوصاف جمیلہ اور فضائل حمیدہ سے مجلی اور زینت ناک کرنا اور عبادت شرعیہ کا اس طریق پر ادا کرنا جس طرح شارع کا مقصود ہے راہ نبوت کی بنیاد اور راہِ ولایت کی رونق و بہار ہے اس لیئے نزدِ

2/068

ہوا کہ ایک باب میں اس کتاب کا جو تخلیہ اور تحلیہ مذکور کو شامل ہو۔ عبادات شرعیہ کے ادا کرنے کے طریق پر متضمن ہو۔ ہر دو طریق کے سلوک سے پہلے اور وجوہِ تمائز طریقین کے بیان سے پیچھے ہو معین کیا جاوے تاکہ طالبین راہِ نبوت کو اپنے کام کا سرشتہ ہاتھ میں آجاوے اور راہِ ولایت کے سالکین کو اپنی سعی کے ثمرات دکھائی دینے لگیں اور نیز اکابر طریقت نے اگرچہ افکار و مراقبات و ریاضات و مجاہدات کی تعیین میں جو راہ ولایت کے مبادی ہیں نہایت کوشش لیکن بحکم اس مصرع کے کہ ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد ؛ ہر وقت کے مناسب اشغال اور ہر ہر قرن کے مطابق حال ریاضات جدا جدا ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ طریق کے پیشواؤں میں سے اہل تحقیق اشغال کی تجدید میں بڑی بڑی کوششیں کر گئے ہیں، بنابراں مصلحت وقت اس امر کی مقتضی ہوئی کہ اس کتاب کا ایک باب ایسے اشغال جدیدہ کے بیان کے لئے جو اس وقت کے مناسب ہیں معین کیا جاوے اور طریق ثلثہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ کے اشغال کی تجدید سے باقی طریق کے اشغال کی تجدید پر اکتفاء کی جاوے کیوں یہی تینوں طریق سب طرق سے زیادہ مشہور ہیں پس ان تین طرق کے اشغال کی تجدید سے باقی طرق کے اشغال کی تجدید کی ضرورت نہیں رہتی اور چونکہ نسبت ولایت کا حاصل کرنا راہِ نبوت کے سلوک کو آسان کر دیتا ہے اور چونکہ نسبت ولایت کا صاحب نسبت نبوت کو تھوڑی سعی سے حاصل کر لیتا ہے اس لئے حسنِ ترتیب کا تقاضا یہ ہوا کہ یہ باب (جس میں سلوک کی طریق ولایت کا بیان ہے) باب چہارم سے جو سلوک راہِ نبوت پر مشتمل ہے مقدم کیا جاوے ؎ باللہ التوفیق بیدہٖ ازمّۃ التحقیق۔

یعنی اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق ملتی ہے اور تحقیق کی مہاریں اس کے ہاتھ میں ہیں

Marfat.com

باب اوّل

تمائز طریقین کے وجوہ کے بیان میں

یعنی جن وجوہ سے طریق نبوت اور طریق ولایت میں امتیاز و فرق ہوتا ہے۔ ان کا بیان اور یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اوّل

طریق ولایت کے امتیاز کے وجوہ کے بیان میں اور یہ فصل چار ہدایتوں پر مشتمل ہے۔

پہلی ہدایت

محبت عشقی کے حاصل کرنے کے اسباب ہیں اور یہ دو افادہ پر مشتمل ہے۔

پہلا افادہ

جاننا چاہیئے کہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی محبت کے حاصل کرنے کا عادی ذکر و فکر ہے لیکن جو ذکر و فکر محبت کی دو قسموں میں سے ایک قسم کے حاصل کرنے کا سبب ہو سکتا ہے وہ اس ذکر و فکر سے جدا ہے جو دوسری قسم کے حاصل کرنے کا سبب ہو سکتا ہے چنانچہ دونوں قسموں کی تفصیل احکام کے ضمن میں اس معنی کی طرف اشارہ کیا جاوے گا۔

دوسرا افادہ

مخفی نہ رہے کہ حصولِ عشق کا سبب ایک مثال بیان کرنے سے سمجھ میں آ سکتا ہے سو اس کی تصویر اس طرح ہے کہ جیسے آگ جو کہ سب عناصر سے بلند مرتبہ رکھتی ہے اور سب سے لطیف تر اور زیادہ صاف ہے۔ جب زمین کے اجزائے لطیفہ سے جن کو دخان کہتے ہیں مل جاتی ہے ان اجزائے ارضی کو اپنے حیز کی طرف جو سب احیاز عنصریہ سے مافوق اور اوپر ہے کھینچتی ہے تاکہ ان کو اپنے آپ میں فانی کر کے آثار احکام میں اپنا ہم رنگ اور مشابہ بنالے ولیکن غبار جو کہ جو[1] میں تودے کے تودے جمع ہو رہا ہے چونکہ اس دخان کو حیز نار

---

[1] ما بین آسمان و زمین کو جو کہتے ہیں ۱۲

Marfat.com

کی طرف چڑھنے سے مزاحم اور مانع ہوتا ہے ناچار اقتضائے نار اور اقتضائے غبار کے درمیان کشمکش اور مزاحمت اور مقابلہ واقع ہو جاتا ہے اور اس تمانع اور تزاحم کے سبب سے رعد کی ہولناک آواز آگ کے برقی شعلے حادثات ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اجزاء ناریہ اپنی تندی اور تیزی کی وجہ سے بعض عوائق کو پانی سے بدل کر زمین کی طرف بہا دیتی ہے اور بعض موانع کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے جو زمین پر اگندہ اور پریشان کر دیتی ہے۔ بعد ازاں اجزائے لطیفہ دخانیہ کو کھینچ کھینچ کر اپنے آپ میں فانی اور نیست و نابود کر دیتی ہے۔ اسی طرح لفظ مبارک اللّٰہ کا اسم ذات، جو عالم الفاظ میں حضرت بیچون سبحانہ وتعالیٰ کی تجلّی ہے "جب ذاکر کے حلق زبان اور تالو اور کان کو نور اور سکینہ اور لذت سے مال مال کر دیتا ہے بشرطیکہ ذکر جہر جو وساوس کے دور کرنے اور خیالات اور خطرات کی جمعیّت و تسکین اور ترقیق و تلطیف ارواح کے لیئے موضوع ہے" اس طریق کے مطابق ہو جو صوفیائے کرام کے نزدیک معہود و مقرر ہے علیٰ ہٰذا القیاس ذاکر کے خیال اور وہم کو گم گشتگی اور گم نامی بخشتا ہے بشرطیکہ ذکر خفی" جو اس لفظ مبارک کی حلاوت اور شیرینی پانے اور تنہائی اور خاموشی کی لذت اور مزہ حاصل کرنے اور لوگوں کے اختلاط اور ہمکلامی سے نفرت حاصل کرنے کے لیئے موضوع ہے" اس طریق پر واقع ہو جو صوفیاء میں مشہور و معروف ہے خواہ صرف اسی لفظ مبارک کے ذکر سے یہ معنی حاصل ہو گیا ہو خواہ نفی یا دوسری صفات کے ضم کرنے سے طالب کو اس لفظ کے مفہوم کے تصوّر کی طرف انتقال ہو جاوے اور یہ عالم علم و ادراک میں حضرت حق جلّ جلالہٗ کی تجلّی ہے جو سب تجلّیات سے الطف اور بلند نہاد اور حضرت ذات کی طرف سب سے زیادہ قریب ہے اور جب یہ تجلّی یعنی مفہوم اس لفظ کا جو کہ بسیط محض اور مجرّد بحت ہے اس کے ذہن میں اس حیثیت سے استقرار پکڑ جاتی ہے کہ اس کی بصیرت کی آنکھ اسی مفہوم کی طرف دائم التوجّہ ہو جاوے اور ادراک کی تمام قوتیں آنکھ کی طرح اسی مفہوم کی طرف نظر

سلہ سادہ دخانس

جمالیں اور اس کے ماسوا کی طرف نہ دل سے ذرہ بھر التفات بھی صادر نہ ہو اور اگر گاہ بگاہ ماسوا کا خطرہ اس کے ذہن میں گزر جاوے تو امورِ اتفاقیہ کی طرح ہوتا ہے نہ تہ دل سے اور قوم یعنی صوفیائے کرام کے نزدیک یہ کیفیت فکر کے نام سے نامزد ہے۔

الغرض جب طالب اپنے ادراک اور ہمت سے اس مفہوم میں استغراق قوی حاصل کرلیتا ہے اور یہ تجلّی اس کی جان سے پیوند ہو جاتی ہے تو سالک کی لطیف ترین اجزاء کو جس کا نام روحِ الٰہی ہے اپنا آشیانہ بنا کر اور اس کے ساتھ امتزاج پاکر اسکو اپنی اصل کی طرف کھینچتا ہے اور روحِ الٰہی جو کہ عالم پاک سے ہے اور [1] قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ اسکی شان میں ہے اور اس مشت خاک یعنی جسم میں محبوس و مقیّد ہونے کے سبب سے اپنی اصل کو بھول گئی تھی اور اس کے ادراک کا آئینہ زنگ پکڑ گیا تھا جب اس تجلّی کے نور سے اس کا چہرہ مصفّا و مصقول ہو گیا اور کمالات حق کا عکس اپنے اندر دیکھا کہ (حدیث) وَاِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوۡرَتِہٖ [2] اسی کی طرف اشارہ ہے" اور اپنے فراموش شدہ اصل کو پھر یاد کر کے اصل کی طرف پہنچنے کی خواہش کرتی ہے پس اس تجلّی کا اس روح کو کھینچنا بہ سبب اس کی آگاہی اور بیداری کے" جو اس تجلّی کے استقرار کی وجہ سے حاصل تھی اور روح کا کھنچ جانا حظیرۃ القدس کی طرف صعود کرنے کا اقتضاء کرتے ہیں اور رفیق اعلیٰ کے ساتھ مل جانے کی خواہش کرتے ہیں لیکن چونکہ بشریّت کا غبار حظیرۃ القدس میں پہنچنے سے مانع ہو جاتا ہے اس لیئے ناچار اقتضائے روحانی اور اقتضائے نفسانی کے درمیان کش مکش اور مزاحمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سبب سے شورش اور بے قراری اور گرمی اور نسمہ [3] کے اندر" جو روحِ طبعی سے ملقب ہے" پیدا ہو جاتی ہے جس طرح غصّے کے وقت شورش اور گرمی اور خوشی کے وقت بشاشت اور دل کی کشادگی پید

---

[1] یعنی کہہ روح میرے رب کے امر سے ہے ۱۲ منہ [2] یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا یعنی صفت پر [3] نسمہ کے معنی ہیں نفس اور جان ۱۲۔

پیدا ہو جاتی ہے۔ بالجملہ یہ شورش اور تغلغل[1] جو کہ روحِ نفسانی میں پیدا ہو گئی ہے طالب کو دیوانوں اور مستانوں کی طرح آوارہ پھراتی ہے اور اس کی عقل و فکر کو درہم برہم کر دیتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قانونِ شرع اور قواعدِ ادب سے باہر کھینچ لے جاتا ہے اور اس کیفیت کی شدت اور حدت کی وجہ سے جنگلوں اور ویرانوں سے انس اور دل لگی ہو جاتی ہے اور مجلسوں اور گھروں سے وحشت ہو جاتی ہے اور آہ و فغاں کا سرزد ہونا اور رنگ چہرہ کی زردی اور رونا اور اشکباری حاصل ہو جاتی ہے اور اسی کیفیت کا نام عشق ہے اور چونکہ اس کیفیت کی حامل اور اٹھانیوالی روح حیوانی ہے اس لیے اس کو حبّ نفسانی سے نامزد کرتے ہیں اور یہ کیفیت آناً فاناً بڑھتی جاتی ہے تاکہ بشریت اور ناآشنائی کا حجاب پھٹ جاتا ہے اور نفسانیت کا غبار پاش پاش ہو کر اس محبت کا ثمرہ مترتب ہو جاتا ہے۔

دوسری ہدایت

حبّ عاشقی کے مؤیدات کے بیان میں اور یہ تین افادہ پر مشتمل ہے۔

پہلا افادہ

حبّ عشقی کے مؤیدات سے ریاضت ہے یعنی کم بولنا کم سونا اور لوگوں سے اختلاط اور صحبت کم رکھنا اس لیے کہ جس حیوانی کو ان امور سے رقت اور لطافت حاصل ہو جاتی ہے اور جس قدر روح حیوانی رقیق تر ہو اسی قدر تغلغل اور شورش اور گرمی کا پیدا ہو جانا اس میں جلدی سے ہوتا ہے۔

دوسرا افادہ

حبّ عشقی کے مؤیدات میں سے الحان خوش اور صورت دلکش اور قصص شوق آمیز اور اشعار عشق انگیز کا سننا ہے۔

---

[1] تغلغل کے معنی ہی سوزش کے ہیں ۱۲ منہ

Marfat.com

تیسرا افادہ

منجملہ مؤیدات حبِّ عشقی کے ایسے امور سے پرہیز کرنا ہے جو روحِ طبعی میں کثافت پیدا ہونے کے باعث ہوتے ہیں مثلاً بہت سونا اور ہمیشہ کثیف غذاؤں کا کھانا اور اسی قسم کی دوسری چیزیں جو اہل تجربہ پر مخفی نہیں۔

تیسری ہدایت

آثار حب عشقی کے بیان میں اور یہ پانچ افادہ پر مشتمل ہے۔

پہلا افادہ

منجملہ آثار اس حب کے ایک یہ ہے کہ اس کا اقتضاء ذاتی حجاب لبشری کا پھاڑنا اللہ روح الٰہی کا اپنی اصل کی طرف پہنچانا ہے فقط کسی قانون کی مطابقت اس کے اقتضائے ذاتی میں داخل نہیں خواہ قانون شرع ہو خواہ قانون ادب اور نہ کسی کی رضا اور خوشنودی کا طلب کرنا اس کے اقتضائے ذاتی میں داخل ہے خواہ محبوب کی رضا ہو یا اس کے غیر کی اور نہ کسی کی متابعت کا التزام اس کے اقتضائے ذاتی میں داخل ہے خواہ اپنے محبوب کی متابعت ہو یا اس کے سوا کسی اور کی۔ یہ مت سمجھنا کہ اس کلام سے یہ مقصود ہے کہ ارباب عشق و اصحاب مواجید قیود شرعیہ سے مقید نہیں ہوتے یا آداب عرفیہ سے متأدب نہیں ہوتے اور رضائے مولیٰ کے طالب اور متابعت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ملتزم نہیں ہوتے۔ حاشا وکلا یہ بات ہرگز نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ حُبّ بالذات ان امور کے مقتضی نہیں اس کا مقتضیٰ صرف یہ ہے کہ صاحب اس حال کا حضرت ذوالجلال کے مشاہدہ میں مضمحل اور فانی ہو جاوے ولبس۔ جس طریق سے یہ کیفیت حاصل آوے فبہا کسی طریق کی خصوصیت کو اس کے اقتضائے ذاتی میں دخل نہیں مثلاً اگر اس حال کے صاحب کو اپنے مقصود کے حاصل ہونے کا ظن مزامیر کے سننے اور عشق مجازی اور شغل برزخ رکھنے ارتکاب اور اوقات کو اذکار و طاعات سے خالی رکھنے وغیرہ ممنوعات شرعیہ میں ہو تو البتہ دل سے ان امور کی طرف میلان اور کشش پیدا ہو جاوے گی۔ اگرچہ صاحب

حال دینداری اور متشرع ہونے کی وجہ سے اس خیال کے اظہار کے ظہور سے مانع ہو دے بلکہ اس خیال کے دور کرنے میں کوشش کرے۔ کیا تو دیکھتا نہیں کہ عشق مجازی میں عاشق کا مطلوب اپنے معشوق کے جمال کا مشاہدہ اور اس کا قرب اور وصال ہوتا ہے اگرچہ معشوق کو اس عاشق کے قرب سے ایذا پہنچے بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ لوگ یعنی معشوقان مجازی اپنے عاشقوں کو دیدہ بازی اور اپنی مجلسوں میں آمدورفت کرنے سے سخت مخالفت کرتے ہیں اور اپنے قرب وجوار بلکہ محلہ و دیار سے نکلوا دیتے ہیں حتیٰ کہ گالم گلوچ اور مارپیٹ تک نوبت پہنچ جاتی ہے مگر وہ عشاق مجازی کسی طرح نظر بازی اور معشوقوں کی محفلوں اور مجالس میں آمدورفت سے باز نہیں آتے بلکہ معشوق کے ہاتھ سے مارا جانے اور یار کے کوچے میں جان دینے کو اپنا بڑا فخر اور کمال عالی ہمتی شمار کرتے ہیں چنانچہ ان لوگوں کے اشعار نظمیہ اور کلمات نثریہ اس امر پہ دلالت صریحہ رکھتے ہیں۔ کیا تو دیکھتا نہیں کہ کسی کی نسبت کلام شکایت آمیز زبان پر لانا یا گلہ کا حرف کہنا کس قدر اس شخص کی رنجش کا سبب ہوتا ہے اور حب عقلی کے مقام میں شاکی اور گلہ کرنے والے کو کس بغض کے مرتبہ میں جا گرداننا ہے تاہم ارباب عشق مجازی ایسی حکایات و شکایات کے بیان کرنے میں کسی طرح صرفہ نہیں رکھتے بلکہ اپنے کلام کو ایسے مضامین سے رنگین اور مزین بناتے ہیں۔ بالجملہ اس کلام سے ہمارا مقصود حب عشقی کی مذمت ہرگز ہرگز نہیں بلکہ حب عشقی اور حب عقلی میں جو فرق ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔

دوسرا افادہ

اس حب کے بعض آثار میں سے تفرد ہے یعنی سوائے محبوب کے سب علائق قطع کر دینے اور طرح طرح کے مشاغل اور رنگا رنگ کے علائق کے ہجوم اور عروض سے تنگدل ہونا اور متفرق امور کے نظم و ترتیب سے حوصلہ کا تنگ ہونا، مثلاً سیاست منزلی اور سیاست مدنی اور جماعتوں کی امامت و پیشوائی اور عیدوں اور جمعوں کے قائم کرنے

Marfat.com

اور اہل قرابت وغیرہ ذوی الحقوق کے ادا کرنے وغیرہ کی برداشت نہ کرنا اور یہی وجہ ہے کہ تزوج اور خانہ داری سے جو تمام علائق کی اصل ہے عاشق کو نہایت نفرت اور وحشت ہوتی ہے

تیسرا افادہ

منجملہ آثار حب عشقیہ کے اپنے مرشد کے ساتھ استقلالاً دل کا تعلق شدید ہو جاتا ہے یعنی نہ اس لحاظ سے کہ یہ شخص حضرت سبحانہ وتعالیٰ کے فیض کا ذریعہ ہے اور اسکی ہدایت کا واسطہ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ خود مرشد ہی عشق کا متعلق ہو جاتا ہے چنانچہ اس طریق کے بزرگوں میں سے ایک شخص کا مقولہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے مرشد کی صورت کے سوا کسی اور لباس میں تجلی فرماوے تو البتہ میں اس کی طرف التفات تک نہ کروں گا

چوتھا افادہ

منجملہ اس حب کے آثار علوم اور طاعات ظاہرہ سے لاپرواہی ہے کیوں کہ ان علوم کا شغل پراگندہ علوم امور کے انتظام وترتیب کی قسم میں سے ہے اور چوں کہ اس کا کام لبساطت در لبساطت ہے اس لیے ایسے امور کا اشتغال اس کے کاروبار کو پریشان کر دیتا ہے۔

پانچواں افادہ

منجملہ آثار حب عشقیہ کے نہ سمجھنا اس علاقہ کا ہے جو شریعت کے ظاہر اور باطن میں واقع ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شریعت کے لیئے ایک باطن ہے اور وہ تعلق دل کا ہے حضرت حق جل وعلا سے اور اس تعلق کے مختلف انحاء اور ڈھنگ ہیں اور ان انحاء میں سے ہر ایک کا نام نسبت رکھا جاتا ہے چنانچہ اس کی تفصیل اپنے محل پر مذکور ہے اور ایک شریعت کا ظاہر ہے اور وہ اوامر شرعیہ کا بجالانا اور منہیات سے باز رہنا اور ان افعال ظاہرہ اور تعلقات قلبیہ کے درمیان ایک نہایت باریک علاقہ ہے کہ حضرت شیخ ولی اللہ قدس سرہٗ کو شرح وتفصیل سے اس کے بیان کی توفیق ملی ہے پس جو شخص اپنے وجدان سے اس علاقہ کو سمجھ لے اس کی عبادت سراسر مغز بے پوست

Marfat.com

ہو جاتی ہے اور اس کے افعال احوال کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ ورنہ وہ شخص قشری اور محض خشک زاہد ہو جاتا ہے۔ اگر ظاہر افعال شرعیہ کے ساتھ تمسک رکھتا ہو نہیں تو ایک گونہ الحاد (بے دینی) اس کے عقائد میں راہ پا جاتا ہے۔ اگر باطن شرع کے ساتھ تمسک کر کے ظاہر شریعت کو درجہ اعتبار سے ساقط کر جائے اور چونکہ اس علاقہ کا سمجھنا کثرت افعال کو وحدت احوال میں انتظام دینے کے قبیل سے ہے اس لیئے صاحب حب عشقی کو اس میدان میں جولاں کرنے کی گنجائش نہیں مگر ارباب حبّ عقلی کی تقلید سے اور ان آثار سے جو مذکور ہوئے ان آثار کا کھوج لگالینا جو بسبب تنگیٔ مقام کے قلم تحریر میں نہیں آسکے۔ اہل دانش و صاحبان فطانت پر چنداں مشکل اور دشوار نہیں اَلْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْاِشَارَةُ۔[1]

چوتھی ہدائیت

حبّ عشقی کے ثمرات کے بیان میں اور یہ تین افادوں پر مشتمل ہے۔

پہلا افادہ

جب کیفیت عشقیہ کی شدّت اور تیزی اور تجلّی علمی کے جذب کی قوّت اور کمال منجذب ہونے روح الٰہی کی وجہ سے شہادت و مثال کا غبار کھل جاتا ہے اور ظلمانی اور نورانی پردے پھٹ جاتے ہیں اور بناء بر وعدہ۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا[2] اور مطابق کلمہ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ[3] کے ضرور مشاہدہ جمال لایزال حضرت ذوالجلال کا میسّر ہوتا ہے اور قرب اور معیت کا معنیٰ جو کہ مضمون اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ[4] کا ہے اور جس کو وصال کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں ظاہر ہو جاتا ہے۔

وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِيْ[4] وَاحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ[5]

---

[1] عقل مند کے لیئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے ۔ [2] یعنی جو لوگ ہمارے راستے میں کوشش و مجاہدہ کرتے ہیں ہم انہیں اپنا راستہ دکھا دیا کرتے ہیں [3] یعنی تم مجھے یاد کرو گے میں تمہیں یاد کروں گا [4] میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں [4] اور میں اس کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرے [5] اور تو اللہ کو یاد رکھ تو اس کو اپنے سامنے پاوے گا ۔

Marfat.com

اور جو تب و تاب اور قلق و اضطراب محرومی اور مہجوری کے وقت میں برداشت کیئے تھے ان کے بدلے میں سر ور و ابتہاج کی خلعتیں اور ہم کلامی اور شرگوشی کے سرو پا ہاتھ آتے ہیں غرض پریشانی الفت سے اور وحشت اُنسیت سے بدل جاتی ہے۔

دوسرا افادہ

پھر جب توفیق کا راہبر اس مشاہدہ کی خوشی کے سرمست کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچتا ہے تو فنا اور بقاء کا مقام پوشیدگی کے پردہ سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس اجمال کا بیان یہ ہے کہ جس طرح لوہے کے ٹکڑے کو آگ میں ڈال دیتے ہیں اور آگ کے ٹکڑے ہر طرف سے اسے احاطہ کر لیتے ہیں بلکہ آگ کے اجزائے لطیفہ اس آگ کے ٹکڑے کے نفس جوہر میں داخل ہو کر جاتے ہیں اور اس کی شکل و رنگ کو اپنے جیسا بنا لیتے ہیں اور گرمی اور جلانا جو آگ کی خاصیتوں میں سے ہے اس لوہے کے ٹکڑے کو بخش دیتے ہیں تو اس وقت ضرور وہ ٹکڑا (لوہے کا) آگ کے انگاروں میں شمار ہو جاتا ہے لیکن نہ اس وجہ سے کہ وہ لوہا اپنی حقیقت کو چھوڑ کر خالص آگ کی حقیقت سے بدل گیا ہے کیوں کہ یہ امر تو صریح البطلان ہے بلکہ یہ لوہے کا ٹکڑا فی الحقیقت لوہا ہی ہے مگر شعلہ ہائے ناریہ کے لشکروں کے ہجوم کی وجہ سے اس کا لوہا پن اپنے آثار و احکام کے سمیت بھاگ گیا ہے اور جو آثار و احکام آگ پر مترتب ہوتے ہیں وہی آثار و احکام سارے کے سارے بے کم و کاست اس لوہے کے ٹکڑے پر مترتب ہو سکتے ہیں یوں نہیں بلکہ وہ آثار و احکام اب بھی آگ ہی پر مترتب ہیں جس نے اس لوہے کے ٹکڑے کو احاطہ کیا ہوا ہے لیکن چونکہ آگ نے اس لوہے کے ٹکڑے کو اپنی سواری بنا کر اپنی سلطنت کا تخت قرار دے رکھا ہے اس لیئے وہ آثار و احکام لوہے کے ٹکڑے کی طرف نسبت کیئے جا سکتے ہیں چنانچہ آیۂ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ[1] اس کیفیت کا بیان ہے اور آیت فَاَرَادَ رَبُّکَ[2] اسی کی طرف

---

[1] یعنی میں نے اس کام کو اپنے اختیار و ارادہ سے نہیں کیا [2] سو تیرے رب نے ارادہ کیا۔

اشارہ ہے

الغرض اگر اس میں اس آہن پارہ کو بولنے کی طاقت ہوتی تو سوزبان کے ساتھ آگ اور اپنی عینیت اور یک جان ہونے کا شور اور غل مچاتا اور خواہ مخواہ ضرور ایک ساعت کے لیئے اپنی حقیقت سے غافل ہوکر یہ بول اٹھتا کہ میں جلانیوالی آگ کا انگارہ ہوں اور میں ہر وہ چیز ہوں کہ بادرچیوں لوہاروں اور سناروں بلکہ تمام پیشہ وروں کاریگروں کے کاروبار میرے ساتھ وابستہ ہیں۔ اسی طرح جب اس طالب کے نفس کامل کو رحمانی کشش اور جذب کی موجیں دریائے احدیت کی گہری تہ میں کھینچ لے جاتی ہیں تو اَنَا الْحَقّ[1] اور لَيْسَ فِي جُبَّتِي سِوَى اللّٰهِ[2] کا آوازہ اس سے صادر ہونے لگتا ہے اور یہ حدیث قدسی کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا[3] اور ایک روایت کی رو سے کہ وَلِسَانَهُ الَّذِي يَتَكَلَّمُ بِهٖ[4] اسی حال کی حکایت ہے اور حدیث[5] اِذْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ . . . . . اور حدیث[6] يَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا شَاءَ اسی سے کنایہ ہے اور یہ نہایت باریک بات اور نہایت نازک مسئلہ ہے چاہیئے کہ تو اس میں خوب تامل وغور کرے اور اس کی تفصیل کو دوسرے مقام پر چھوڑ دیئے۔

وَرَاءَ ذٰلِكَ فَلَا اَقُوْلُ لِاَنَّهٗ ۔۔۔ سِرٌّ لِسَانُ النُّطْقِ عَنْهُ اَخْرَسُ

یعنی اس کے سوا میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ ایسا بھید ہے جس سے بولنے والی زبان

---

[1] یعنی میں خدا ہوں [2] یعنی میرے بردو پہلو میں بجز اللہ کے اور کچھ نہیں [3] یعنی میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے[4] اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے[5] یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے کہا اللہ نے اس کی بات کو سن لیا جس نے اس کی تعریف کی اور حمد کی [6] یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر حکم چاہے بھیجتا ہے۔

Marfat.com

گونگی ہے اور زنہار خبردار اس معاملہ پر تعجب نہ کرنا اور انکار سے پیش نہ آنا کیوں کہ جب وادیٔ مقدس کی آگ سے ندائے[1] اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ صادر ہوئی تو پھر اشرف موجودات سے جو حضرت ذات سبحانہ وتعالیٰ کا نمونہ ہے۔ اگر انا الحق کی آواز صادر ہو تو کوئی تعجب کا مقام نہیں اور اس مقام کے لوازم میں سے ہے عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا اور قوی تاثیروں کا ظاہر ہونا اور دعاؤں کا مستجاب اور قبول ہونا اور آفتوں اور بلاؤں کا دور کر دینا اور اس معنی کی تصریح اس حدیث قدسی میں موجود ہے لَئِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ یعنی اگر وہ بندہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اسے دوں گا اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے گا اور منجملہ لوازم اس مقام کے ایک یہ ہے کہ اس صاحب حال کے دشمن و بداندیش پر وبال اور مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے چنانچہ حدیث قدسی[2] مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ اسی مضمون کا فائدہ دیتی ہے

تیسرا افادہ

پھر جب کوئی اور لطیفہ غیبی اور جذبہ لاریبی اس طالب کو پہنچتا ہے تو اس کے ادراک کو نہایت بڑی وسعت اور بے حساب فراخی حاصل ہوجاتی ہے جس کے سبب سے تمام حقائق کونیہ اور موجودات امکانیہ ذات بیچوں کے سامنے نیست ونابود نظر آنے لگتے ہیں اور جو نسبت پہلے مقام میں اس طالب کے اپنے نفس اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کے درمیان ظاہر ہونے لگتی ہے بغرض انبساط وجود پر حضرت حق کی قومیت کا انبساط اور ان حقائق متکثرہ کا قیام اس ذات واحد یکتا کے ساتھ اس کی سمجھ میں آسکتا ہے اور آیت[3] هُوَ الْاَوَّلُ

---

[1] یعنی بے شک میں خدا ہوں تمام جہان کا پروردگار [2] یعنی جس نے میرے ولی سے دشمنی کی تو میں اسے لڑائی کے لیے میدان کارزار میں للکارتا ہوں [3] یعنی سب سے پہلے اور پیچھے اور ظاہر اور باطن وہی ہے اور وہ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے

هُوَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور حدیث لَوْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَى الْاَرْضِ السَّابِعَةِ السُّفْلٰى لَهَبَطَ عَلَى اللّٰهِ کے مضمون کے ساتھ دم مارنے لگتا ہے سبحان اللہ حب عشقی کی کیا عمدہ تاثیر اور تجلی علمی کا کیا خوب جذب ہے کہ یہ ایک مشت خاک اس مقدس اور پاک مقام میں کس قدر چالاک ہو جاتی ہے اور اس بے قدر مٹی نے بڑے رب الارباب کے قرب کی مجلس میں کیا عمدہ جائے نشست اور خوبی کا مقام پایا

جسم خاک از عشق بر افلاک شد ✤ کوہ در رقص آمد و چالاک شد

عشق جان طور آمد عاشقا ✤ طور مست و خر موسیٰ صاعقا

یعنی خاک کا جسم عشق کی بدولت آسمانوں پر چڑھ گیا۔ پہاڑ (عشق کے طفیل) رقص میں آیا اور چالاک ہو گیا۔ اے عاشق عشق طور کی جان ہے طور مست ہے اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر گئے ہیں اور اس مقام کے لوازم میں سے وحدت وجود سے دم مارنا اور معارف الٰہیہ کے ساتھ لب کھولنا اور ان ابیات کے مضمون کو پڑھنا

آنچہ نے میگوید اندر زیر و بم ✤ فاش گر گویم جہاں بر ہم زنم

جملہ معشوق است و عاشق پردہ ✤ زندہ معشوق است و عاشق مردہ

منجملہ احکام حبِّ نفسانی کے جس قدر بیان کرنا یہاں ضروری تھا وہ بیان ہو چکا باقی رہی اس مقام کی شرح و بسط خصوصاً مقام فنا اور بقاء کی تفصیل پس قوم یعنی صوفیاء کی کتابوں سے طلب کرنی چاہیئے اور قدوۃ الاولیاء اور زبدۃ الاصفیاء یعنی حضرت ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس کمال کو "قرب النوافل" سے تعبیر فرماتے ہیں۔

دوسری فصل

طریق نبوت کے امتیاز کے وجوہ کے بیان میں اور یہ فصل چار ہدایتوں پر مشتمل ہے

ے یعنی اگر تم سب سے نچلی ساتویں زمین تک ایک رسی لٹکا دو تو وہ اللہ ہی کے علم پر جا گرے گی ✤

Marfat.com

پہلی ہدایت

حب ایمانی کے حاصل کرنے کے اسباب کے بیان میں اور یہ تین تمہید اور دو افادہ پر مشتمل ہے۔

پہلی تمہید

جاننا چاہیئے کہ انسان کی اصل پیدائش میں چند چیزیں فطرتاً رکھی ہوئی ہیں اور ان امور کا اچھا جاننا اور ان کی ضدوں کو برا سمجھنا اس کی طبیعت میں رکھا ہوا ہے اور نوع انسان کا ہر فرد بشرطیکہ اس کی جبلت[1] اہل جہل و عناد جنہوں نے اپنی فطرت کو بگاڑ دیا ہے اور اپنی جبلت کے احکام کو برباد کر دیا ہے کی تقلید کے نقش سے صاف پاک ہو ان امور کو اپنی اور تمام اپنے ہم جنسوں کی خوبیوں اور فخر کی باتوں سے شمار کرتا ہے اور ان امور کی ضدوں کو اپنے اور اپنے ہم جنسوں کے عیب اور نقص کا سبب جانتا ہے اور ابنائے نوع میں سے جس کسی کو ان امور سے خالی اور ان کی طلب و تلاش سے بے رغبت پاتا ہے اسے کم فہموں اور بے وقوفوں کی جماعت سے شمار کرتا ہے اور ان فطرتی امور میں سب سے عمدہ منعم اور احسان کرنے والے کی محبت اور اس کی تعظیم ہے اور اسکی جانب میں اس کے ماسوا پر ترجیح دینا اور اس کی نعمتوں کا شکر کرنا اور اس کی رضا جوئی میں مشقتیں اٹھانا اور مالوفات کو ترک کرنا اور مرغوبات کو اس کی راہ میں خرچ کرنا اور اپنے آپ کو اس کے بندوں کے زمرہ میں شمار کرنا اور اس کے سامنے اپنے نفس کو ناچیز محض دیکھنا اور اس کی مدح و ثنا کے ساتھ زبان کھولنا اور جوارح کو اور ہاتھ پاؤں کو اس کی خدمت اور اطاعت میں استعمال کرنا اور اس کے بار احسان کے نیچے گردن کو پست کرنا اور اپنے اوپر اس کی منت و احسان کو قول اور فعل سے ظاہر کرنا اور مرغوب اور دل پسند چیزوں کو اس کی فرمانبرداری اور اطاعت میں ترک کر دینا اور اس کی رضا جوئی اور احکام کی بجا آوری کے ارادہ پر دل کو محکم اور مضبوط رکھنا اور اس کے سامنے پست ہونے اور نیاز رکھنے سے

---

[1] یعنی شریعت اور طبیعت ۱۲ منہ

Marfat.com

عار نہ کرنا گو نا کارہ امور اور دشوار و ناگوار کام پیش آجاویں اور امور مذکورہ پر جن کا خلاصہ منعم کی حق شناسی ہے استقامت رکھنا اور ہمیشگی کرنا۔ خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ اچھی فطرت والے انسان کو اپنے منعم کے ساتھ ایک ایسا علاقہ ہو جاتا ہے کہ کبھی مدت العمر اس کے عہدہ سے کسی خدمت کے ساتھ ہرگز نہیں نکل سکتا اور کسی چیز کو اس کی نعمتوں کے مقابل و موازی نہیں سمجھ سکتا اور اس کی خدمات کی بجا آوری میں محنتوں اور مشقتوں کے اٹھانے کی جز اسوائے اس کے اس کی رضا کے اور کچھ نہیں جانتا اور اگر تو خوب غور اور تامل کرے گا تو افراد انسان میں سے کسی فرد کو جو فطرت کی خوبی میں اپنے اقران کا مسلم اور مانا ہوا ہو" اس معنی سے خالی نہ پاوے گا اور محبت منعم کے ساتھ مدح اور تعریف کرنا اور اس کے ساتھ فخر اور بڑائی کرنا اور منعم کی ناشکری اور احسان نہ ماننے سے پرہیز اور نفرت کرنا اور نمک حرامی کو گالی اور دشنام دہی کے مقام میں استعمال کرنا اس نوع کے افراد میں جاری ہے مثلاً اگر تو کسی شخص کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور اپنے موالی اور مالکوں کی خیر خواہی اور آقا کی نمک حلالی اور استاد کی تعظیم اور بادشاہوں کی فرمانبرداری کے ساتھ یاد کرے تو البتہ وہ شخص اپنے قول کو منجملہ اپنے مدائح اور تعریفوں کے شمار کرے گا اور اس مدح سے اسے خوشی اور فرحت حاصل ہو گی بلکہ اس قائل کی نسبت نفع رسانی کی کوشش اور محبت کا خیال اس کے دل میں محکم ہو جاوے گا۔ اور اگر والدین کی نافرمانی اور مالکوں سے بھاگنا اور آقا کی نمک حرامی اور استادوں کی اہانت اور بادشاہوں کی بغاوت کو کسی طرف نسبت کیا جاوے تو البتہ وہ شخص اس قول کو اپنی مذمت اور ہجو سمجھ کر اس کے قائل کی نسبت رنجیدگی اور غصہ اور غضب بہم پہنچا کر اس کے قائل کی ایذا رسانی میں کوشش کرے گا اور حب منعم کے فروع میں سے ہے اس کے شعائر کی تعظیم کرنا یعنی جن امور کو منعم کے ساتھ ایک خاص قسم کی ایسی مناسبت ہے کہ جو شخص اس مناسبت سے واقف ہو ان امور کا خیال کرتے ہی منعم کی طرف انتقال کر جاوے جیسے منعم کے نام اور کلام اور لباس اور ہتھیار کی تعظیم کرنا یہاں تک کہ اس کی سواری اور رہنے کے مکان

Marfat.com

کا ادب کرنا چنانچہ جس شخص کو ان امور کا محاورہ ہو اور امراء عظام و مصاحبان کرام وغیرہ حق شناسوں کے ساتھ صحبت ونشست برخاست رکھتا ہو اور انہیں فرمان بادشاہی اور تخت سلطانی کی تعظیم کرتے دیکھا ہو اس پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے اور جب شعائر منعم کی تعظیم کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اس چیز کی تعظیم کا باعث ہو جاتی ہے جو اس کی محبت کی تائید کرے اور اس کے شکر کا رواج دے مثلاً جو شخص منعم کی شکر گزاری کی طرف دعوت کرتا ہے یا اس کی خدمت گزاری کی طرف اس محب کی تائید کرتا ہے یا اس کی نعمتوں پہ اطلاع اور آگاہی دیتا ہے (وہ عزیز معلوم ہونے لگتا ہے) اور جب یہ مرتبہ بھی کمال قوت پکڑ جاتا ہے اور حد سے بڑھ جاتا ہے تو ان امور کی تعظیم کا سبب ہو جاتا ہے جو اس محب سے منعم کی تعظیم اور اس کی خدمت گزاری میں ظاہر ہوئے ہوں یعنی ان افعال و اقوال کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو منعم کی نعمتوں کے مقابلہ میں بجالایا تھا اور جو اموال اس کی رضا جوئی میں خرچ کیئے تھے ان کی تعظیم کرتا ہے۔ یہ مت سمجھنا کہ یہ خیال اپنے اقوال اور افعال پہ عجب وناز کے قسم سے اور مال کے خرچ کرنے پر فخر کے قبیل سے ہے کیوں کہ ان اقوال و افعال و اموال کی دو جہتیں ہیں ایک جہت سے تو محب کے کمالات میں سے ہیں اور دوسری جہت سے منعم کے شعائر ونشانات میں سے ہیں اور ان کی تعظیم اور عزت دوسری جہت سے متعلق ہے نہ پہلی جہت سے اور منجملہ ان امور کے محبت جواد اور فیاض کی ہے اور مراد جواد سے وہ شخص ہے کہ امور نافع یعنی فائدہ مند چیزوں کی بلا غرض بخشش اور فیاضی کیا کرتا ہے کیوں کہ ہر انسان سلیم الفطرت جس شخص کو اس صفت سے موصوف جانتا ہے بالطبع اس کو دوست رکھتا ہے مثلاً اہل سخاوت و فتوت اور ارباب جود و مروت خواہ وہ سلاطین ذوی الاقتدار ہوں یا امراء نامدار دانائی اور لیاقت والے لوگوں میں سے ہر شخص ان کو تہ دل سے دوست رکھتا ہے اور ان سخیوں کی عزت و جاہ کی ترقی اور زیادت کی خواہش ان کے دل کے اندر استقرار پکڑ جاتی ہے خواہ ان بزرگوں سے کوئی

Marfat.com

انعام نہیں پہنچا ہو یا نہ چنانچہ اہل وجدان پر پوشیدہ نہیں حالانکہ ان کے بزرگوں میں سے کسی کو حقیقۃً سخی اور جواد نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ سوائے حق جل و علا کے جو شخص امور نافعہ کی فیاضی کے در پے ہوتا ہے اور فیض رسانی میں کوشش بجالاتا ہے تو البتہ دینی اور دنیاوی غرضوں میں سے کوئی نہ کوئی غرض اسے ضرور ہوتی ہے خواہ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی یا ثواب جزیل کی طلب یا عذاب اُخروی سے بچنے یا اپنے اخلاق کی تہذیب یا اپنے نام ونشان کی خواہش یا سخاوت وکرم سے مشہور ہونے یا اپنے ہجولیوں کی مدح اور ثنا کی تمنا وغیرہ اس قسم کے امور اس سخاوت اور فیاضی کا باعث ہوتے ہیں لیکن چونکہ فیاضی اور انعام کے وقت یہ سخی لوگ اس غرض کو پوشیدہ اور مستور رکھتے ہیں اور محض بے غرضی ظاہر کرتے ہیں اس لیئے اوپر اوپر کی نظر میں جوادِ مطلق کے ساتھ مشابہت پیدا کر لیتے ہیں اس وجہ سے صاحبان فطانت اور دانا لوگوں کی محبت کے مستوجب ہو جاتے ہیں جب مجازی جوادوں کا یہ حال ہے تو جوّادِ مطلق سبحانہ وتعالیٰ کے کیا کہنے کہ حقیقت میں صفت جود وکرم اسی ذات فیاض پر منحصر ہے اور بس کیا تو دیکھتا نہیں کہ اگر کبھی کسی وقت میں کسی بخشش کرنے والے سے انعام اور فیض رسانی کے وقت اپنی غرض کا حاصل کرنا یا کسی منفعت کا حاصل کرنا ظاہر ہو جاوے تو سب سمجھ دار لوگ اسے کریم النفسوں اور فیاضوں کی جماعت سے نکال کر کمینوں اور لپست ہمتوں کے زمرہ میں سے شمار کرتے ہیں اور منجملہ ان امور کے صمد کی تعظیم ہے اور مراد صمد سے وہ شخص ہے کہ خود بے نیاز ہو اور اس کے غیر کو اس کی طرف حاجت پیش آوے اور صمدیت ایسا امر ہے کہ کمال اور نقصان میں متفاوت ہے کیوں کہ کھانے اور پینے اور جماع وغیرہ لوازم حیوانیت سے مستغنی ہونا صمدیت کا ایک مرتبہ ہے اور جہت اور شکل اور لون وغیرہ لوازم جسمانیت سے مستغنی ہونا اس سے اوپر کا مرتبہ ہے اور مددگار اور وزیر اور شریک اور مشیر اور آلات اور وسائط وغیرہ لوازم عجز سے مستغنی ہونا اور ایسا ہی جاسوسوں اور

Marfat.com

اور ہرکاروں اور خفیہ نویسوں اور وقائع نگاروں وغیرہ لوازم جہل سے مستغنی ہونا اس سے اوپر کا مرتبہ ہے اور علت سے مستغنی ہونا خواہ فاعل ہو یا قابل جسے دوسرے لفظوں میں وجوب سے تعبیر کرتے ہیں ایک مرتبہ ہے جو اس سے اوپر ہے اور دوسرے مراتب فوقانیہ کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے اور اسی طرح اس کی طرف غیر کے محتاج ہونے کے مراتب بھی متفاوت ہیں کیونکہ حلِّ مشکلات اور دفع بلّیات میں محتاج ہونا ایک مرتبہ ہے اور تربیت اور تغذیہ[1] اور تنمیہ[2] میں محتاج ہونا دوسرا مرتبہ ہے جو اس سے اوپر ہے اور ہاتھ پاؤں اور قوتوں کے حاصل ہونے میں اس کی ایجاد اور عنایت کی طرف محتاج ہونا ایک اور مرتبہ ہے جو اس سے بھی اوپر ہے اور نفس وجود اور بقائے وجود میں اس کا محتاج ہونا یعنی کتم[3] عدم سے نکلنا اور منصۂ[4] شہود پر جلوہ پذیر ہونا ایک اور مرتبہ ہے جو اس سے بھی اوپر ہے اور ان کے سوائے مراتب فوقانیہ کو انہیں پر قیاس کرنا چاہیئے اور صمدیّت کے ہر مرتبہ کے مقابل تعظیم کا ایک مرتبہ ہے جو کمال و نقصان میں اس کی مثل ہوتا ہے یعنی جس قدر زیادہ صمدیّت عالی ہوگی اور احتیاج صمد کی طرف قوی تر ہوگا اسی قدر تعظیم جو اس کے مقابل ہے زیادہ کامل اور جامع ہوگی غرض صمدیت اور تعظیم ترازو کے دو پلّوں کی طرح خیال کرنا چاہیئے جس قدر ایک پلہ میں علوّ اور رفعت ہوگی اسی قدر دوسرا پلہ پستی اور تہ نشینی کی طرف جھک پڑے گا اور اس امر کا ثبوت کہ تعظیم صد لوازم انسانیت میں سے ہے یہ ہے کہ جو شخص کسی مذہب کا پابند ہو خواہ وہ مذہب حق ہو یا باطل عبادت کو جو غایت تعظیم کا نام ہے کسی کے حق میں جائز نہیں رکھتا تا وقتیکہ اس کی صمدیت ثابت نہ کرلے یعنی عبادات اسی ذات کی جائز رکھتا ہے جو

---

[1] غذا دینا کھانا پلانا [2] تنمیہ بڑھانا چھوٹے سے بڑا کرنا [3] کتم کے معنی پردہ [4] منصہ چبوترہ یعنی نابودگی کے پردہ سے نکل کر وجودِ ظاہری کے بلند چبوترہ پر ظاہر ہو جانے میں تمام مخلوق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا محتاج ہے۔

Marfat.com

عابد کی ابنائے جنس کی حوائج سے مستغنی اور بے نیاز ہو اور جو عابد اپنی حوائج اور مشکلات میں اس کی طرف محتاج ہو بلکہ ہر مذہب کا آدمی اپنے معبود کے مستحق عبادت ہونے پر اسی صمدیت کی وجہ سے استدلال کرتا ہے اور شارع نے بھی معبودان باطل کی معبودیت کو صمدیت کے نہ ہونے سے باطل کیا ہے کہ جا بجا ان کی محتاجی کو ثابت کیا ہے اور ان کے پوجنے والوں کا کسی حاجت میں ان کی طرف محتاج نہ ہونا ظاہر کیا ہے چنانچہ علم تفسیر میں مہارت رکھنے والوں پر یہ امر پوشیدہ نہیں اور منجملہ ان امور کے اہل کمال کی محبت اور ان کی تعظیم ہے اور یہ امر ظہور اور بداہت ہے اس مرتبہ پر پہنچا ہوا ہے کہ محتاج بیان نہیں کیوں کہ ہر سلیم الفطرت جس شخص کو کسی کمال سے موصوف جانتا ہے جیسے علم و ذکاوت اور قوت و قدرت اور حسن سیرت و صورت اور وقار و تمکین وغیرہ، ضرورۃً دل سے اس شخص کو دوست رکھتا ہے اور حسب قدر اس کی تعظیم و تکریم کر سکتا ہے بجالاتا ہے اور اس کی صحبت و ہم نشینی میں کوشش کرتا ہے اور چونکہ صفات کاملہ مراتب کمال و نقصان میں بے حد تفاوت رکھتی ہے اس لیئے حب و تعظیم جو ان کے مقابلہ میں ہو گی ناچار متفاوت ہو گی مختصر خلاصہ یہ ہے کہ جب ان امور میں سے ہر ایک امر سلیم الفطرت انسان کے باطن میں حبّ عقلی کے پیدا کرنے کے لیئے کافی ہے تو ان سب امور کا جمع ہونا خصوصًا جب نہایت مرتبہ کمال میں ہو تو بے شک ایسی محبت کے زیادہ ہونے اور بے حساب تعظیم کے پیدا ہونے کا باعث ہو گا جس سے زیادہ متصوّر نہیں۔

دوسری تمہید

چونکہ منعم حقیقی اور جواد مطلق کے علم میں افراد انسان کے لیئے مصائب اُخرویہ سے نجات پانے کا یہ وسیلہ اور برترین مناصب سے کامیاب ہونے کا ذریعہ اس کے سوائے اور کوئی نہیں تھا کہ حق جل وعلا کی نہایت قوی محبت جو اس کی نہایت تعظیم سے ملی ہوئی ہو حاصل کریں اسی لیئے منعم کی محبت اور اس کی مثل اور امور جو

Marfat.com

عین جبلت[1] میں اس کی طبیعت کے اندر ودیعت رکھے ہوئے تھے انہیں امور کو اس سعادت جاودانی اور سرمایہ دو جہانی کے افاضہ کا طریق مقرر کر کے اشرف اور کامل ترین افراد انسان کی زبان ہدایت نشان پر اس امر کی منادی کرا دی کہ اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ مِنْ نِعْمَتِہٖ یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو اس لیے کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں کھلا کھلا کر تمہاری پرورش اور تربیت کرتا ہے اور کو بہ فطرت سے یہ آواز دے دیا کہ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میرے قدم بقدم چلے چلو اور لطف اور مہربانی سے بھرا ہوا کلام جو حضرت حق کی نعمتوں سے مشحون اور آثار صمدیت کی شروح وبسط سے پر اور صفات کمال کا ثابت کرنے والا اور نقص وزوال کے داغ کا دور کرنے والا تھا اس کے بطن میں ڈالا اور ایسی تسبیحات اور تکبیرات جو کہ اس کی صمدیت کی مشعر ہیں اور ایسی تحمیدات جو اس کے جود وانعامات سے خبر دینے والی اور اس کے اوصاف وکمالات کی مخبر ہیں اور ایسی تہلیلات جو اس کے تفرد بالوہیت کو جو کہ صمدیت کی اصل ہے" ظاہر کرنے والی ہیں اور تفرد در ربوبیت کو آشکارا کرنے والی ہیں جو کہ بخشش وانعامات کی اصل اور محامد وکمالات کی بیخ و بنیاد ہے" اکمل افراد کے واسطہ سے تعلیم فرمادیں اور محض اپنے فضل وکرم سے افصح العرب والعجم کے بیان بلاغت نشان سے وہ آیات واضح کر دیں جو آفاق و اطراف عالم میں منبث[2] و پراگندہ تھیں اور ذوات ونفوس میں مضمر[3] اور پوشیدہ تھیں اور وہ عجائبات آشکارا کر دیے جو اجرام علویہ اور اجسام عنصریہ خصوصاً نوع انسان کے اندر رکھے ہوئے تھے یعنی اس کے ایجاد میں بہت سے تغیرات اور تحولات جیسے نطفہ ہونا اور علقہ[4] اور مضغہ[5]

---

[1] پیدائش [2] منبث کے معنی ہیں پھیلی ہوئی [3] مضمر کے معنی چھپی ہوئی [4] علقہ جما ہوا خون [5] گوشت کی چھوٹی سی بوٹی جو منہ میں ڈال کر چبائی جا سکے۔

Marfat.com

بننا جو مادہ پر گزرتے ہیں اور اس کی تصویر اور نقاشی میں رنگہائے خوشنما اور صور تہائے دلربا اور اعضائے متناسبہ اور قوائے متخالفہ کا ایجاد کرنا اور اس کی تربیت میں غذا پہنچانا اور نشوونما دینا اول تو شکم مادر میں ثانیاً صغر سن اور بچپن میں اور ثالثاً جوانی اور کلاں سالی میں رابعاً بڑھاپے اور سن شیوخت میں پھر دفع بلیات اور حل مشکلات اور اغاثت[1] ملہوفین اور اجابت دعائے مضطرین سے اور اس کی ہدایت کے لیے پیغمبروں کا بھیجنا اور کتابوں کا نازل کرنا تاکہ جو امور خمیرۂ فطرت کے اندر مستور تھے منقد ظہور پر جلوہ گر ہو جائیں اور دین حنیفی ان کے نصیب ہو جس کے معنی بجز تصقیل[2] فطرت کے اور کچھ نہیں چنانچہ مضمون اس آیت کا فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا[3]
فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ
اس امر کا شاہد ہے اور مدلول آیت بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا[4] اس امر پر دال ہے

تیسری تمہید

جاننا چاہیئے کہ اگرچہ افعال و اقوال فروع و توابع احوال میں لیکن بعض وجہ کے لحاظ سے ان کو احوال کے متمم اور مکمل بھی شمار کر سکتے ہیں کیونکہ افعال اور اقوال قالب اور بدن کے حکم میں ہیں اور احوال بمنزلہ روح اور جان کے ہیں اور جس طرح قالب بے جان جمادات کی جنس سے شمار کیا جاتا ہے اسی طرح جان بے قالب زیور کمالات سے عاطل و برہنہ

---

[1] مصیبت زدوں کی فریاد کو پہنچنا [2] صیقل کرنا اور روشنی کرنا [3] یعنی ایک طرف کا ہو کر اپنے چہرے کو صحیح کر جس فطرت پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اس فطرت کو لازم پکڑ اسے ضائع نہ ہونے دے اللہ کی پیدائش کا بدل دینا جائز نہیں یہی ہے دین سیدھا [4] جب یہود و نصاریٰ نے یہودیت اور نصرانیت کی دعوت دی ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ کہنے کا حکم دیا کہ ہم ملت ابراہیم کو تھامے رہیں گے جو سب باطل دین چھوڑ کر ایک طرف کا ہو گیا تھا

Marfat.com

ہے مثلاً گالم گلوچ اور مارپیٹ اگرچہ کیفیت غضبیہ کے فروع سے ہیں اور قوت غضبیہ احوال قلبیہ سے ہے لیکن ان آثار کو اس کے متممات اور مکملات کے مرتبہ میں رکھنا چاہیئے کیوں کہ اگر کسی کو حالت غضب یا فرحت عارض ہو اور اس کے آثار جیسے سب وشتم یا نغمہ و سرود سرائی اور ضرب وجلد یا عیش ونشاط کے اسباب کی آرائش اور عشرت وانبساط کی محفلوں کا ترتیب دینا اور ان کی مثل اور اقوال وافعال فرحیہ یا غضبیہ کے ظہور سے حیا مانع آئے تو ایسا غضب اور فرحت وہ ساوس نفسانیہ کی جنس سے شمار ہو کر فوراً غضب کی آگ کی لپیٹ منطفیٰ ہو جاتی ہے اور فرحت کا انبساط انقباض اور پژمردگی سے بدل کر باطل ہو جائے گا اور اگر اس حالت قلبیہ کی تائید اقوال لسانیہ اور افعال جسمانیہ سے کرتے رہیں تو البتہ اسے قوت اور تزاید وترقی میسر ہو جاتی ہے اور وسعت واحاطہ حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح منعم جواد کی محبت اور اس صمد کی تعظیم جو اپنے کمالات میں اضداد وانداد سے منزہ ہے اگرچہ امور قلبیہ اور حالات نفسانیہ میں سے ہے لیکن اقوال محبت انگیز اور افعال تعظیم آمیز اس کو دوبالا کر دیتے ہیں اور وہ آب وتاب بخشتے ہیں جو اہل وجدان سلیم پر مخفی نہیں اور ان امور کے سوا وہ حالت قلبی ایسی ہو جاتی ہے جیسے ہاتھ کنگنا کا تب اور شہسوار بے اسپ، جب اس مقدمہ کی تمہید ہو چکی تو ہم اصل مطلب کیطرف رجوع کرتے ہیں۔

پہلا افادہ

واضح ہو کہ مرد سلیم الفطرت جو ازل الآزال سے زمرۂ اہل سعادت میں لکھا جاچکا ہے اور بارگاہِ الٰہی سے ایک عنایت مخفی اس کے بارہ میں مرعی رکھی گئی ہے جب اپنے گوش ہوش سے اس امر کو سنتا ہے کہ اس کا منعم حقیقی جس نے نعمت ہائے جسمانیہ ونفسانیہ

---

۱ گالی گلوچ ۲ مارنا کوڑے لگانا ۳ بجھی ہوئی

Marfat.com

اس کو بخشی ہیں صمدیت کے برترین مراتب میں اور جود و بخشش کے بلند ترین مناصب میں واقع ہیں۔ اور کامل ترین اوصاف اور بہترین نعوت سے متصف ہے اور نقص کے سمات[1] سے منزہ اور زوال کی صفات سے مبرا ہے اور یہ شخص قوی ترین[2] مراتب احتیاج میں واقع ہے کیوں کہ ہر گھڑی اور ہر ساعت میں ہر چیز کے لیئے اس کا محتاج ہے گویا کہ اس کا تمام وجود حاجت درجات ہے یہاں تک کہ اپنے جوارح اور اعضاء میں بھی اس کا محتاج ہے گویا کہ اس کا تمام وجود حاجت درحاجت ہے اور منعم حقیقی کی نعمتیں باوجود کمال صمدیت اور بے پروائی کے ہر ساعت بارش کی طرح برس رہی ہے اور اپنی بصیرت کی آنکھ سے ان آیات اور نشانات کو دیکھتا ہے جو آفاق و انفس میں پراگندہ اور پھیلی ہوئی ہیں اور ان عجائبات پر نظر ڈالتا ہے جو کہ از سمک تا سماک اور از ثریٰ[3] تا ثریا بلکہ عرش یا فرش خاص کر نوع انسان میں خصوصاً اس ناظر کے اپنے نفس و ذات میں جن کے بعض کی طرف شروع کلام میں اشارہ گذر چکا ہے مبسوط اور پھیلائی ہوئی ہیں تو لابد امور مذکورۃ الصدر جو اس کی فطرت میں ودیعت رکھے گئے ہیں ایک جنبش پیدا کرتے ہیں اور اس کے سینہ کو پر کر دیتے ہیں اور اس کی تہ دل سے منعم حقیقی کی نسبت بڑی حب اور نہایت درجہ کی تعظیم اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور ایسے اقوال و افعال کے ظہور کا تقاضا کرتی ہے جو اس کی تعظیم اور اس کے شکر پر دال ہوں اور اس کی صمدیت اور اس کے کمالات کے شایان شان دکھلائی دیں اور ایسے سؤال کے بذل و خرچ کر ڈالنے کی متقاضی ہوتی ہے جن سے اس کی رضا و خوشنودی حاصل ہو سکے پس اس کی تسبیحات و تحمیدات و تکبیرات جو افعال خضوعیہ[4] اور حرکات تعظیمیہ کے ساتھ ممزوج[5] ہوں۔ بمعہ ملاحظہ ان معانی کے جو اول کلام میں مذکور ہو چکے ہیں اس

---

[1] داغوں اور نشانوں [2] یعنی مرد سلیم الفطرت اپنے آپ کو یوں سمجھتا ہے کہ میں سخت محتاج ہوں [3] زمین آسمان تک [4] خواہش کرنے والی [4] فروتنی والے [5] ملے ہوئے

سے سرزد ہونے لگتے ہیں خصوصًا تہلیل جو اس کے اعلائے مراتب صمدیت اور اقوی سے مقامِ ربوبیت سے منفرد و یگانہ ہونے پر دلالت کرتی ہے اس سے ظاہر ہونے لگتی ہے خصوصًا اس کا کلام پاک جو امورِ اربعہ مذکورہ کا ایسی وجہ پر شارح و مفسّر ہے جس سے بڑھ کر متصوّر نہیں باوجودیکہ وہ کلام پاک شعائر منعم کی تعظیم سے مخلوط و ممزوج ہے پس اس کلام پاک کو وہ مومن پاک کمال تعظیم سے مع تدبّر معانی کے اس وجہ سے کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے زبان پر لاتا ہے اور ان اذکار کی لذت خصوصًا اس کلام کی عظمت اس کے قلب و عقل کو مالامال کر دیتی ہے اور الفاظ کی شیرینی اور مضامین کی رنگینی اس کے دل کو شکار کر لیتی ہے اور اس کے ہوش و عقل کو سرسبز روشن اور نورانی کر دیتی ہے اور خیالات منتشرہ اور وساوسِ پراگندہ اور امانی باطلہ[1] اور عزائم عصیاں اور حب و تعظیم ماسوی اللہ کو پاش پاش کر کے لاشے اور فانی کر دیتی ہے اور اس کے عقل اور دل کو الواث بہیمیہ[2] سے پاک کر دیتی ہے یہ ہے ذکر اس قوم کا اور ہم نے اس کا نام ذکرِ ایمانی رکھا ہے اور چونکہ ابتدائے کلام سے معلوم ہو چکا ہے کہ اقوالِ لسانی اور افعالِ جسمانی سے احوال نفسانی کو تائید عظیم بہم پہنچتی ہے اور آب و تاب فخیم[3] میسر ہوتی ہے پس بناءً علیہ ذکر مذکور امور اربعہ فطریہ کی زیادتی اور ترقی کا باعث ہو جاتا ہے اور ایک الفت اور تعظیم جدید ذاکر کے وجود سے فوارہ کی طرح جوش مارا اٹھتی ہے اور حب اور تعظیم کا جوش اور اقوال و افعال کا صدور کا متقاضی ہے اسی طرح جانبین سے یہ سلسلہ چلتا جائے گا تاکہ تہلیل کا مضمون جس کے معنی میں حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کا یگانہ ہونا الوہیّت و ربوبیت اور فضائل ذاتیہ اور فواضل متعدیہ میں اور اقصائے مراتب استغنا اور اوسع وجود لنعمائے کے ساتھ متصف

---

[1] باطل آرزوئیں ۱۲ [2] منہ جمع لوث بمعنی لاگ و چپیٹ [3] بہت بڑی ۱۲ [4] نعمتیں جو دوسروں کو پہنچی ہوئی ہیں

ہونا اور انعام و تاثیرات کے وسائط کا نظر سے گر جانا اور ان کی طرف التفات کرنے سے اعراض و روگردانی کرنا اور ان کے حال سے بالکل بے اعتنائی اور لاپرواہی کرنا اس کے دل میں قرار پکڑ جاتا ہے اور نہایت مضبوط و مستحکم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ تمام کائنات جو عالم کون میں ظہور پذیر ہے اور آئندہ ظہور پکڑ جاتی ہیں تمام کو بلا واسطہ اس کی قدرت کاملہ سے متعلق و وابستہ جانتا ہے اور جو انعام کہ اس پر اور اس کے امثال پر قابض ہو جاتا ہے سب کو بلا حجاب اس کی تربیت بالغہ کے آثار سے شمار کرتا ہے اور جو کمال کہ موجودات کے ذرات میں سے کسی ذرہ میں چمکتا ہے سب کو اس کے جمال لایزال کا عکس سمجھتا ہے اور جو نقصان ممکنات میں سے کسی ممکن کے اندر ہوتا ہے سب کو اس کے بارگاہِ جلال سے دور اعتقاد کرتا ہے پس ساعۃً فساعۃً اس کی قدرت کے عجائبات کے دریا میں غوطے لگاتا ہے اور بلبلے کی طرح بادِ حیرت کے سوا کچھ ہاتھ میں نہیں آتا۔ آناً فاناً اس کے انعامات کی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے اور بجز مضمون عجز و خجالت اور اسکی نعمتوں کے حقوق کے ساتھ قیام نہ کر سکنے کے سوا کچھ حاصل نہیں کرتا۔ یہ ہے فکر اس قوم کا اور ہم نے اس کا نام رکھا ہے مراقبہ صمدیّت

دوسرا افادہ

جب یہ فکر حدِ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو الفت شدید تعظیم مفرط کے ساتھ ملی ہوئی اس کے دل کی تہ میں سے سر نکالتی ہے اور اس کے سب قوی باطنہ کو مضمحل کر دیتی ہے اور ایک ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے کہ اس کی تشبیہ بجز گل جانے نمک کے پانی میں یا اضمحلالِ شبنم[1] کے آفتاب کے سامنے اور کسی چیز سے نہیں دی جا سکتی اور اس کی ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ اوپر دیکھتا ہے تو تمام آیات عظمت اور انعام کی پاتا ہے

---

[1] نابودگی۔ گم شدگی ۱۲ منہ

Marfat.com

اور اگر پاؤں کے نیچے دیکھتا ہے تو آثار عظمت و انعام دیکھتا ہے اور اگر اپنے اندر دیکھتا ہے تو یہی دیکھتا ہے۔ اور اگر اپنے باہر دیکھتا ہے تو یہی دیکھتا ہے اور اگر اپنے آپ کو اس کی خدمت اور اس کے انعام کے شکر میں خاک سے برابر کر دے بلکہ خاکستر برباد بنا ڈالے اور پھر اس سعی بلیغ کو اپنے خیال میں اس کے انعامات سے موازنہ کرتا ہے۔ اور عقل کی ترازو میں اس کی عظمت کے ساتھ تولتا ہے تو انفعال اور شرمندگی کا دریا اپنے دل کی پیشانی سے ٹپکا دیتا ہے اور اپنے آپ کو اس میں مستغرق جانتا ہے بلکہ اپنے جوارح اور قوتوں کو بھی منجملہ اس کی نعمتوں کے شمار کر کے اور اس کی قدرت کے عجائبات کو پہچان کر نہایت درجہ کی محبت اور تعظیم بہم پہنچاتا ہے۔ بیت

تا رسم بچشم خود کہ جمالِ تو دیدہ است افتم بپائے خود کہ بہ کویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را کہ دامنت گرفتہ بہ سوئم کشیدہ است

اور جس وقت اس کا مبارک نام زبان پر لاتا ہے تو اس کا تمام باطن اس اسم عظیم کی عظمت اور حلاوت سے اس طرح لرزے میں آجاتا ہے جس طرح نسیم سحر کی تاثیر سے شاخ درخت بید اور اس کی ہر بن مو سے اپنے عجز اور احتیاج کی ندا اور اس ولی النعم[1] کی بے نیازی اور استغناء کا آوازہ فوارہ کی طرح جوش مارتا ہے پس اس الفت شدیدہ کو جو کہ نہایت تعظیم سے ملی ہوئی ہوتی ہے اور مومن کے ظاہر و باطن پر مسلط ہو جاتی ہے" حب ایمانی سے ملقب کرتے ہیں اور چونکہ اس حب کا بیج مومن کی عقل کی خاک پاک میں جو اتباع ہوا و اختراع بدعت سے خالی ہے بویا ہوا ہوتا ہے اس لیے ہم اس کا نام حب اللہ عقلی رکھتے ہیں اور اس وجہ سے کہ شارع نے اسی حب کی طرف دعوت دی ہے اور اپنے بندوں کی مدح کے مقام میں اسی کو ذکر کیا ہے اور دین کے تمام ارکان اور

---

[1] ولی النعم۔ نعمتوں کا صاحب ۱۲ منہ

Marfat.com

آداب کو اسی حبّ کے حاصل کرنے کے لیے مقرر فرمایا ہے اس لیے ہم اسے حُبّ ایمانی سے بھی نامزد کرتے ہیں

دوسری ہدایت

حب ایمانی کے مویدات کے بیان میں اور دو تمہید اور تین افادہ پر مشتمل ہے ؛

پہلی تمہید

مخفی نہ رہے کہ حب ایمانی کے حصول کے اسباب کی اصل اور اس سعادت جاودانی کی مویدات کی بیخ و بنیاد حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کا اجتبا[۱] اور اس جوّاد مطلق تعالیٰ شانہ کا اصطناع[۲] و اصطفاء[۳] ہے جو کہ ازل الآزال میں اس ذرہ ناچیز کا نصیب ہو کر اسے زمرۂ مقبولاں سے شمار کر لیا ہے پس وہی اجتبائے ازلی اس ذرّہ ناچیز کو حضیض[۴] خاک سے اٹھا کر ذروۂ[۵] سماک تک کشاں کشاں لے جاتا ہے اور ہر مقام میں ایک لطف جدید اور تربیت مناسب اس سے ظہور میں آتی ہے لیکن چونکہ وہ اجتبائے فطری مستور[۶] الاثر اور مفقود الخبر[۷] ہوتا ہے اور بعض امور مناسبہ کی ملاقات سے خفا کا پردہ اس کے چہرہ سے دور ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کے آثار ظہور پذیر ہو جاتے ہیں بنابریں ان امور کو منجملہ مویدات اور آثار کے شمار کر سکتے ہیں. اگرچہ مؤید حقیقی اور سبب اصلی وہ نور ازلی ہے جو کہ ابتدائے آفرینش سے اس کی طبیعت کی تہ میں ودیعت رکھا گیا تھا کیوں کہ ان امور مؤیدہ کے اضعاف[۸] مضاعف سے ان آثار کے عشر عشیر[۹] کا حاصل ہونا مستبعد معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ اس قسم کے الطاف اس قسم کے وظائف پر مترتب ہوں۔

---

[۱] مہربانی کرنا [۲] چن لینا [۳] برگزیدہ کرنا [۴] پستی [۵] آسمان کی بلندی [۶] اس کا اثر پوشیدہ [۷] اس کی خبر گم ۱۲ منہ

[۸] دو چند سے چند [۹] دسویں حصے کا دسواں حصّہ

Marfat.com

دوسری تمہید

جاننا چاہیئے کہ اگرچہ اس سرمایہ سعادت کے مؤیدات کو تحریر اور تقریر میں مقید کرنا نہایت مشکل ہے بلکہ ناممکن امر ہے لیکن مقولہ مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ ، کے بموجب ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تاکہ صاحبان عقل و دانش غیر مذکور کو مذکور پہ قیاس کر کے حقیقت کا سراغ لگایا ہے۔

پہلا افادہ

حب ایمانی کے عمدہ مؤیدات سے ایک یہ امر ہے کہ شریعت کے اتباع پر دلی ارادہ کو پختہ اور مضبوط کریں اور موافقت سنت پر کمال رغبت کریں اور بدعت سے نہایت درجہ نفرت کریں اور اللہ تعالیٰ کی محکم رسی کو قوت اور زور سے پنجہ مارنا یعنی کتاب مبین اور سنت رسول امین کا ظاہر و باطن سے پورا پورا اقتداء کرنا اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیئے کمر ہمت کو چست باندھنا اور اس جل جلالہٗ کا اعتقاد اور تعظیم اور اس شعائر کا ادب خصوصًا شرع شریف کا ادب جو کہ اعظم شعائر ہے خوبی سے درست کرنا یہ نہ سمجھنا کہ مقصود اس کلام سے عبادات شرعیہ کا کثرت سے بجالانا ہے یا وسواس کو بہم پہنچانا ہے جسے عوام الناس تقوی کے نام سے ملقب کرتے ہیں بلکہ مقصود اس سے عقائد شرعیہ پہ قلب کا اطمینان ہو جانا اور اوامر دینیہ کی نسبت تہ دل سے محبت اور رغبت اور تعظیم کا جوش مارنا اور خالق سبحانہ و تعالیٰ کی رضا جوئی میں خلق کی موافقت اور مخالفت کی کچھ پرواہ نہ کرنا اور موانع اور عوائق[ع] کے اٹھانے میں ارادہ کا محکم کرنا چنانچہ اپنے منعم کی رضا جوئی میں اپنے جان و مال کو برباد کر دینا ہے اور اس کے اوامر کی بجا آوری میں اپنے سر و سامان کو ہار دینا اپنی ہمّت عالیہ کے سامنے ایک جو کے برابر بھی

[ف] یعنی جو چیز ساری کی ساری حاصل نہ ہو سکے اس کو بالکل ہی نہ چھوڑ دینا چاہیئے بلکہ کچھ نہ کچھ حاصل کرنا چاہیئے۔ جتنا ہو سکے اتنا ہی سہی [ع] رکاوٹ ۱۲ منہ

نہ شمار کرے اور جس عائق و مانع کو اپنی ہمت کی ترازو میں اس کی رضا جوئی سے موازنہ کرے ذرہ کے برابر بھی اس کا وزن نہ سمجھے بلکہ اس کی بصیرت کی آنکھ میں ان دونوں کا موازنہ ایسا دکھائی دے جیسے تنکے کو پہاڑ سے تولنا اور اپنے دل میں اس مانع کے اٹھانے اور اس عائق کے ہٹانے پر دلیری پائے اور باعتبار ہمت مردانہ اپنے آپ کو اس پر غالب اور زبردست سمجھے اگرچہ وہ عائق نہایت سخت اور دشوار گزار ہو۔ پہلوان آہنی تن کی طرح نقیبوں کی سرود سرائی کی آوازیں اور ہمسر جوانوں کے میدان میں نکلنے کے نعرے اس کو مست کر کے لڑائی کے میدان میں کھینچ لائیں پس وہ غیرمست بہادری اور پر دلی کے نشہ کے سبب سے کسی کو اپنا ہم پلہ نہیں جانتا بلکہ اپنے دل میں یقیناً جانتا ہے کہ جس کی طرف ہمت کا منہ اٹھاؤں گا اور جدھر عزیمت کا رخ کروں گا فوراً بے حقیقت چیونٹی کی طرح پامال کر ڈالوں گا اگرچہ رستم زماں وافر اسباب وقت ہو اور یہ ایک وجدانی امر ہے کہ تقریر و تحریر کا دائرہ اس کے بیان و تصویر سے تنگی کرتا ہے بجز وجدان صحیح اور قلب سلیم کے کسی کو اس کارخانہ میں دخل نہیں

؎ لذت مئے نشناسی بخدا تا نہ چشی

دوسرا افادہ

منجملہ مؤیدات حب ایمانی کے جانب حق جل وعلا کو جانب نفس پر ترجیح دینا ہے یعنی طرح کہ نفس میں اس سے ایک قسم کا انکسار اور شکستگی پیدا ہو جائے اور صفت بہیمیت کی بنیاد میں اس سے انقلاع[1] ظاہر ہو جائے اور جو امور اس انکسار کے باعث اور اس انقلاع کے موجب ہوتے ہیں ان میں بحسب اختلاف اشخاص اور اوقات اور بڑا تفاوت اور فرق ہے مثلاً جو شخص کھانے پینے کا فریفتہ ہے اور مکھی کی طرح نان و حلوی پر گر پڑتا ہے۔ اس کی بہیمیت کے دور کرنے میں ان امور کی خواہش کو ترک کرنا اور غیر کو اپنے اوپر

---

[1] اکھڑ جانا اور گر جانا

Marfat.com

محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ایثار کرنا" جس جگہ نہ ایسی چیزوں کے حصول کی طمع ہو نہ حق شناسی اور خدمت گزاری کی امید ہو اور نہ زہد و ایثار سے مشہور و نیک نام ہونے کی توقع ہو" دخلِ عظیم رکھتا ہے علیٰ ہذا القیاس اس شخص کی تطہیر قلب میں جس کی فطرت میں جس کی فطرت میں عورتوں کی عشق بازی اور شہوت رانی رکھی ہوئی ہے۔ اگر اس کو حُسنِ اتفاق و یاوری بخت و اقبال سے معشوقہ[۱] ذات جمال اور محبوبہ صاحبِ حسب و مال رقیبوں سے نظر بچا کر آملے تو اس خوشی کے وقت میں خدائے تعالیٰ کی خوشنودی چاہنے کے لیے اور اس کے عذاب سے ڈر کر زنا سے پرہیز کرنا باوجودیکہ رغبت مصاحبت طرفین کے دامنگیر حال ہے اور شوق و شہوت جوش زن ہے اور کسی مانع طبعی اور عرفی کا نام و نشان نہیں حالانکہ اِس معشوقہ کا وصال حاصل کرنے میں اس نے بڑی بڑی بدنی مشقتیں اٹھائی تھیں اور بہت سے اموال خرچ کیئے تھے" دخلِ عظیم رکھتا ہے۔ اسی طرح بخیل مال پرست و منان طالب و عزت و نام محض لوجہ اللہ بے حساب مال خرچ کرنا اس حیثیت سے کہ نام و نشان کی طلب اور مبذول[۲] علیہ کی مدّاحی اور حق شناسی کی امید نہ ہو یا اس کے کسی پہلے احسان کا عوض یا مکافات یا آئندہ اس سے کسی منفعت کے حاصل ہونے کی امید نہ ہو یا سخاوت وجود سے مشہور ہونے کی توقع نہ ہو۔ ایسا[۳] کام کرتا ہے کہ اس کے غیر میں نہیں کرتا اسی طرح مفلس فقیروں اور ذلیل مسکینوں کے ساتھ تواضع کرنا۔ باعزت اغنیاء کے حق میں جو اپنے اقران و امثال میں عزت و جاہ سے ممتاز ہوں؛ اسی طرح ہلاکت کی جگہوں میں پیش قدمی کرنا جہاں جان و مال کا تلف ہونا اور عیال و اطفال کی بربادی نظر آتی ہو، اہلِ جبن[۴] و بزدل لوگوں کے حق میں جنہوں نے میدان کارزار اور معرکہ نبرد کا چہرہ آنکھ سے نہیں دیکھا اور زمانہ کے گرم و سرد کو مطلق

---

[۱] صاحب جمال ۱۲ [۲] یعنی جس کو کچھ دیا ہے [۳] یعنی کنجوس کا اس طریق سے مال خرچ کرنا ایسی تاثیر رکھتا ہے۔ [۴] نامردی

نہیں چکھا اور اسی طرح بحث و مناظرہ میں سکوت کرنا اور سچی بات میں جھگڑا چھوڑ دینا اور اپنی نافہمی اور غلطی کا اقرار کر لینا ان علماء کے حق میں جو ذکاوت و تبحر میں مشہور ہیں اور قوت مناظرہ اور خصم (جانب مخالف) کے ساکت کرنے میں نامور ہیں اور توجیہہ اور تاویل کے فن میں یدطولیٰ[1] رکھتے ہیں اور حل اور منع میں کعب[2] علیا رکھتے ہیں اور اسی طرح اپنے ابنائے جنس واقران پر حسد نہ کرنا اور نام ونشان کی مطلق پرواہ نہ کرنا اور اہل زبان میں امتیاز کا طلب نہ کرنا اور خوارق وکرامات اور کشف ووقائع آئندہ اور دعائے قبولیت کے اظہار میں کوشش نہ کرنا ان مشائخ کے حق میں جو قوت تاثیر سے موصوف ہیں اور کشف وقائع میں مشہور ہیں (یہ تو اختلاف اشخاص کے متعلق جو تفاوت تھا اس کا بیان ہوا) لیکن بحسب اختلاف اوقات کے جو فرق ہوتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ دیکھو یہ پانی کا پیالہ ہے جسے سیرابی کے وقت میں خصوصاً آباد شہروں میں اور جاری نہروں کے کنارے پر کوئی کوڑی کے بدلے بھی خرید نہیں کرتا۔ پھر ناگاہ ایسا وقت آجاتا ہے کہ ایک لق ودق بے آب وگیاہ میدان میں گرفتار ہو جاتا ہے اور شدت پیاس کی وجہ سے جاں بلب ہو جاتا ہے پس ہزار جدوجہد سے آب زلال کا ایک پیالہ کہیں پیدا کر کے اپنی تمام ہمت سے اس کی طرف متوجہ ہو کر اور اپنی زندگی کو اس میں منحصر سمجھ کر اس پیالۂ پُرآب کو ہاتھ میں لے کر چاہتا ہے کہ خشکی لب اور سوزش سینہ کو اس آب زلال سے دور کرنے اور اپنی جان کو ہلاکت سے نجات بخشے اس اثناء میں ایک اور شخص جو اسی حال میں گرفتار تھا اس کو اپنے اوپر ایثار کیا اور گویا کہ اپنی جان کا عرق نکال کر اور اپنے جگر سے ایک ٹکڑا کاٹ کر اس شخص کو دے دیا اور اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے کہ ہر طالب علم جو مدرسہ میں بیٹھتا ہے اور ہر فقیر جو کسی خانقاہ میں ڈیرہ لگائے ہوئے ہوتا ہے بلکہ ہر مسلمان جو کسی مسجد میں آمدورفت رکھتا ہے اپنی حیثیت کے مطابق بجا لاتا ہے۔ پس

---

[1] یعنی بڑی طاقت [2] یعنی بڑی دسترس ۱۲ منہ

ناگاہ ایک ایسا وقت آ پہنچتا ہے کہ اس میں اظہارِ کلمۂ حق جانبازی کا موجب اور آبروریزی کا سبب ہوتا ہے لیکن اس میں کسی سنت کا زندہ کرنا یا کسی بدعت کا معدوم کرنا آتا ہے۔ ایسے وقت میں کلمہ حق کہنا بڑی قدر و قیمت رکھتا ہے۔ القصہ ان کلمات کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض سہل اور آسان آسان کام ہیں کہ بحکم عادت اکثر یہ کوئی عالی ہمت شخص ان کی پرواہ نہیں کرتا اور ان کاموں کے لیئے چنداں اہتمام نہیں کرتا اور یہ کام اپنے فاعل کے نفس میں کچھ اثر نہیں بخشتے۔ پھر ایک ایسا وقت آ پہنچتا ہے کہ یہی امور افضل عبادات اور مشکل ترین ریاضات ہو جاتے ہیں اور فاعل کے نفس میں ایسی تاثیر پہنچاتے ہیں کہ ان سے ہزار چند امور سے اتنی تاثیر کے حاصل ہونے کی امید نہیں ہوتی۔

تیسرا افادہ

حُبِّ ایمانی کے منجملہ مؤیدات کے بڑے مواقع عظیمہ میں کسی فعل کا واقع ہونا ہے چنانچہ شریعت کی تائید اور سنت کے زندہ کرنے اور بدعت کے نابود میں کرنے کوشش کرنا یا طرقِ حقہ میں سے کسی طریقت کا رواج دینا یا مقبولانِ بارگاہِ حق تعالیٰ میں سے کسی مقبول کی امداد کرنا یا اہلِ بلایا و مصائب میں سے کسی مظلوم ستم رسیدہ کی فریاد رسی کرنا یا اہل حوائج و غرامت[۱] رسیدگان میں سے کسی عاجز کی اعانت کرنا یا کسی اہل قلق و اضطراب کی تنگی کی کشائش کرنا یا کسی پیچ و تاب کے گرفتار سے حالت عسرت و ناداری کا دور کرنا اور اسی طرح ایسی سعی و کوشش جس سے نفع عام ظاہر ہو یا اس کی وجہ سے اصلاح فیما بین الناس حاصل ہو۔ اگرچہ یہ سعی نفس پر چنداں شاق نہ گزری ہو اور چنداں صرف اموال کثیرہ یا اوقات عزیزہ کا موجب اور ابذل[۲] مرغوبات[۳] اور ترک مالوفات کا باعث نہ ہوئی ہو

فائدہ

ماہرین فن حدیث پر پوشیدہ نہ رہے کہ احادیث رسول امین اور آثار سلف صالحین میں جو سہل سہل اور تھوڑے تھوڑے اعمال پر بڑے بڑے ثمرات کثیرہ کا مترتب ہونا ذکر

---

[۱] تاوان ۱۲ [۲] بذل سے مراد خرچ کرنا [۳] مرغوبات پسندیدہ چیزیں ۱۲ [۴] دل پسند چیزیں ۱۲

Marfat.com

ہوتا ہے اجمالاً اس کی وجہ یہی سمجھنی چاہیئے۔ یعنی یہ افعال یا دوسری قسم سے ہوں گے یا تیسری قسم سے اور وہ اگر بمع شرائط صادر ہوں تو اپنے فاعل کے نفس میں حب ایمانی کے پیدا ہونے کو واجب کرتے ہیں اور حب ایمانی بحسب مراتب خود کمالاً وہ نقصاناً بالذات موجب نجات اور سبب رفع درجات ہے واللہ اعلم

تیسری ہدایت

حب ایمانی کے آثار کے بیان میں اور یہ مشتمل ہے چھ افادہ پر

پہلا افادہ

حب ایمانی کے عمدہ آثار میں سے تمام ہمت وعزیمت کا حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے اوامر کی تعمیل میں فنا ہو جانا اور اس کی رضا جوئی تک پہنچانے والے مقبول طریقت کی اشاعت میں کوشش کرنا اور لوگوں کو اس کی اطاعت اور فرماں برداری کی طرف دعوت کرنے میں جدوجہد کرنا اور ترک بدعت وفساد کی طرف ان کو ہدایت کرنا نہ مکالمہ ومشاہدہ اور حصول مقامات فنا و بقاء اور حقائق اشیاء کے مکشوف ہونے کی طلب وتمنا کرنا ہے اور ہرگز ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ مراد اس کلام سے ان کا محروم ہونا ہے۔ ان مقامات سے یعنی یہ کہ صاحبان حب ایمانی ان درجات پر ترقی نہیں پا سکتے حاشا وکلا (ایسا ہرگز نہیں) بلکہ سب لوگوں میں سے یہ بزرگ زیادہ تر سعادت مشاہدہ ومکالمہ سے کامیاب ہونے والے ہیں اور میدان ہائے فنا کے شہسوار ان میں زیادہ تر چالاک اور معارف وانکشاف حقائق اشیاء کے سمندروں میں سب سے بہتر تیراک ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان کا مقصود اصلی اور مراد دلی بجز رضائے مولی واطاعت مصطفیٰ اور کوئی چیز نہیں ہوتی اگرچہ وہ مقامات رفیعہ اور درجات عالیہ کسی طریقہ کسبی یا محض عنایات وجذبات وہبی سے ان کے نصیب ہو جائیں بیت

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر ازیں تمنائے

Marfat.com

الغرض صاحب اس حب کو سوائے طلب رضائے مولیٰ اور بجز اس کی فرمانبرداری کے اور کوئی کام نہیں اور ایسے ہجر اور بعد سے جو کہ "اس کی فرمانبرداری میں خلل انداز اور اس کے غصہ اور غضب کا موجب نہ ہو" اسے کچھ عار نہیں اور وہ حالات نفسانیہ اور ملکاتِ قلبیہ جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی توقع اور زیادتی میں کام نہ آئیں اس کے کسی کام کے نہیں اور اسی استغراق ہمت اور فنائے عزیمت کے نتائج سے ہے کل ماسوی اللہ سے تمام علائق حبیّہ اور بغضیہ کا جن" کا منشاء رضاجوئی خداوندی نہ ہو منقطع ہو جانا اور خوف خدا و محبت الٰہی کی وجہ سے طلب مشکل کشائی اور دفع بلّیات و استدعا منافع وغیرہ کا اسی میں منحصر ہو جانا اور ان تمام امور کی اصل ایک حالت ہے حالات قلبیہ میں سے کہ اس کا نام وثوق اعتماد علی تربیت اللہ ہے جیسے ایک غلام فرمانبردار کو اپنے مولائے مشفق کی تربیت پر اعتماد ہو جاتا ہے کہ وہ غلام اسی اعتماد کی وجہ سے اپنے حوائج کے حاصل کرنے کی فکر سے ہر حال میں فارغ البال رہتا ہے اور غم اور فکر کی فوجیں اس کے دل پر ہجوم نہیں کر سکتیں اور اپنے مولیٰ کے سوائے اور کسی کا خوف اور کسی دوسرے کی امید اس کے دل میں راہ نہیں پا سکتے اور اپنے مولیٰ کے مال و ملک میں اس کی اجازت سے بے کھٹکا تصرف کرتا ہے اور اس کے فرمانبردار غلاموں اور سرکش چاکروں پر بڑی دلیری سے حملہ کرتا ہے اور یہی اعتمادِ قلبی توکل کی روح ہے اور باقی امور اس کے قالب ہیں۔ یہ مت سمجھنا کہ کل کا مقتضا اسباب (عادیہ) کا مطلق ترک کر دینا ہے نہ بلکہ اسباب پر اعتماد کا چھوڑ دینا

ع گفت پیغمبر بآوازِ بلند　　　بر توکل زانوئے اشتر بہ بند

دوسرا افادہ

منجملہ آثار حب ایمانی کے بلاؤں اور مصیبتوں پر دلیر ہو جانا اور یہ معنی از قسم صبر کے نہیں بلکہ اس سے اعلیٰ تفصیل ہے اس کی یہ ہے کہ جس طرح کوئی شخص اپنے منعم کی رضاجوئی کے لئے مشقتیں اٹھاتا ہے اور ان مشقتوں کی تلخی اس کے دِل اور جان کو پہنچتی ہے لیکن

Marfat.com

چونکہ اپنے منعم کی رضا اور خوشنودی ان مشقتوں کے برداشت کرنے میں سمجھتا ہے اس لیئے وہ تمام سختی اور تلخی اپنے اوپر روا رکھتا ہے۔ اور اس محنت کشی اور تحمل مشقت کو جو اس نے محض اپنے مولی کی رضا جوئی کے لیئے اختیار کی ہے صبر کی جنس سے شمار کرنا چاہیئے اور ایک دوسرا شخص ہے کہ منعم نے اس کو اپنی رنگا رنگ نعمتوں میں محفوظ کر رکھا ہے اور طرح طرح کی عنایتوں سے کامیاب کر رکھا ہے مثلاً ایک بڑا عالی شان محل اس کے لیئے محفل شادی کی ترتیب دے رکھی ہے اور اہل عشرت و نشاط اور خوشی اور دل لگی کے لوگ اس کے لیئے حاضر کر رکھے ہیں اور مسند شاہانہ اور حلّۂ عروسانہ اس کے لیئے تیار کر رکھا ہے پس وہ بندہ فرمانبردار انقیاد و شعائر کمال عزت و افتخار سے اس محفل میں رونق افروز رہے تو ایسی خوشی اور شادمانی اور فرحت اور کامرانی اگر بچھو یا پسو اسے کاٹے تو فرماں بردار غلام جو سر سے پاؤں تک انعامات و اکرامات سے پر ہو رہا ہے خوشی کی موجوں اور فرحت کی نہروں میں اس دکھ کو ذرہ برابر نہ سمجھے گا اور ہرگز اس درد کا رنج اس کے دل پر نہ گذرے گا اور اگر پریشانی کی کوئی حرکت کسی وقت اس سے صادر ہو تو پھر اپنے دل میں شرمندگی اور خجالت کھینچے گا اور اس ناشائستہ فعل کے صدور کی وجہ سے اپنے آپ کو طفل طبعوں اور اور سبک مزاجوں کے گروہ سے شمار کرے گا۔ اسی طرح حب ایمانی والا بسبب ملاحظہ کثرت نعم خداوندی اور طرح طرح کی تربیت ربانی کے کسی مصیبت کو اگرچہ اعظم المصائب کیوں نہ ہو ایک جو کے برابر شمار نہیں کرتا اور اس مصیبت کی کدورت اس کی خوشی اور سرور میں کسی طرح کا خلل اور فتور نہیں ڈال سکتے۔ پس ان بلاؤں کی پرواہ نہ کرنا اور شدائد و مشکلات کو خاطر میں نہ لانے اور مصیبتوں کا اثر اس مومن کے دل میں نہ پہنچے اور منعم کی نعمتوں کے ساتھ کمال سرور و ابتہاج کو شجاعت بر بلا یا جاننا چاہیئے اور یہاں سے معلوم ہو گیا کہ صاحب حبّ ایمانی کا کام صبر کے درجہ تک نہیں اترتا اور شکر کی روح وہی سرور قلبی ہے کہ بے شمار نعمتوں اور بے حد بخششوں کے ملاحظہ کرنے کے سبب سے

Marfat.com

ظاہر ہوتا ہے اور باقی تمام افعال اور اقوال تعظیمیہ اس کے قالب ہیں اللہ شجاعت بر بلایا کی فرع سے ہے ہمیشہ خوش اور بے غم رہنا کیوں کہ شجاعت اصل وہی فرحت اور سرور ہے جو کہ منعم حقیقی کی نعمتوں کے ملاحظہ کے سبب سے حاصل ہوتی ہے پھر باوجود آنکہ تمام کائنات سے جن کے منجملہ یہ مشت غبار اور ذرہ بے مقدار ہے" وہ ذات والا صفات مستغنی اور بے پرواہ ہے اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ اس ذات کثیر الاستغناء لم یزل و لایزال ہے اور اس کی نعمتوں کا ہر حال میں فیضان جاری رہا ہے۔ اور اس شجاعت کے فروع سے ہے قضا الٰہی پر راضی رہنا اس لیے کہ وہ مومن حقیقی اور محب تحقیقی جب اپنے کو باوجود عدم استحقاق طرح طرح کی نعمتوں اور رنگارنگ کی شفقتوں میں مستغرق اور اپنے آپ کو ان سے مالامال دیکھتا ہے تو البتہ اس کی عقل خالص جو کہ نور ایمان سے روشن ہے ہر بلا اور مصیبت کو جو اسے پیش آتی ہے تربیت اور تادیب کے قبیلہ سے شمار کرتا ہے اور اس سے قطع نظر کرکے جب اس بات کا خیال کرتا ہے کہ اس کی ذات کسی طرح سے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت کا استحقاق نہیں رکھتی تو نعمت کے زیادہ نہ ہونے کی شکایت یا بعض نعمتوں میں فتور واقع ہونے کا گلہ اس سے صادر نہیں ہوتا بلکہ حکایت شکایت اور حرف گلہ کے لیے اپنے ذہن میں کوئی موقع نہیں پاتا بیت

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش — کہ ہر چہ ساقی ماریخت عین الطاف است

اسی لیے صاحب حب ایمانی کو اشعار شوقیہ اور مضامین عشقیہ سے" جن کے اکثر کا دار و مدار کلمات گلہ اور شکایات پر ہوتا ہے کچھ ذوق و لذت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس قسم کے اشعار سننے سے اسے ایذا اور تکلیف پہنچتی ہے۔

تیسرا افادہ

منجملہ آثار حب ایمانی کے کھانے پینے اور پہننے وغیرہ حظوظ نفسانیہ مباحہ میں ریاضات شاقہ کی چنداں پرواہ نہ کرنا ہے۔ یعنی ان دشوار کاموں کو صاحب حب ایمانی اپنے

Marfat.com

کملات سے نہیں سمجھتا ہے اور قصداً ان مشکلات کا تحمل نہیں کرتا۔ ہاں اگر کوئی غرض اغراضِ صحیحہ سے جو کہ اس کے کمال کے لوازم اور اس کے حال کے آثار سے ہے مرتب ہو رہے تو البتہ ان دشوار کاموں کو سہل بلکہ لذیذ جان کر کمال جرات دل اور وسعت صدر سے تحمل کرے گا جیسے جہاد اور اس جیسے اور مؤیدات دین متین اور متممات شرع متین میں مشقتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنا اور جیسے اس مرغوب کی ترک میں جس کی رغبت دل کی تہ میں جگہ پکڑ گئی ہے اور اس کا علاقہ سویدائے قلب میں جانشین ہو گیا ہے، مشقت کا اٹھانا اور جیسے بھوک پیاس اور برہنگی کو مشقت کو برداشت کرنا بہ سبب ایثار اہل حوائج کے اپنے نفس پر اور ان جیسے اور بھی بہتیرے امور ہیں جو محنت کشی کے موجب ہو سکتے ہیں غرض کہ صاحب حب ایمانی ایسے ریاضات کو بلا موجب قصداً اختیار نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حظوظ انسانیہ اور لذائذ جسمانیہ اس کو بڑی ترقی بخشتے ہیں چنانچہ اس آیت سراپا ہدایت میں اس امر کا اشعار ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ یعنی اے ایمان والو ستھری چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں عنایت کیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس طرح کے بعضے مہربان مولیٰ اپنے برگزیدہ غلاموں کو اپنے مال و متاع میں تصرف کرنے کی مطلق اجازت نہیں دیتے ہیں۔ پس اگر وہ برگزیدہ بندہ محض یگانگی کے اظہار کے لیئے بلکہ اپنی نہایت محتاجی اور اس امر کے ظاہر کرنے کے لیے کہ اس کا کوئی دوسرا کارساز نہیں جو اس کے حوائج کا ذمہ دار ہو یا کوئی دوسرا مولیٰ نہیں جو اسے حظوظ نفسانیہ سے کامیاب کرے بعض متاعوں میں ضرورت سے زیادہ تصرف کر گزرے تو البتہ یگانگی اور اتحاد کا رابطہ زیادہ تر مستحکم ہو گا اور اگر اس سے پرہیز و اجتناب کرے تو البتہ دوئی اور بیگانگی کا پردہ اپنے اور مولیٰ کے درمیان ڈالا ہو گا بلکہ اگر تم مالکوں اور مخلص غلاموں کے معاملات میں اچھی طرح سے غور اور تامل کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ بعض معاملات میں ایسے غلاموں کا نفسانی لذتوں اور جسمانی مزوں کا درخواست کرنا بلکہ فرمائش سے مانگنا علاقہ عبودیت کی آب و تاب کو اس قدر زیادہ کر دیتا ہے کہ اس سے ہزار چند خدمتوں سے ایسے علاقہ کا حاصل ہونا متصور

نہیں بلکہ لبسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ بندہ برگزیدہ جانتا ہے کہ اس کے مالک نے سب عیش وعشرت کا سامان اسی بندہ کے واسطے مہیا کر رکھا ہے لیکن صرف واسطے ظاہر کرنے اپنے احسان کے یا واسطے ظاہر کرنے محتاجی غلام کے یا واسطے کشادگی طبع کے ان کے استعمال کی اجازت کو اس کی غلام کی درخواست پر موقوف کر رکھا ہے پس ایسے احوال میں درخواست اور طلب ان لذائذ اور حظوظ جسمانی کی ایک ایسا لطف رکھتا ہے جو خارج از حد بیان ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب حظوظ نفسانیہ اور لذائذ جسمانیہ کا حاصل کرنا معاملات حب ایمانیہ میں جو کہ مقصود و مطلوب احکام شرعیہ سے یہی ہے اکثر اوقات موجب خلل نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات میں نفع عظیم بخشتا ہے اور کم از کم یہ فائدہ بخشتا ہے کہ دروازہ شکر کا جو حب ایمانی کے اعظم آثار سے ہے اہل ایمان کے منہ پر کھول دیتا ہے اسی لیئے کلام ربانی اور آیات قرآنی ان لذائذ کی اباحت پر ناطق ہیں اور ان لذائذ کے حاصل کرنے والوں پہ اعتراض کرنے سے ساکت ہیں چنانچہ فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ یعنی اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تمہیں بخشی ہیں اور فرمایا يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا یعنی اے پیغمبرو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور اعمال صالحہ بجالاؤ اور فرمایا قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۚ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی کہو کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے ظاہر کی اور ستھری چیزیں رزق سے تو کہہ وہ ان لوگوں کے لیے ہیں جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بہ اشتراک خالص انہیں کے لیے ہیں قیامت کے دن

چوتھا افادہ

منجملہ آثار حب ایمانی کے مناجات کی حلاوت اور طاعات وعبادات کی لذت پانا ہے اور اس امر کی حقیقت شروع کلام میں مذکور ہو چکی ہے کیوں کہ حب ایمانی الیسی الفت اور محبت

کا نام ہے جو نہایت درجہ کی تعظیم سے ملی ہوئی ہے اور یہ امر بحکم ضرورت اقوال وافعال تعظیمیہ کے صدور کا موجب ہوتا ہے بلکہ مدحِ لسانی اور تعظیم جسمانی کا تا بحدسے متقاضی ہوتا ہے کہ بدوں صدور ان امور کے اس حب کے صاحب کے دل کو چین نہیں پڑتا جیسے صاحب غضب سے افعال غضبیہ کا سرزد ہونا اور صاحب سرور سے افعال فرحیہ کا صادر ہونا بہ ضرورت ہوتا ہے چنانچہ ابتداء میں اس کا بیان مفصل ہو چکا ہے الغرض صاحب اس حال کے حق میں باطن شرع جس سے مراد تعلق باللہ ہے ظاہر شرع کے ساتھ جس سے مراد افعال جوارح ہیں ہمیشہ مخلوط رہتا ہے اور اس کے احوال باطنیہ ان افعال ظاہریہ سے ملے جلے رہتے ہیں پس احوال ان افعال کے صدور کا تقاضا کرتے ہیں اور افعال احوال کی قوت و کمال کو ترقی بخشتے ہیں اور اسی عبادت میں لذت اور طاعت میں شیرینی پانے کے سبب سے خشک ملائی سے دور، اور الحاد و بے راہی سے پاک ہوتا ہے اور اسی وجہ سے امر تقویٰ و عبادت میں افراط و تفریط سے محفوظ رہتا ہے۔

پانچواں افادہ

منجملہ آثار حبِ ایمانی کے فوائد متعدیہ کو اپنے نفس کی تکمیل پر ترجیح دینا ہے مثلاً اصلاح فیما بین الناس اور انتظام سیاست منزلی اور سیاست مدنی کو اور خلق اللہ کو خدمت میں مشقتوں کے برداشت کرنے اور ان کی تربیت میں تکلیف سہنے کو اور ان جیسے اور لوگوں کے اختلاط والے امور کو عزلت اور تنہائی اور لوگوں سے بھاگ کر جنگلوں اور بیابانوں میں رہنے اور اپنے اوقات کو اذکار و مراقبات سے معمور رکھنے پر ترجیح دیتا ہے اس لئے کہ پچھلے امور اگر حصول مشاہدہ اور مکالمہ میں تاثیر قوی رکھتے ہیں لیکن قسم اول کو رضائے خداوندی کے کھینچ لانے میں دوسری قسم کے امور سے زیادہ تر داخلت ہے اور اس حب کا صاحب کسی کمال کو اسباب جلب رضائے حق جل وعلا کے ہم وزن اور مساوی نہیں سمجھ سکتا۔

Marfat.com

چھٹا افادہ

حب ایمانی کے عمدہ ترین آثار اور اس کے افضل ترین لوازم سے تقوی کی حقیقت ہے جس کی تعبیر عرف شرح میں صلاح کے ساتھ کی گئی ہے جس جگہ فرمایا وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ: یعنی جو فرمانبرداری کرے اللہ اور رسول کی پس وہ ہمراہ ہیں ان لوگوں کے جن پہ انعام کیا اللہ نے پیغمبروں میں سے اور صدیقوں میں سے اور شہیدوں میں سے اور نیکو کاروں میں سے اور حدیث شریف میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اَلتَّقْوٰی ھٰھُنَا وہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے اور تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ ضرر کرنے والے امور کی نقصان رسانی کا اذعان کمال اور نقصان میں متفاوت ہے اور جو شخص نفس اذعان میں عدم تفاوت کا قائل ہے اس کا قول وجدان و برہان کے خلاف ہے اور اس کا کلام ماؤل ہے اور اس کی تفصیل اپنے مقام میں کی گئی ہے۔ الغرض جو شخص امور ضارہ کی مضرت کا اعتقاد رکھتا ہے لیکن اس کا نفس ان امور کے ترک پر اس کی اطاعت نہیں کرتا اس شخص کو اذعان کا ایسا مرتبہ حاصل ہے جو اضعف ترین مراتب ہے اور اس کو محض اذعان عقلی سے نامزد کرتے ہیں اور ایک دوسرا شخص ہے جس کو امور ضارہ کی مضرت کا اذعان اس حد تک پہنچا ہے کہ اس کے سبب سے اپنے نفس کو ان امور کے ارتکاب سے روک سکتا ہے اگرچہ ان امور ضارہ کو پہنچنے کی خواہش اور ان کے ارتکاب کی میل اس کی طبیعت میں پوشیدہ ہے لیکن ان کی مضرت کا اعتقاد اس خواہش اور رغبت کا مقابلہ کرکے اسے نہیں چھوڑتی کہ اپنے اعضا اور جوارح کو پوشیدہ ناپاکی کے آثار سے آلودہ کرے پس اس شخص کو اذعان کا ایسا مرتبہ حاصل ہے جو پہلے شخص کے مرتبہ سے قوی تر ہے اور اس مرتبہ کا نام اذعان افعالی رکھنا چاہیئے اور ایک اور شخص ہے جنہیں ان امور ضارہ کی مضرت کا اعتقاد اس حد تک قوی ہوگیا ہے کہ جب وہ امور ضارہ اس کے روبرو حاضر ہوتے ہیں اور اس کے دل میں یہ وہم پڑتا ہے کہ ان امور کا اثر اس

کے نفس کو پہنچے گا یا اس کو کوئی ایسی تقریب پیش آئے جو اسے ان امور کے ارتکاب پر باعث ہو تو ایسے وقت میں اس شخص کے باطن میں ایسا خوف اور رکاوٹ پیدا ہوتی ہے جو امورِ طبیعہ کے انتظام کو درہم برہم کر دیتی ہے مثلاً اس کا رنگ اڑ جاتا ہے اور اس کی آنکھیں بے رونق ہو جاتی ہیں اور اس کے اعصاب میں استرخاء اور اس کے اعضاء میں تشنج ظاہر ہو پڑتا ہے اور اس مرتبہ کا نام اذعان قلبی رکھنا چاہیئے پس انہیں مراتب ثلاثہ اذعانیہ کو شرعی گناہوں اور واجبات کے چھوڑنے اور ان جیسے اور امور ممنوعہ شرعیہ کی نسبت پر قیاس کرنا چاہیئے جیسے کفار کے زینت، اور لباس میں تشبہ کرنا اور ان کی عیدوں میلوں پر خوشی منانا اور اہل بدع و اہوا کے ساتھ میل جول کرنا اور ان کی بدعتوں کے رواج دینے میں شامل ہونا پس اذعان کا پہلا مرتبہ عین ایمان ہے کہ بدون اس اذعان کے دوزخ کے درکات سے نجات محال ہے اور دوسرے مرتبہ کو ظاہری تقویٰ کی روح شمار کرنا چاہیئے کیوں کہ ظاہری تقویٰ امور ممنوعہ شرعیہ سے بچنے اور نفس بہیمی کے ساتھ لڑائی کرنے کا نام ہے اور اس کی روح مراتب اذعان سے وہی مرتبہ ہے جس کے سبب سے نفس و شیطان سے مقابلہ کر سکیں اور تیسرے مرتبہ کو تقویٰ حقیقی کی روح شمار کرنا چاہیئے کیوں کہ حقیقی تقویٰ ممنوعات شرعیہ کی نسبت طبعی کراہت ہونے کا نام ہے اور اس کی روح وہی اذعان ہے جو ایمان کی حلاوت ہے اور مراتب احسان سے معدود ہے۔ یہ صاحب اس مقام کے آثار کا نمونہ ہے اور ہر صاحبان وجدان سلیم و ذہن مستقیم جو کہ دل کی آنکھ سے ان امورِ مذکورہ میں تامل کرے گا البتہ ان امور یسیرہ سے آثار کثیرہ کا استنباط کرے گا۔

چوتھی ہدایت

ثمرات حُبّ ایمانی کے بیان میں۔ اس میں پانچ افادے اور دو فائدے ہیں ؛

پہلا افادہ

ایمانی محبت جو اصل میں نہایت درجہ کا پیار ہے جب زیادہ تعظیم کے ساتھ فکر اپنی کمال

کو پہنچتی ہے اور سچے منعم کی رضا جوئی پاک مومن کے اندر اور باہر اعضاء اور قویٰ کو اپنے اثروں اور نوروں سے روشن اور خوبصورت بنا دیتی ہے اور شکر توکل اور نیک بختی اس کے تہ دِل میں جاگیر ہو جاتے ہیں اور تمام موجودات کے پیدا کرنے اور ان میں طرح طرح کے تصرفات سے کر رنگارنگ نعمتوں کے ساتھ اس بے قدر ذرہ اور مٹھی بھر مٹی کی پرورش اور ہر قسم کی بلا اور مصیبت سے اس کا نگاہ رکھنا بھی انہیں میں سے ہے۔ تاثیر کرنے میں اسس ذات بابرکات کی یکتائی کا ملاحظہ اس کے ذہن میں مضبوط ہو جاتا ہے اور افعالی توحید جو کہ ایمان بالقدر کا خلاصہ ہے" اس کے دِل میں یہاں تک بیٹھ جاتی ہے کہ اپنے تمام مال واسباب کو اپنی ملکیت نہیں جانتا بلکہ اپنے آپ کو اس چوپائے کی مانند جو اپنے مالک کے ہرے بھرے کھیت چر رہا ہے" خیال کر کے دنیاوی زینتوں اور زندگانی کے سامانوں سے فائدہ حاصل کرتا ہے اور اپنے اعضاء اور قویٰ کو اور اپنی عبادت کو بھی اپنا نہ جان کر اپنے آپ کو اس لکڑی یا پتھر کی مانند" جس کو اپنے مالک کے کاموں میں صادر ہونے میں واسطہ اور ہتھیار ہونے سے زیادہ کچھ حصّہ نہیں سمجھتا ہے" اور رب الارباب کی ربوبیت کے ساتھ اس کا سینہ یہاں تک کھل جاتا ہے کہ "رَضِيْنَا بِاللّٰهِ تَعَالٰى رَبًّا" اسی مقام کی ایک رمز ہے اور تکالیف شرعیہ کے اٹھانے پر اس کے سینے میں اس قدر وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ "وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا" اور ایسا ہی اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ اسی کلام کی طرف اشارہ ہے اور سنت کی پیروی میں وہ لذت پاتا ہے کہ وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا ایسے ہی بزرگوں کے احوال کا بیان ہے پس خواہ مخواہ بحکم وَالَّذِيْنَ

---

[1] یعنی ہم اپنے پروردگار کے رب ہونے پر راضی اور خوشنود ہیں۔ [2] اور اسلام کے دین ہونے پر ہم خوش ہیں [3] اور کیا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے تو وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی پر ہے [4] اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر ہم راضی ہیں [5] (باقی حاشیہ اگلا صفحہ)

جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي اور [۵]
وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ اور [۲] وَاِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ
اور وَذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ..... خدائے بلند اور
بزرگ کی محبت کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور اس کی رضامندی کے نور کہ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ انہی کی طرف اشارہ ہے روشن ہو جاتے ہیں اور اس کو اپنی ولایت کی پناہ میں لے کر اور اپنی تربیت کے سایہ میں لاکر اپنی ایجادی اور قانونی تدبیر کا ہاتھ بنا دیتا ہے حاصل کلام جناب پاک سے اس کو بہت سارا اتصال اور ایجادات اور احکامات کے سرچشمہ سے فائدہ اٹھانے کا بڑا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے برابر ہے کہ وہ علوم عقلیہ میں ہو یا عوارضِ قلبیہ میں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ روحانی شریعت والوں نے انسان کے باطن میں دو طاقتیں معلوم کی ہیں اول جاننے والی جو کہ سمجھنے کا کام دیتی ہے یعنی اس طاقت کے ساتھ ظاہر یا پوشیدہ چیزیں معلوم کر سکتے ہیں اور جس چیز کا نام عقل ہے دوم ارادہ کرنے والی طاقت جو کہ علوم اور ادراکات کے سوا خوشی اور غصہ اور بہادری اور ڈر اور پیار اور دشمنی اور رضا اور کراہت اور ارادے اور شوق اور انہی جیسی اور ربانی نفسانی کیفیتوں کے اٹھانیوالی ہے اور جس کا لقب قلب ہے اور ان دونوں طاقتوں کا ذوق ظاہر ہے اس واسطے کہ شجاعت کے معنی کا جاننا اور اس حقیقت کا معلوم کرنا اور چیز ہے اور خود شجاعت اور چیز ہے کیونکہ بہت سے شجاعت کے معنی کو جاننے والے اور اس کے اقسام اور اس کے حاصل کرنے کے اسباب کی بحث میں تحقیقات کرنیوالے ایسے بھی ہوتے

بقیہ حاشیہ اور جنہوں نے ہمارے واسطے محنت کی بیشک ہم ان کو اپنی راہیں سوجھا دیں گے [۱] یعنی میں اپنے بندے کے گمان کے موافق ہوں جس طرح کا گمان وہ میرے ساتھ رکھے گا ویسا ہی پائے گا [۲] جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے پس وہی اس کو کافی ہے [۳] اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ اسکو تمہارے واسطے پسند کرے گا [۴] اور وہ نیکو کاروں کا والی ہے [۵] اور یہ اسی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا مولیٰ ہے جنہوں نے مانا

Marfat.com

ہیں کہ کسی راہزن کا مقابلہ بلکہ کسی چور کا سامنا ان سے نہیں ہو سکتا اور بہت سی خونریزی میں
یکتا اور جنگ آزمائی میں طاق بہادر دلیر ایسے ہوتے ہیں کہ بہادری کے معنی سمجھنا اور اس کو
باقی نفسانی کیفیتوں سے جدا کرنا ان سے مشکل بلکہ محال معلوم ہوتا ہے اور معاش یا معاد میں
نقصان پہنچانے والی کسی چیز کے ضرر کا یقین کرنا اور بات ہے اور خود کسی خوف والی اس کیفیت
کا عارض ہونا کہ رنگ کی زردی اور آنکھوں کی بے رونقی اور ہونٹوں کا خشک ہونا اور پٹھوں کا
سست ہو جانا اور اعضاء کا بیکار ہو جانا اس کے آثار میں سے ہے" اور بات ہے اس لیے
کہ اس خوفناک امر کو تو بہادر اور بزدل دونوں جانتے ہیں لیکن بزدل پہ ایسی حالت گزرتی ہے
کہ بہادر پر اس کا عشر عشیر بھی نہیں آتا اسی طرح کسی آدمی خوبصورت کی خوب صورتی کے جاننے
اور اس کے خط و خال کے معلوم کرنے میں عاشق اور غیر عاشق برابر ہیں لیکن جو پیچ و تاب
اور قلق و اضطراب عاشق کے دل پر گزرتا ہے غیر کے دل پر نہیں گزرتا جب یہ تمہید ہو چکی
اور عقل اور قلب کا فرق ذہن میں بیٹھ گیا تو جاننا چاہیئے کہ بعض لوگ ابتدائے پیدائش میں
عقل کے تیز اور قلب کے کند ہوتے ہیں اور بعض اس کے برعکس چنانچہ آزمودہ کار لوگوں پر یہ
بات پوشیدہ نہیں ہیں جو لوگ ابتدائے فطرت میں تیز عقل پیدا ہوئے ہیں جب ان کو ازلی
عنایت اس مقام پر پہنچاتی ہے اور غیبی تاثیروں سے ان کو مشرف کر دیتی ہے تو اس کو
ادراک کی طرف سے امور غیبیہ میں خادم بناتے ہیں اور علم کی جانب سے اللہ جل شانہٗ کے
رضامندی اور اس کی ولایت کے نشان اس پر ظاہر کرتے ہیں مثلاً وہ خواب میں دیکھتا ہے
کہ اس کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے یا فرشتوں یا پیغمبروں یا ولیوں کی طرف سے کسی
چیز کے سرانجام دینے کا حکم ہوتا ہے یا معاملہ میں کلام کے ذریعہ سے اس کام کی طرف
رغبت دلائی جاتی ہے یا کشف کے طور پر اول سے آخر تک اس واقعہ کا تمام حال اس کے
سامنے حاضر ہو جاتا ہے یا امور کی سوچ بچار کے وقت اس مامور بہ کام کے کرنے پر برانگیختہ
کرنے والے خیالات اور اس کے چھوڑ دینے پر اس کی بجا آوری کی ترجیح دینے والے

(دلائل) اس کے ذہن میں کھٹکنے لگ جاتے ہیں۔ اور ایسے ہی ان واقعات کے ظاہر ہو جانے کو "جو تدبیر جہاں سے متعلق ہیں" یا ان امور کے روشن ہو جانے کو "جو مریدوں کی اصلاح سے تعلق رکھتے ہیں یا اجتہادی مسئلوں یا گھر یا شہر کے انتظامی امور کے انکشاف کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے اور اسی طرح اپنے ان بھلے اور برے کاموں کو "جن کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی میں اشتباہ ہے" نور اور تاریکی کے لباس میں دیکھتا ہے اور شاباش اور ملامت کو خوبصورت اور بدصورت رنگوں اور خوش نما اور بدنما شکلوں میں معلوم کرتا ہے اور اس قسم کے لوگوں کو اصطلاح اور شریعت میں محدث کہا کرتے ہیں اور جو لوگ کہ ابتدائے پیدائش میں پاک دل والے پیدا ہوتے ہیں امور مذکورہ ان کے دل سے نکلتے ہیں۔ ان کی عقل ان امور کی حقیقت پر آگاہ ہو یا نہ ہو یا مثلاً جن چیزوں کا وقوع غیب میں اس شخص کی وساطت سے مقرر ہو چکا ہے ان پر اپنے دل پر ایسی دلیری اور جرأت معلوم کرتا ہے اور برانگیختہ کرنے والا ارادہ اس کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اس کو مجبور کر کے اس کام کے کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے اور خود یہ شخص اس ارادے اور باعث کے پیدا ہونے کے سبب میں حیران رہتا ہے اور اس کی وجہ کو نہیں سمجھ سکتا اور جن چیزوں کا وقوع غیب میں اس کی وساطت سے مقرر نہیں ہوا ان کی نسبت اپنے آپ میں بزدلی اور ان چیزوں کے وقوع میں رکاوٹ اور استبعاد (معلوم کرتا ہے) اور ان کے واقع ہو جانے کی صورت میں سستی اور کاہلی اور ان کے طلب کی مشقتوں کی برداشت میں تکلیف اور تھکان اس کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے غضب زدوں پر فوارے کی مانند پُر غضب دریا اس کے دل سے جوش مارتا ہے اور اس کے مرحوم بندوں پر بارش کی مانند رحمت اور مہربانی کا دریا اس کے اندر سے برستا ہے خواہ ان امور پر اس کو اطلاع نہ ہو جو غضب زدوں کے مغضوب ہونے اور مرحوم لوگوں کے مرحوم ہونے کا باعث ہوئے ہیں اور خواہ اچھے یا بد کاموں کے جواز یا عدم جواز کو نہ جانتا ہو ان کے صادر ہو جانے کے باعث اپنے آپ میں خوشی یا دل گیری کو پایا کرتا ہے اور اس حلال اور پاک طعام کی طرف جو غیب میں

Marfat.com

اس کے کھانے کے واسطے تیار کیا گیا ہے" اس کو خواہش پیدا ہوتی ہے اور اس کو حرام طعام یا اس کے کھانے سے جو اس کے لیئے تیار نہیں کیا گیا اس کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ خواہ ظاہر میں اس کے حلال یا حرام ہونے کا حال بالعکس معلوم ہوتا ہے اور لبسا اوقات ان بزرگوں کی عقل ان امور کی اصلیت سے بے خبر ہوتی ہے اور ان اندیشوں کے دل میں پیدا ہونے کے صبب سے حیران رہتی ہے اور ایسے لوگوں کو شریعت میں شہدا اور حواریین کے نام سے پکارتے ہیں اور امور کے طلب کرنے میں صرف دعا کرنا اور غیب کی طرف متوجہ ہونا، محدثین اور حواریین کی عادت ہے۔ یہ نہیں کہ صاحبان قرب نوافل کے مانند اس امر کے واقع ہونے پر اپنی ہمت کو لگا دیں یا کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کے خود در پے ہو جائیں پس دشمنوں سے بدلہ لینے اور دوستوں سے غم خواری کے موقع پر ان بزرگوں سے دعا کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا اور اقطاب اور اوتار میں سے بعض امور دونوں قسم سے ہوتے ہیں اور اس مقام کے لوازم سے یہ ہے خواہ اس مقام پر والا محدث ہو خواہ شہید کہ جو دعائے مدعولہٗ کے ظاہر ہو جانے یا اس کے حاصل ہونے کے سچے ارادے کے پیدا ہونے کے بعد صادر ہوئی ہو اس کا قبول ہونا ضروری ہے کیوں کہ وہ دعا بھی تقدیر کے ظاہر ہونے کے لباسوں اور فیض غیبی کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے پھر جو شخص اس مدعولہ امر کے باطل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ان بزرگوں کے مقابلہ میں قائم ہو گا بے شک ناکام اور خوار ہو گا اور جو شخص اس مدعولہ امر کے حاصل کرنے اور رواج دینے میں کوشش کرے گا ضرور کامیاب اور فتح مند ہو گا اور اس مقام کی تحقیق اور اس مقصود کی تفصیل صحابہ کرام اور تابعین عظام وغیرہم بزرگوں کے حالات سے طلب کرنی چاہیئے۔ حاصل کلام اس رستے کے امام اور اس گروہ کے بزرگ ان فرشتوں کے زمرے میں

لہ یعنی جس امر کے لیے دعا کی گئی

میں شمار کیئے ہوئے ہیں جن کو ملاء اعلیٰ کی طرف سے تدابیر امور کے بارہ میں الہام ہوتا ہے اور وہ اس کے جاری کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔ پس ان بزرگوں کے احوال کو بزرگ فرشتوں کے احوال پر قیاس کرنا چاہیئے۔

دوسرا افادہ

اور اس مقام سے برتر اور اعلیٰ مقام ایمان حقیقی کا مقام ہے اور بعض مردان حق اسی کمال پر پیدا ہوتے ہیں اور ایمانی محبت اس دل کشا مقام کے چہرے سے پوشیدگی کا پردہ دور کر کے اس کے نوروں کو سو طرح کی روشنی اور رونق کے ساتھ ظاہر کرتی ہے اس کا بیان اس طرح پر ہے کہ جس طرح نفسانی لیاقتوں کے لحاظ سے آدمیوں کے مختلف درجے اور متفاوت مرتبے ہیں پس بعض بدلیاقت اور بعض عمدہ لیاقت والے ہوتے ہیں اور بعض میں دو ملکات طبعی طور پر پائے جاتے ہیں مثلاً اگر تم شجاعت کے بارہ میں غور کرو گے تو معلوم کر لو گے بعض آدمی ابتدائے پیدائش میں ہی ایسے دلاور اور بہادر ہوتے ہیں کہ ہمیشہ اپنے ہمجولیوں سے لڑائی کرنے کے خواہاں اور بہادروں کی ہم نشینی کے طالب رہتے ہیں اگرچہ انہوں نے کبھی لڑائی کا منہ تک نہ دیکھا ہو اور رستم اور اسفندیار کی کہانی نہ سنی ہو اور جنگ کے اسباب اور ہتھیاروں کی مشق اور سواری اور شکار کا تجربہ نہ کیا ہو لیکن بہادری اور دلاوری کا دریا ان کے دلوں سے جوش مارتا رہتا ہے اور وہ لڑائی بھڑائی کے واقف کاروں کی ہم نشینی کے واسطے کوشش کرتے رہتے ہیں اور جنگ آزمودہ لوگوں کو اور جنگ میں ان کی چال ڈھال کو مثلاً پگڑی باندھنے اور کمر کسنے اور زرہوں کے استعمال کرنے اور سپاہیوں کی سی پوشاک اور اسی طرح بول چال اور مجلس اور سواری میں انہی کے طریق کو تہ دل سے پسند کرتے ہیں اور جنگ کے مناسبات میں سے ہر چیز کو محبت اور قبولیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور لڑائی لڑنے والوں کی حکایات کی داستانوں کو قبولیت کے کانوں سے سنتے ہیں الغرض وہ امور جو لڑائی سے متعلق ہیں ان کے دل کی تہ میں ٹھیرے ہوئے ہوتے ہیں

Marfat.com

اور اہلِ حرب کے ساتھ وہ لوگ طبعی دوستی رکھتے ہیں اور ان کے خلاف سے ان کو پیدائشی بیگانگی ہوتی ہے۔ لیس ان کو عورتوں اور ہیجڑوں اور انہی جیسے نامردوں اور بزدلوں اور ان کی چال ڈھال اور ان کے لباس وغیرہ سے نفرت ہوتی ہے اور جس کام کو جنگ سے کچھ تعلق ہو تھوڑی سی توجہ کے ساتھ اس کو کمال تک پہنچا دیتے ہیں اور جو کام اس امر سے برکنار ہو اس کے حاصل کرنے میں جس قدر زیادہ مشقتیں اٹھائیں ان کے دل میں نہیں ٹھہرتا اور ان کے دل کو اس سے رکاوٹ حاصل ہوتی ہے اور جب تک ان کو سامان جنگ میسر نہ ہو اور شفیق استاد لڑائی کے قانون ان کو نہ سکھائے اور لڑائی کے میدانوں میں حاضر نہ ہوں تنگ دل اور پریشان رہ کر اپنی زندگی کو سو طرح کے پیچ وتاب میں گزارتے ہیں اور جونہی یہ امور ان کو حاصل ہو جائیں ان کی تمام دلگیری اور پریشانی اور غم اور اندوہ جاتے رہتے ہیں لیس اس قسم کا آدمی بہادری کی حقیقت کو طبیعت کے خزانے میں چھپائے ہوئے ہے اور اس کو لڑائی کے ہتھیاروں کی مشق اور اس فن کے استادوں کی تعلیم اور جنگ کے میدانوں میں حاضر ہونے کی ضرورت صرف بہادروں کے قالبوں کے حاصل کرنے کے واسطے ہے پھر سوچنا چاہیئے کہ بہادروں کے قالبوں کے حاصل کرنے کی رغبت بھی ان کے دل میں کسی کے سکھانے یا کسی کی متابعت سے پیدا نہ ہوگی بلکہ اس کا پیدا ہونا بھی ایسے امروں کے پیدا ہونے کی مانند ہے جو بے اختیار صادر ہو جاتے ہیں کیونکہ بہادری کا جوش اس کے دل میں موجود ہے اس کا پورا کرنا اس کے فنون کے حاصل کرنے کے بغیر ہو نہیں سکتا اور اس کے فنون کا حاصل کرنا جنگ کے ہتھیاروں کے استعمال اور استادوں کی ہم نشینی، اور لڑائی کے میدانوں میں حاضر ہونے کے بغیر ممکن نہیں لیس لاچار ومجبور ہو کر ہتھیاروں کے ڈھونڈنے اور استادوں کے تلاش کرنے اور معرکوں کی جستجو میں لگ جائے گا اور ان چیزوں کے حاصل ہو جانے کے بعد اس کے دل کی قابلیت سو طرح کی چمک دمک کے ساتھ ظاہر ہوگی اور کوئی ہم عمر اور ہم جنس لڑائی کے امر میں اس کے ساتھ برابری نہ کر سکے گا۔ اور دوسرے

بعض ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ ان کی سرشت کی تختی صاف اور شجاعت کے مخالف امور سے پاک ہوتی ہے پس اگر ایسے لوگوں کو مہربان استاد ہاتھ آجائے تو طاقت اور استاد کے سکھانے اور زمانہ کی موافقت کے اندازے پر لڑائی کے متعلق امور سے اپنا حصّہ حاصل کرلیں گے اور استاد کا کمال عکس کے طور پر ان میں جلوہ گر ہو جائے گا اور دوسرا آدمی جو ابتدائے پیدائش میں عورتوں کی طبیعت اور ہیجڑے کے مزاج والا بنایا گیا ہے اگر فن حرب کے ہزار استاد طرح طرح کی تربیت اور تادیب سے اس کو فن جنگ کی تعلیم دینا چاہیں وہ ہرگز لڑائی اور سپاہ گری کے لائق نہ ہو سکے گا اور سارے شاہنامہ سے اس شعر کے سوا کچھ بھی یاد نہ کرے گا

منیژہ منم دخت افراسیاب برہنہ تنم را ندید آفتاب

یعنی میں افراسیاب کی بیٹی منیژہ ہوں۔ میرے بدن کو کبھی آفتاب نے برہنہ نہیں دیکھا۔

اس طرح فیضِ ربانی[1] کی طرف نسبت کرنے سے انسانوں کے تین طبقے ہیں۔ پس ہم پہلے طبقے والے لوگوں کے طبعی اجمالی کمال کا نام حقیقی ایمان مقرر کرتے ہیں اور جب وہ پیدائشی اجمالی کمال اپنے وقت کے نبی کی پیروی کے سبب سے تفصیلی قوانین کے ساتھ کھل جاتا ہے اور شریعت کے سانچوں میں سے ایک سانچے میں ڈھل جاتا ہے تو اس کے اس طبعی چراغ پر جو ازل الآزال میں عنایت خداوندی کے تیل سے روشن ہو چکا تھا یہ شریعت حقہ صاف شیشے کی مانند احاطہ کر لیتی ہے اور اس کے بسیط نور کو اپنے ہمرنگ کرکے

---

[1] اصطلاح اہل طریقت میں فیض ربانی کو شرع رحمانی کہا کرتے ہیں اور اس کی حقیقت یہی ہے کہ عموماً افراد انسانی کو اس رستے کی طرف ہدایت کرنا جس میں حضرت حق جل وعلا کا قرب اور اس کی رضامندی حاصل ہو اور ایسے عقائد اور افعال اور اخلاق سے پرہیز کرنا سکھا دے جو معاش اور معاد میں نقصان دہ ہوں اور تدبیر منزل اور مدینہ کے انتظام پر قادر ہو جائے ۱۲

نہایت ہی عجیب اور غریب رونق بخشتی ہے۔ پھر جبلّی نور اور شرعی نور کے جمع ہو جانے سے وہ ملّت حقّہ" جس نے اس صاحب کمال کے باطن سے دوبالا رونق حاصل کی ہے" چمکنے والے ستارے کی مانند عالم ملکوت اور ملک کے اختر شناسوں کی عقل کی آنکھ حیران کر دیتی ہے اور کمالات کے میدانوں کے شہسواروں اور احوال اور مقامات کے دریاؤں کے تیراکوں کے وجود سے "ھُوَ سَیِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَیِّدَنَا" کی ندا نکل آتی ہے۔ اس قسم کے صاحبان کمال کو شریعت کی زبان میں صدیقین کہا کرتے ہیں۔ ان داناؤں اور عقل مندوں پر" جن کو ذہن کی لطافت اور طبیعت کی صفائی کے باعث اس کلام کے مغز اور اس مقام کے خلاصہ تک رسائی ہے پوشیدہ نہ ہو گا کہ صدیق من وجہٖ انبیاء کا پیرو اور من وجہ شریعت کا محقق ہوتا ہے پس اگر صدیق ذکی القلب ہو گا تو وہ مخصوص اقوال اور افعال میں خدائے تعالیٰ کی خوشنودی اور نارضامندی کو اور مخصوص عقائد صحیح اور غلط ہونے اور خاص لوگوں کے عادات اور استعدادوں کے بھلا برا ہونے اور جزئی معاملات اور واقعات کے بگڑنے اور سدھرنے اور ان کے ضروری انتظام کو اپنی نور کے طبیعت معلوم کر لیتا ہے مثلاً وہ اپنے دل کی شہادت سے جان لیتا ہے کہ فلاں بات یا فلاں کام اللہ جل شانہٗ کو پسند یا ناپسند ہے اور فلاں عقیدہ درست یا غلط ہے؟ اور فلاں خلق اچھا ہے یا برا اور فلاں معاملہ جو کہ فلاں گھر والوں یا فلاں شہر والوں کے درمیان منعقد ہوا ہے یا فلاں رسم جو فلاں قسم کے لوگوں میں مروج ہے انتظام کے مخالف ہے یا موافق پس ان امور مذکورہ کے احکام اس کو دو۲ وجہ سے معلوم ہوتے ہیں ایک تو دل کی شہادت ہے جو خاص کر ان امور سے متعلق ہے۔ دوم عام طور پر کلیات شرع میں

۱ؔ اس میں اس کلام کی طرف اشارہ ہے جو امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا تھا کہ ابوبکر سیدنا و اعتق سیدنا یعنی ابوبکر ہمارے سردار اور پیشوا ہیں۔ اور ہمارے سردار کو انہوں نے آزاد کیا۔ دوسرے سید سے مراد حضرت بلال رضؓ ہیں ۱۲

Marfat.com

ان کے مندرج ہونے کے سبب سے اور جو کہ علم پہلے طریق سے اس کو حاصل ہوا ہے وہ تحقیقی ہے اور جو کہ علم دوسرے طریق سے حاصل ہوا ہے وہ تقلیدی اور وہ صدیق ذکی العقل ہے تو اس کے طبعی نور کی ان کلیات حقہ کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے جو حظیرۃ القدس میں عام طور پر نوع انسانی کی پرورش کے واسطے مقرر ہوئے ہیں اور وہ کلیات اس کے ذہن میں ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں وہ انہیں کلیات سے جزئیات تمام کو استنباط کر سکتا ہے پس شرعی علوم اس کو دو طرح سے حاصل ہوتے ہیں ایک تو جبلی نور کے ذریعہ سے اور دوسرا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ سے مثلاً وہ اپنے دل کی شہادت سے جانتا ہے کہ جو کام ایسا ہو اور وہ فلاں چیز پر مرتب ہو اور اسے فلاں ثمرہ حاصل ہو تو وہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند یا ناپسند ہے اور جو عقیدہ فلاں حقیقتوں سے تعلق رکھتا ہو یا فلاں صفات اور اسماء الٰہی کو بیان کرے یا فلاں واقعات پر دلالت کرے اور فلاں طریق سے حاصل ہوا ہو وہ عقیدہ درست ہے اور معاش یا معاد میں نوع انسانی کی پرورش میں داخل ہے اور جو عقیدہ کہ فلاں حقائق یا فلاں اسماء وصفات یا فلاں واقع سے متعلق ہو یا فلاں طریق سے ماخوذ ہو وہ عقیدہ باطل ہے یا معاش یا معاد میں نوع انسانی کی تربیت میں کسی کام نہیں آتا اور اس کا پڑھنا اور پڑھانا فضول چیز معلوم ہوتا ہے اور جو خُلق اور ملکہ فلاں نتیجہ دے۔ یا اس کے حاصل کرنے میں فلاں فلاں امور کی حاجت پڑے وہ اچھا ہے ورنہ برا اور جس معاملہ اور رسم سے فلاں مصالح حاصل ہوں وہ مقبول اور ضروری انتظام کے موافق ہے ورنہ اس کا رد کرنا موافق ہے اور وہ انتظام کے مخالف ہے پس کلیات شریعت اور احکام دین میں اس کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں اور نیز اس کے اخذ کا طریق بھی وحی کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے جس کو شریعت کی اصطلاح میں **نفث فی الروع** سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض اہل کمال اس کو باطنی وحی کہتے ہیں پس ان بزرگوں اور انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں فرق صرف اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام

Marfat.com

امتوں کی طرف مبعوث ہوتے ہیں اور یہ بزرگ منظان حکم کو قائم کرتے ہیں اور ان کو انبیاء سے وہی نسبت ہوتی ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں سے یا بڑے بیٹوں کو اپنے باپ سے نسبت ہوا کرتی ہے کیوں کہ ان کے درمیان بھی من وجہ نبوّت کا علاقہ ہے اور من وجہ اخوت کا اور یہ لوگ اور تمام آدمیوں سے انبیاء کی خلافت کے زیادہ حق دار ہوتے ہیں اگرچہ ظاہری تسلّط ان کو نصیب نہ ہوگا اگرچہ جہلا ان کی ریاست کو نہ مانیں اور اسی معنی کو امامت اور وصایت کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور ان کے علم کو جو بعینہ پیغمبروں کا علم ہے لیکن ظاہری وحی سے حاصل نہیں ہوا حکمت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور جو مخصوص عنایت اور ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں ہوئی اور ان کو اسی مخصوص عنایت کی وجہ سے اپنی امثال میں امتیاز حاصل ہوا ہے کہ [1] اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اور [2] اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ اِبْرَاهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اور [3] وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۙ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَیْنٰهُمْ وَهَدَیْنٰهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور [4] وَاذْکُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ۔ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِکْرَی الدَّارِ ۚ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والا چھانٹ لیتا ہے اور آدمیوں میں سے۔ ۱۲

[2] بے شک آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے گھر والوں کو اور عمران کے گھر والوں کو جہانوں سے چن لیا ہے۔ [3] اور ہر ایک کو ہم نے جہان والوں پر فضیلت دی ہے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی اولاد ان کے بھائیوں میں سے بعض کو ہم نے ہدایت کی ہے اور ان کو پسند کر لیا ہے اور ان کو سیدھے رستہ پر چلایا ہے [4] اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب

Marfat.com

لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ۰

اسی معاملہ کا بیان ہے اور اسی برگزیدگی کی وجہ سے خدائے تعالیٰ کی رضامندی ان کی رضامندی میں داخل کی گئی ہے اور اللہ عز وجل کی فرمانبرداری ان کی فرمانبرداری پر موقوف ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ کے غصے نے ان کے غصے کے ساتھ اتصال پیدا کیا ہے اسی عنایت اور ولایت کے نمونہ اور اسی بزرگی اور عزت کے عکس سے ان ربانی حکیموں اور انبیاء اور مرسلین کے وارثوں کو حصہ ملا کرتا ہے جس کو قوم^{عہ} کی اصطلاح میں وجاہت کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور جناب سید الحکماء اور سند العلماء شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ذکائے عقل کے ساتھ ملی ہوئی صدیقیت کو جو اس حکمت اور وجاہت کے لوازمات میں سے قرب الوجود سے تعبیر کرتے ہیں اگر یہ جاننا چاہیئے قرب الوجود محض عطایا الٰہیہ اور صرف طبعی چیزوں میں سے ہے کسب اور اکتساب اور حدوث اور تجدد کو اس میں کچھ دخل نہیں ہاں اس جبلی نور کے آثار کا ظہور اس کے مددگاروں اور اسباب کے ملنے کے وقت تدریج کے ساتھ ثابت ہوتا ہے جیسے انسان کی انسانیت محض پیدائشی چیز ہے لیکن جو چیز کہ اس کو باقی حیوانات سے جدا کرتی ہے وہ قوت عاقلہ ہے جو ابتدائے پیدائش میں پوشیدہ ہوتی ہے کیوں کہ اس وقت چھوٹے بچے اور چوپائے میں کچھ فرق نہیں ہوتا بلکہ چھوٹا لڑکا سمجھنے اور بوجھنے میں چوپائے سے بہت کمزور ہوتا ہے اور کچھ عرصہ بعد اس چھپی ہوئی قوت کا اثر علوم کے ملنے کی وجہ سے معلومات میں ظاہر ہونے لگتا ہے اور جیسا کہ ابتدائے کلام میں مذکور ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہی مہربانی جو ازل الآزال میں اس صاحب کمال کے بارہ میں عنایت ہوئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴) ہاتھوں اور آنکھوں والوں کو یاد کرو ہم نے ان کو ایک چنی ہوئی آخرت کی یاد سے امتیاز دیا ہے اور بے شک وہ ہمارے ہاں سب چنے ہوئے نیک لوگوں میں سے ہیں

عہ قوم سے صوفیائے صافیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد ہیں ۱۲ منہ

Marfat.com

ہے ہر وقت اور ہر مرتبہ میں اس کو نئی مہربانی اور تازہ تربیت کے ساتھ پسندیدہ افعال اور صحیح عقائد اور عمدہ اخلاق اور اچھی رسموں اور معاملہ کی طرف کشاں کشاں لے آتی ہے۔ ناپسندیدہ کاموں اور غلط عقیدوں اور برے کاموں اور خراب معاملوں اور رسموں سے طرح طرح کے واقعات اور تصرفات کے ساتھ نگاہ رکھتی ہے پس وہ ضرور انبیاء کی اس محافظت جیسی نگہبانی کے ساتھ کامیاب ہوتا ہے جس کو عصمت کہا جاتا ہے اس کا بیان یوں ہے کہ جس طرح بعض لوگوں کو کسی خوب صورت آدمی کے عشق یا ہنر اور کمال کی طلب یا مال اور جاہ کے حاصل کرنے وغیرہ کسی قلبی عارضہ میں ایسا استغراق ہو جاتا ہے کہ اس کی وجہ اس کی قوت بہیمیہ میں خلل پڑ جاتا ہے اور اسی فتور کے باعث ایسے کاموں کی طرف ان کے دل سے کچھ التفات ظاہر نہیں ہوتی جو عرف یا شریعت میں قبیح ہیں اور ان امور کے ارتکاب کا ارادہ ان کے دل میں پکا نہیں ہوتا اور بعض دوسرے آدمی جو عقل کی تیزی اور طبیعت کی نزاکت اور سرشت کی پاکیزگی پر پیدا ہوئے ہیں اور شفیق آباء اور سکھانے والے استادوں کی تربیت ان کے حق میں خرچ ہوتی ہے ان کا قبائح مذکورہ سے پرہیز کرنا عقل کی تیزی اور طبیعت کی وجہ سے ہوگا اور ان کی عقل کی تہ سے ان قبائح کی نسبت وہ تقذر پیدا ہوگا جو جبلی طہارت والے شخص کو نجاسات اور ناپاک چیزوں سے ہوا کرتا ہے اور اگر کسی وقت ان سے خطا اور نسیان کے طور پر قبائح مذکورہ کی طرف رغبت اور میلان ہو جائے تو وہ بے شک مشفق ہزار حیلہ سے اس کو ان ناپاک چیزوں کے ساتھ آلودہ ہونے سے ہٹا رکھے گا اسی طرح بعض اہل کمال پاک عشق کے غلبہ اور حضرت ذوالجلال کے مشاہدے کے استغراق اور فنا اور بقا اور چیزوں کے حقائق کے منکشف ہونے کے مقام میں کوشش کرنے کے باعث مختلف ارادوں کے فنا ہو جانے سے کامیاب ہو جاتے ہیں اور اسی فنا کے سبب ناپسندیدہ فعلوں اور باطل عقیدوں اور بری عادتوں اور خراب معاملوں سے بچے رہتے ہیں اور یہ بچنا ارباب قرب النوافل

Marfat.com

کا حصہ ہے اور بعض ایک کمال نور جبلی اور عنایت ازلی کے باعث بھلے کو برے سے تمیز کر کے اپنے آپ قبائح مذکورہ سے پاک رکھتے ہیں اور اگر کبھی ان سے امور مذکورہ کیطرف کچھ رغبت اور توجہ ہو جائے تو ان کے ارادے کے دامن کو ازلی عنایت پکڑ کر عجیب و غریب معاملات سے ان گندگیوں کے ساتھ آلودہ ہونے سے باز رکھتی ہے کہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ اسی معاملہ کی حکایت ہے اور یہ حفظ انبیاء اور حکماء کا نصیب ہے اور اسی کو عصمت کہتے ہیں یہ نہ سمجھنا کہ باطنی وحی اور حکمت اور وجاہت اور عصمت کو غیر انبیاء کے واسطے ثابت کرنا خلاف سنت اور اختراع بدعت کی جنس سے ہے اس واسطے کہ ان امور میں سے بہت سے امور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیثوں میں صحابہ کبار کے مناقب میں وارد ہوئے ہیں چنانچہ اہل حدیث میں سے واقف کاروں پر پوشیدہ نہیں اور اگر کلام کے طویل ہو جانے سے ملال اور دلگیری کا خوف نہ ہوتا تو ان حدیثوں میں سے کچھ حدیثیں اس جگہ ذکر کی جاتیں اور یہ مت سمجھنا کہ اس کمال والے لوگ اس جہاں سے منقطع ہو چکے ہیں اور قرب الوجود روئے زمین سے محو ہو گیا ہے بلکہ جب تک روشنی اور اندھیرے کا خوش رفتار دو رنگ گھوڑا دوڑنے میں ہے وجود کا میدان اور حال اور مقام کے شاہسواروں کے گھوڑے دوڑانے کی جگہ ہے ہاں صاحب کمال کے کمال پر یقینی علم حاصل ہونے کا طریق جو کہ مخبر صادق کی خبروں میں منحصر ہے نبوت کے زمانے کے گزر جانے کی وجہ سے منقطع ہو چکا ہے جیسے کہ اس زمانے کے گزر جانے کے بعد غیر منصوص مسئلوں میں شریعت

لہ بے شک زلیخا نے یوسف کا قصد کیا اور یوسف نے اس کا ارادہ کیا۔ اگر اپنے پروردگار کا برہان نہ دیکھتے تو ہوتا جو ہوتا ۱۲ منہ

Marfat.com

کے حکموں میں سے کسی حکم پر قطعی علم کا حاصل ہونا ممکن نہیں حالانکہ مجتہدین کے اجتہاد کا امر تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں اس قدر جلوہ گر ہوا کہ اس کا عشر عشیر بھی صحابہ کرام کے زمانہ میں واقع نہیں ہوا تھا اور اس کمال والے پر خدائے تعالیٰ کی غیرت اس مقام کے لوازمات میں سے ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ جب اس ازلی عنایت نے ابتدائے فطرت میں استحقاق اور اکتساب کے بغیر اور واسطہ اور حجاب کے سوا ہی اس صاحب کمال کو محبوبوں کے زمرے میں مقرر کیا ہے اور ہمیشہ بلاواسطہ اس مقبول کی تربیت میں لگی ہوئی ہے پس اگر کسی وقت لوازم بشریت کے تقاضے کے ساتھ اس مقبول کے دل سے خدائے تعالیٰ کے ماسوا کی طرف کچھ توجہ ہو جاتی ہے اور اس چیز کے ساتھ علاقہ حاصل ہو جاتا ہے یا کسی امر کو ان امور میں سے جن کے پائے جانے کے باعث اس کا جبلی نور ظاہر ہوا ہے اپنی تربیت کا واسطہ جان لے تو وہی ازلی عنایت اس کو اس واسطے کو تدبیر کے ساتھ توڑ دیتی ہے اور بنی آدم کے نیک بندوں کے دل میں قبولیت کا نازل ہونا بھی اس مقام کے آثار میں سے ہے کہ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا نَادٰی جِبْرِیْلُ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ فَیُحِبُّهٗ جِبْرِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰی اَنْ قَالَ حَتّٰی یُوْضَعَ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ۔

اسی معنی کی طرف اشارہ ہے اور اس کی قبولیت کی حقیقت اس صاحب کمال کی وجاہت کا ان دلوں کے آئینوں میں منعکس ہونا ہے جو کہ صاف اور سلیم ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح آدمیوں کے اعضاء اس اعتبار سے کہ جو عارضہ محبت یا غصے یا

لہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا دوست بناتا ہے تو جبریل کو پکارتا ہے کہ میں فلاں آدمی کو دوست رکھتا ہوں تم بھی اسے دوست رکھو پس جبریل بھی اسے دوست رکھتے ہیں۔ پھر آسمانوں میں ندا کرتا ہے (یہاں تک کہ فرمایا) حتی کہ زمین اس کے واسطے قبول رکھی جاتی ہے (۱۲ منہ)

خوشی کی مانند دل پر عارض ہوتا ہے تو اس کے آثار ظاہری اعضاء پر بھی ظاہر ہو جاتے ہیں ان کے دلوں کے لیئے آئینے کی طرح ہیں اسی طرح بنی آدم میں سے نیک بندوں کے دل جو کہ غفلت اور ماسوی اللہ کی طرف توجہ کرنے کے زنگ سے صاف ہیں حظیرۃ القدس کی طرف نسبت کرنے سے آئینہ کا حکم رکھتے ہیں مثلاً جس چیز کا واقع ہونا حظیرۃ القدس یعنی دربار خداوندی میں مقدر ہو چکا ہو۔ اکثر نیک بخت لوگ اس کو قبل از وقوع خواب یا معاملہ میں دیکھ لیتے ہیں اور کم سے کم اس واقعہ کے ہو جانے کی رغبت یا اس کے اسباب کی جمع آوری کی ہمت اپنے آپ میں معلوم کرتے ہیں پس جب اس صاحب کمال نے اپنے منعم کے پاس عزت حاصل کر لی ہے اور دربار الٰہی میں راستے کا قدم پکا کر لیا ہے اور رفیق اعلیٰ میں مقام صدق پا لیا ہے تو خواہ مخواہ اس کی عزت کا پرتو نیک بندوں کے دلوں میں پڑ جاتا ہے پس جو نیک آدمی اس کو دیکھتا ہے یا اس کے پاس بیٹھتا ہے یا اس کے حال اور کمال پر مطلع ہوتا ہے تو ضرور اس کو تہ دل سے دوست رکھتا ہے اور اس کے علموں اور خبروں کو تہ دل سے مانتا ہے بلکہ اس کی چال ڈھال پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ اوضاع اور اطوار اس کے غیر میں پائے جائیں کہ اس کی طرف کوئی صالح آدمی ادنیٰ توجہ بھی نہیں کرتا۔ یہ نہ سمجھنا کہ مقصود اس کلام کا یہ ہے کہ اس مقام والے کے ساتھ تمام لوگ محبت کرتے ہیں اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے اِنَّهُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ عَلَى الْاَرْضِ [1] اور یہ بات تو نہایت ہی واضح ہے کہ دانا اور عقل مند اور جوانمرد اور عاقل ہی شاہد ہوا کرتے ہیں۔ غافل، نادان اور بدکار لوگوں کو شاہد نہیں بنایا جاتا بلکہ اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسے بزرگ لوگوں کی محبت پیار کرنے والے کے ایمان اور پرہیزگاری کی علامت ہے [2] ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا

---

[1] یعنی لوگ زمین پر اللہ کے شاہد ہیں [2] یہ سن چکے اور جو کوئی ادب رکھے اللہ کے نام کی چیزوں کا سو وہ دل کی پرہیزگاری ہے۔

Marfat.com

مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ اور ایسے بزرگواروں کا بغض اور کینہ کرنے والے کے نفاق اور بدبختی کا نشان ہے کہ لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ وَلَا یُبْغِضُہٗ اِلَّا مُنَافِقٌ شَقِیٌّ [۱]
اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔

تیسرا افادہ

اور شرعی حدوں اور ضمان حکم اور ان کے اشباہ کو خود ان کی جگہ قائم کرنا اور عموماً نوع انسان کی پرورش کے رکنوں اور ادیبوں اور مفسدوں اور شرطوں کو مقرر کرنے میں نیابت عن اللہ کا مقام اس مقام سے بڑھ کر ہے اور یہ مقام مستقل طور پر تو انبیاء اور مرسلین میں سے اصحاب شریعت کا مقام ہے اور ان کی متابعت سے ظلّی طور پر انبیاء کرام کی فرمانبرداریوں میں سے بعض اِن بزرگوں کو بھی اس مقام سے کچھ حصّہ ملتا ہے جن کو قوم کی اصطلاح میں مفہمین کہتے ہیں اور صاحبان تعلیم کے پیشوا اور صاحبان تفہیم کے امام حضرت شیخ ولی اللہ قدس سرہ کی اصطلاح میں اس کا نام قرب الفرائض ہے۔

چوتھا افادہ

غافلوں کو جگانے اور جاہلوں کے عذر کو دور کرنے اور مخالفین اور منکرین پر دلیل یا تلوار اور نیزے کے ساتھ حجت کو پورا کرنے میں نیابت عن اللہ کا مقام اس مقام سے برتر و بلند ہے کیوں کہ ایسے لوگوں کی برکت سے بھرے ہوئے وجود سے فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ کا مضمون ثابت ہوتا ہے اور یہ مقام مستقل طور پر تو انبیائے اولوالعزم کا مقام ہے اور ان کی فرماں برداری سے بعض بڑے باعمل عالم اس مقام کے ظلّ اور اس فخر کے

---

[۱] یہ حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فرمائی ہے۔ یعنی پرہیزگار ایماندار کے سوا کوئی شخص اس کو دوست نہیں رکھتا اور بدبخت منافق کے سوا کوئی اس سے دشمنی نہیں رکھتا۔ کہہ دو محکم دلیل اللہ کے لئے مخصوص ہے۔

عکس سے بہرہ ور ہو جاتے ہیں جن کو قوم کی اصطلاح میں حج الشد کہتے ہیں اور آپ حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی اصطلاح میں اس مقام کا نام قرب ملکوت ہے۔

پانچواں افادہ

اور اس مقام سے اعلیٰ اور بلند مقام ریاست ادوار و اطوار ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ جس طرح زمانہ کے کسی حصہ میں اللہ تعالیٰ کے فیض سے معاش کے امر میں نوع انسان کی پرورش ایک خاص طور پر واقع ہوتی ہے اور اللہ عزوجل کی وہ عنایت جو عام انسانوں کی طرف خرچ ہو رہی ہے اسی لباس میں ظاہر ہوتی ہے اور جو صاحب کمال نوع انسانی کی تربیت کے واسطے نیابت عن اللہ کے مقام میں قائم ہو چکا ہو اُسی وجہ کی تکمیل میں بڑی کوشش کرتا ہے اور جب وہ وجہ اپنے کمال پر پہنچ جاتی ہے، نئی مہربانی اور تازہ عنایت رحمت ازلیہ کے دربار سے نکل کر تربیت معاشیہ کی وجوہات سے ایک اور وجہ پیدا کرتی ہے اور اسی وجہ کے اجرا میں بنی آدم کے کامل نفوس کو متوجہ کرتی ہے آیۂ کریمہ[1] يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ .... اسی بھید کا بیان ہے مثلاً حضرت آدم صفی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لے کر حضرت ادریس کے زمانے تک خدائی فیض انسانی افراد کو کھیتی باڑی کرنے اور پیسنے اور آٹا گوندھنے اور روٹی بنانے اور باقی طعاموں کے پکانے اور لباس بنانے اور رہنے کے مکانوں کی تعمیر کرنے کی ہدایت کی طرف خرچ ہوتی رہی اور جب یہ تربیت اپنے کمال کو پہنچ گئی تو حضرت ادریسؑ کے زمانے سے درزی گری اور لکھنے اور آہنگری اور زرگری جیسے لطیف و دقیق پیشے اور زمینی

---

[1] تدبیر سے کام اتارتا ہے آسمان سے زمین تک پھر چڑھتا ہے۔ اس کی طرف ایک دن میں جس کا حقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔ ۱۲ موضح القرآن

Marfat.com

اور آسمانی جسموں کے خواص کی واقفیت کے گھر سے علم جو کہ علم طب اور نجوم کا خلاصہ ہیں ظاہر ہوئے اور ذوالقرنین اوّل کے زمانے سے بادشاہت اور ریاست کی بناؤں کی مضبوطی اور حکومت اور عدالت کے قانونوں کی تیاری اور لشکروں کا جمع کرنا شروع ہوا۔ اسی طرح نوع انسانی کے امر معاد کی تربیت میں بھی زمانے اور طریق بدلا کرتے ہیں اور جس دورہ میں جو اہل کمال اپنے کمال کو پہنچتے ہیں جو علم کہ ان کے دورے کے مناسب ہیں ان کے دلوں میں ڈال دیئے جاتے ہیں اور ان کو انہی علموں کی تکمیل میں خادم بنا لیا جاتا ہے پھر جب وہ تربیت اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو ایک اور بنیاد تربیت کی رکھی جاتی ہے اور ایک نئی ہدایت کی بنیاد کو مضبوط کیا جاتا ہے مثلاً اس امت کے دوروں میں پہلا دورہ فقہا کا دورہ تھا پھر متکلمین کا دورہ ظاہر ہوا اور اس کے بعد صوفیاءِ کرام کا کا دورہ آگیا۔ یہ تمثیل کے طور پر ذکر کیا گیا ہے ورنہ ادوار انہیں میں منحصر نہیں۔ حاصلِ کلام جب ایک دورہ ختم ہو جاتا ہے تو دوسرے دورے کی ابتدا شروع ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کے وجود سے پہلے دورے کی ہدایت کو کمال کی نہایت تک پہنچایا جاتا ہے اور اس کو ترجمان مقرر کر کے اس کی برکت والی زبان سے اللہ کی تازہ مہربانیوں کی طرف آدمیوں کو دعوت دی جاتی ہے اور اس دورہ کی امامت اس کو بخشی جاتی ہے جو زمانے میں آدمیوں سے زیادہ باکمال اور اللہ تعالیٰ کے فیض کے زیادہ لائق ہوتا ہے اور یہ مقام مستقل طور پر تو حضرت خاتم النبوّت اور فاتح الولایت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیئے مخصوص ہے اور آپ کی پیروی کی برکت سے اس مقام کا نمونہ بعض بزرگوں کو بھی عطا کیا جاتا ہے اور اصطلاح میں ان کو خاتمین اور فاتحین کا لقب دیا جاتا ہے یعنی ان لوگوں کے وجود سے گذشتہ دورہ کے نتیجہ کی نہایت اور آئندہ دورہ کے کمال کا آغاز ہوتا ہے اور حضرت شیخ ولی اللہ کی اصطلاح میں اس مقام کا نام مقام قروانیت ہے اور اس دورہ میں جتنے اہل کمال پائے جاتے ہیں حقیقت میں وہ اسی

Marfat.com

امام دورہ کے پیرو ہیں۔ خواہ وہ اس کو جانیں یا نہ جانیں اور ان کی پیروی کے یہ معنی نہیں کہ وہ قصداً اس امام کی تقلید کرتے ہیں یا ان کی تربیت کا سلسلہ اس امام تک جا پہنچتا ہے، بلکہ اس مقام میں اتباع کے یہ معنی ہیں کہ جو شانِ الٰہی دورِ حاضرہ میں ظاہر ہوا ہے یہ لوگ بھی جان و دل سے اسی کی خدمت میں کوشش کرتے ہیں اور شان کے مناسب جتنے علم پہلے پہل اس امام کے دل میں ڈالے گئے تھے دوسری دفعہ غیب کے خزانے سے ان بزرگوں کے دلوں میں ڈالے جاتے ہیں اور جس طرح ان علوم کی اشاعت کا علم اوّل اوّل اس امام کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔

پہلا افادہ

کیونکہ یہ تینوں مقام مستقل طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے مانے گئے ہیں اور ان کے ماسوا اور ان لوگوں کے کمالات کے ظلّ اور ان مقامات کے نمونے کے سوا اور کسی چیز تک رسائی نہیں۔ باوجودیکہ ایسے بزرگ ان مفاخر کے اشباح کیساتھ کامیاب ہوئے ہیں تاہم کبریت احمر اور اکسیر اعظم کی طرح نادر الوقوع اور کمیاب ہیں اور اسی واسطے ان تینوں مقام کے مباحث میں اجمالی اشارات پر اکتفاء کر کے ان کی تفصیل کو دوسرے مقام کے حوالہ کیا گیا ہے اور نیز ان مقامات کی کنہ کو پہنچنا بلکہ تمام کمالوں کی تحقیق ان خوبیوں کے حاصل ہونے اور ان مفاخر تک پہنچے بغیر ہو ہی نہیں سکتی پس ان مخفی بھیدوں کے ظاہر کرنے میں کوشش کرنا اور تکلیف اٹھانا لاحاصل ہے اور بے فائدہ۔ فرد

؎ داغ غلامیت کرد پایہ خسرو بلند　　صد ولایت شود بندہ کہ سلطاں خرید

دوسرا افادہ

یہ جاننا کہ راہِ ولایت اور راہِ نبوت آپس میں متبائن ہیں کہ ولایت کے راستے کے چلنے والے راہِ نبوت کے مقامات پر ہرگز کامیاب نہیں ہوتے یا راہِ نبوّت

کے طالب حالات ولایت کا مورد نہیں بنتے یا حبِ عشقی والے حبِ ایمانی سے خالی ہوتے ہیں اور حب ایمانی والے حالات عشقیہ سے غافل ہی رہا کرتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کیوں کرتم نے کتاب فتوح الغیب کو جو ولیوں کے پیشوا اور صاحبان فنا و بقا کے امام، فضیلتوں اور بندگیوں والے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے دیکھا ہوگا جو ساری کی ساری فنائے ارادہ کے مضمون سے جو حب ایمانی کا خلاصہ ہے بھری ہوئی ہے اور وحی کے بند ہونے کے زمانے میں اس پیچ وتاب اور قلق واضطراب کی حکایتیں تم نے سنی ہوں گی جو حضرت سید الانبیاء و المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے مبارک دل پر گزرا کرتی تھیں کہ اس عجز و نیاز اور بے پروائی اور ناز کے معاملے" جو درمیان میں گزرے تھے" لیلیٰ اور مجنوں کی داستانوں کے رشک افزا ہیں بلکہ حب ایمانی کا بیج اور انس ہمیشہ کی سعادت کا نور ایمان کے رکنوں اور اسلام کی شرطوں سے ہے پس مقبول طریقوں کے چلنے میں حبّ ایمانی کو شاہ گام گھوڑے کی طرح جاننا چاہیئے اور حب عشقی کو اس طریق کے ایک جنگل یا اس راہ کی سراؤں میں سے ایک سرائے کے جا بجا سمجھنا چاہیئے۔ پس حب ایمانی طریق رحمانی کے سالک کی جان کا پیوند ہے اور حبّ عشقی حالات اور واردات کے قبیل سے ہے۔ ہاں بعض لوگوں کے دلوں میں طبعی مناسبت کی وجہ سے حب عشقی زیادہ زور دیتی ہے اور کشاں کشاں ولایت کے رستے میں لے جاتی ہے اور حب عشقی کی صورت میں حب ایمانی ظاہر ہوتی ہے اور بعض نفوس میں عشق کے جوش کے فرد ہو جانے کے بعد صرف حب ایمانی ہی باقی رہ جاتی ہے اور طریق نبوت کے مقامات کا راستہ دکھاتی ہے۔ القصہ حب ایمانی کو بنائے سلوک کے لیئے بنیاد کے مانند بلکہ لکڑی اور کیچڑ اور پتھر کی طرح جو عمارت کا مادہ ہے سمجھنا چاہیئے اور حب عشقی اور ان کے ثمرات کو ان سریع الزوال عمدہ رنگوں اور دلکش

Marfat.com

نقشوں کی طرح جاننا چاہیئے جو اصل عمارت کے بعد ہوا کرتے ہیں۔ اور اس بنا
چونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہدایت کی عمارت کی مضبوطی اور عموماً انسان کی تربیت کے
مکان کی پختگی کے واسطے مبعوث ہوئے ہیں تو ناچار اسی حب اور ثمرات کی طرف انہوں
نے دعوت کی ہے اور اس راستے کے حاصل کرنے کے طریق کو مضبوط اور واضح کر دیا
اور حبِ ایمانی کے طریقوں کے کھول دینے پر اکتفاء کیا اور حبِ عشقی کے بیان اور اس
کے ثمرات کے واضح کرنے اور اس کی تحصیل کے طریقوں کی تعیین کی طرف لطیف
اور باریک اشارات کے علاوہ کچھ توجہ نہیں فرمائی اور جب اصحاب طریقت میں سے
اولیائے کبار نے جو فن شریف میں باطنی امامت اور دِل کے سنوارنے کے قواعد میں
جو دین متین کا خلاصہ ہیں درجہ اجتہاد کا حاصل کر چکے تھے حب ایمانی کے متواتر
دلیلیہ سے جان لیا اور اس کی تحصیل کے طریقوں کو اکثر اہلِ مذہب میں مضبوط دیکھا حتی کہ
اہل ملت کے عوام میں سے ہر عامی جوان کے زمانہ میں تھا البتہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت
اور اس کے حکموں کی تعمیل اور شرع نبویؐ اور دین مصطفوی کے اختیار کرنے کو اپنے پر
فرض جانتا تھا اور منعم کے شکر اور اس کی محبت کی خوبی اور منعم کی ناشکری اور اس کی
مخالفت کی بُرائی کو اجلی بدیہات سے سمجھتا تھا تو حب ایمانی اور اس کے لوازم کو کامل
سمجھ کر اور اسے اپنے پیروؤں کے دلوں میں مسلم الثبوت سے جان کر حبِ عشقی کے احکام
کی تفصیل اور اس کے ثمرات کی ایضاح اور اس کے حاصل کرنے کے طریقوں کے
مضبوط کرنے کی طرف اپنی ہمت کے منہ کو متوجہ کر کے اس امر میں نہایت کوشش
کی اور اہل اسلام میں سے ایک بھاری جماعت کو بہت نفع پہنچایا اور اس سبب سے
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انہوں نے بڑی عزت حاصل کی شَکَرَ اللّٰہُ مَسَاعِیَہُمْ وَرَفَعَ

لہ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ اُن کی کوششوں کی قدر شناسی کر کے اعلیٰ علیین میں ان کے درجوں کو بلند کرے

Marfat.com

دَرَجَاتِهِمْ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ پھر ان کے زمانے کے گزرنے سے کچھ مدت بعد علیوںؒ کی ایک جماعت ظاہر ہوئی اور کمینوں کا ایک ایسا طائفہ پیدا ہوا کہ

فَخَلَفَ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ[1]

ان کے بد انجام حال پر منطبق ہو گیا اور وہ حب ایمانی کے حاصل کرنے کے طریقوں کو برباد کر کے حب عشقی اور اس کے ثمرات کے حاصل کرنے کے پیچھے پڑ گیا۔ حالاں کہ یہ محض باطل خیال اور محال کا طلب کرنا ہے اس لیئے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے اور مثل مشہور ہے ثَبِّتِ الْعَرْشَ ثُمَّ انْقُشْ[2]

عارف بلند سیر شیخ ابو سعید ابوالخیر اس بدمآل گروہ کے حال سے خبر دیتے ہیں

تقلید دو سہ مقلد بے معنی ۞ بدنام کند رہ جوال مرداں را

یعنی دو تین بے خبر مقلدوں کی تقلید جواں مردوں کی راہ کو بدنام کر دیتی ہے اور اس مطلب کو واضح مثال کے ساتھ سامعین کے ذہن کے قریب کرنا چاہیئے اور مثلاً اللہ تعالیٰ کی عنایت نے جو ازل الآزال میں انسانی افراد کے حق میں مبذول تھی ایک وقت میں یوں تقاضا کیا کہ کچھ ایسے عقائد اور احکام اور معاملات "جن کو افراد انسانی کی ہدایت اور معاش اور معاد میں ضرر دینے والی چیزوں سے ان کی نجات اور برزخ اور قیامت کے آفات سے خلاصی دینے میں قوی دخل اور عظیم تاثیر تھی" عاجز کرنے والی عربی زبان میں ان کو سکھائے جائیں اور ان کی شرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے کی جائے پس جناب رسالت مآب صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے اس عاجز کرنے والی

---

[1] یعنی پھر ایسے نالائق ان کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور شہوتوں کے پیچھے پڑ گئے [2] یعنی پہلے ایمان لا پھر مجاہدہ کر [3] پہلے تخت تیار کر لے پھر اس کے نقش کے درپے ہو۔ ۱۲ منہ

کلام کو نہایت واضح طور پر کھول کر تمام حاضرین کو پہنچا دیا۔ پس اسی قدسی فیض کی تکمیل جو غیب الغیب سے نازل ہوا ہے" دو وجہ سے ہو سکتی ہے اول آنکہ جن امور کو معاش اور معاد کی اصلاح میں تاثیر ہے اور نجات اور درجوں کو بلند کرنے میں دخل ہے۔ انہی امور کے سیکھنے کو اپنی ہمت کا قبلہ بنا کر قرآن اور حدیث کی طرف متوجہ ہو اور مذکورہ عقائد کی تصدیق اور ماثورہ احکام کی تعمیل اور پسندیدہ اخلاق کی تحصیل اور سیاسیات اور معاملات مقصودہ کے قائم کرنے میں نہایت کوشش کرے اور کتاب اور سنت سے شارع کا مقصود اور ہدایت اور سعادت کی بنیاد یہی ہے اور شارع علیہ السلام نے واضح بیان کے ساتھ اس کی تفصیل فرمائی ہے اور اس کے مبادی حاصل کرنے کے طریقوں کو کمال تعہد سے مضبوط کیا ہے۔ دوم آنکہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے بلاغت کے طریقوں اور عقائد حقہ کی دلیلوں اور احکام منصوصہ کی حکمتوں اور اخلاق محمودہ کے پیدا ہونے کی وجہوں اور معاملات اور قوانین حدیثیہ کے نفعوں پر واقفیت کو اپنے دھیان میں رکھ کر اور ان کو اپنے ارادے کا قبلہ بنا کر قرآن پاک اور حدیث شریف میں غور کرے اور اس طرح سے غور کرنا شارع علیہ السلام کا بالذات مقصود نہیں۔ اسی واسطے اس کی تصریح نہیں فرمائی اور اس کے حاصل کرنے کے مبادی اور اس کی تکمیل کے طریقوں کو بیان نہیں کیا۔ مثلاً علوم صرف و نحو و فنون و بدیع وغیرہ فنون عربیہ کی تفصیل اور منطق اور فلسفہ اولیٰ و مناظرہ کے استدلالیہ مسائل کی بنیاد اور قوانین اجتہادیہ کے مباحث قیاس اور تعیین علل اور مسائل ترجیح اور قواعد جدل اور انسان کی باطنی قوتوں کی تشریح اور حکمت عملیہ کے اصول کی تنقیح کے بارہ میں شارع سے کچھ بھی منقول نہیں۔ بلکہ جو کچھ جناب سے منقول ہے وہ فقط قرآن و حدیث ہے اور حجت اور دلیل اور تلوار اور نیزے کے ساتھ آپ کی دعوت انہی دو چیزوں کی طرف تھی اور ان دونوں چیزوں کی اشاعت میں آپ نے کس قدر تکلیفیں اور مشقتیں اٹھائی ہیں؟۔ ہاں علم

Marfat.com

قرآن مجید اور حدیث شریف کی تحصیل کے بعد یہ نازک اور باریک علم بعض لوگوں کے واسطے اکسیر اعظم کا حکم رکھتے ہیں کہ ان کے نفسوں کو امارت اور وراثت اولی النبوت کا منصب بخشتے ہیں اور اسی واسطے جب یہ قرآن عظیم و حدیث نبی کریم حدِ تواتر اور شہرت کو پہنچ گئے اور ہر خاص و عام نے اپنے حصّے کے موافق اس سے کامیابی حاصل کر لی اور ان دونوں کی تسلیم نے تمام اہلِ اسلام کے دلوں میں اولیات کی تسلیم کا رنگ پکڑ لیا تو فنون عربیہ کے استادوں اور اجتہاد کے اماموں اور علم کلام کے داناؤں اور تہذیبِ اخلاق اور حکمت ایمانیہ والوں کی کوشش سے وہ باریک علم ظاہر ہوئے اور ان بزرگوں کو اسی کوشش کی وجہ سے عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ[1]۔
کے زمرے میں جگہ ملی ہے اور ان کے پیروان بحثوں کی تطویل میں نیک کوششیں بجا لائے یہاں تک کہ اتنے لمبے چوڑے باریک علم پیدا ہو گئے اور ان بزرگوں کے اس برکت والے زمانے کے گذرنے کے بعد بے معنی مقلدوں کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جس میں حب جاہ اور طلب ریاست طبعی طور پر بھری ہوئی تھی۔ پس انہوں نے اسی گفتگو اور جھگڑے کو بزرگی اور کمال سمجھ کر قرآن مجید اور حدیث شریف کو پس پشت ڈال کر اپنی تمام عمر کو ایسے ہی فضول امور کے حاصل کرنے میں ضائع کر دیا اور فلسفہ اور اعتزال کا رستہ اختیار کر کے اس فانی جہاں سے افسوس اور پشیمانی کے سوا کچھ بھی حاصل نہ کیا اور آخر کار انہوں نے اپنی تنگ قبر میں ناکامی اور ٹوٹے کے سوا اپنا غم خوار کسی کو نہ پایا۔ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ[2] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

---

[1] میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں ۱۲

[2] تو کہہ ہم بتا دیں گے تم کو کن کے کیئے بہت اکارت جن کی ڈور بھٹک رہی ہے دنیا کی زندگی میں اور وہ سمجھتے ہیں خوب بناتے ہیں کام ۱۲ منہ

Marfat.com

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۝ اَعَاذَنَا اللّٰهُ وَ جَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ حَالِ اُولٰٓئِكَ الْجَاهِلِيْنَ ۔

باب دوم

بدعتوں سے بچنے اور عبادات کے ادا کرنے کے ڈھنگ اور بری خصلتوں کو چھوڑنے اور عمدہ خصلتوں سے زینت حاصل کرنے کے بیان میں اور اس میں ایک مقدمہ اور چار فصل اور ایک خاتمہ ہے

مقدّمہ

اور اس میں ایک افادہ ہے

افادہ

جو اذکار اور شغل اور مراقبے اور مقام کہ اولیائے کرام نے خلاصہ کر کے لکھے ہیں اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سالکوں کو وہی امور پیش آتے ہیں اور انہیں اذکار اور اشغال سے ان مقامات پر پہنچتے ہیں مگر جو عنایتیں اور برکتیں کہ بارگاہ الٰہی سے پے در پے اولیاء عظام کے بارہ میں ہوا کرتی ہیں سالکوں کے دماغ میں ان کی بو بھی نہیں پہنچتی اور ہرگز وہ آثار مترتب نہیں ہوتے ۔ ہر چند عنایت اور برکات اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبولیت کے ظہور میں تمام اہل کمال کا برابر ہونا ممکن نہیں لیکن

لہ خدا تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو ان جاہلوں کے حال سے پناہ دے ۱۲ منہ

Marfat.com

ہر ایک کے حسبِ حال اس کا ظہور بھی چاہیئے اور ان آثار کی عدم موجودگی کی صورت میں اس امر کی جستجو اور تلاش کرنی ضروری ہے جو ان سے مانع ہو تاکہ اس کے دور کرنے کی تدبیر کی جاوے اور حقیقی مطلوب حاصل ہو جائے اور اکثر لوگوں میں بدعتوں کا اختیار کرنا اور برے اخلاق سے آلودہ ہو جانا اور شارع کے مقصود کے موافق ادائے طاعات سے بے پروائی کرنا اور ان کے شرعی عملوں میں عبادات کے مخل چیزوں کا آ جانا عبادتوں کے ان آثار کے ظہور کا مانع ہے لہٰذا اس باب کو چار فصلوں پر بانٹنا ضروری ہوا۔

پہلی فصل

بدعتوں سے پرہیز کرنے کے بیان میں اور اس میں تین ہدایتیں ہیں۔

پہلی ہدایت

ان بدعتوں کے بیان میں جو صوفیاء کبار قدس اللہ اسرارہم کے ساتھ تشبہ پیدا کرنے والے صوفی شعار ملحدوں اور مشرکوں کے میل جول کے سبب سے عوام اہلِ اسلام میں پھیل گئی اور اس ہدایت میں دو تمہیدیں اور چھ افادے ہیں۔

پہلی تمہید

جو کشف اور شہود سلوک کے اعمال اور اشغال میں کوشش کرنے کے باعث پیش آتا ہے۔ کافر اور مومن اور مبتدع اور متبع سنت کے درمیان مشترک ہوتا ہے لیکن مومن کا ایمان اور اتباعِ سنت کا ارادہ اس کی مقبولیت کا سبب ہے اور کافر کا کفر اور ملحد کا الحاد اور مبتدع کی بدعت اس کے رد کرنے والی چیزیں ہیں پس اسی کشف اور شہود کو وہ کمال سمجھ لینا جو انسان سے مطلوب ہے محض خطا ہے۔ ہاں مومن کے حق میں یہ ایک کارآمد چیز ہے جو کمال مطلوب کا ذریعہ اور راستہ ہے پس انسان دو چیزوں کے ساتھ کامل ہو جاتا ہے۔ اوّل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت سے مراد

Marfat.com

وہ مجمل معرفت نہیں کہ ہر کس و ناکس اس سے باخبر ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمام اوصاف میں بزرگ تر ہے۔ تمام زندوں سے اس کی زندگی بہت بزرگ اور تمام اہل علم کے علموں سے اس کا علم بڑھ کر ہے اور اسی پر اور اوصاف کو بھی قیاس کر لو کیوں کہ اگرچہ یہ معرفت بھی فائدہ سے خالی نہیں لیکن اتنی ہی معرفت کمال کا موجب ہوتی تو ناقص آدمی تو عنقا ہی ہو جاتا اور اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کی حیثیت کا جاننا اس طرح بھی مراد نہیں کہ انسان کی قوت مدرکہ بالکل اس کا احاطہ کر لے کیوں کہ یہ معنی ناممکن ہے۔ مثلاً اس کے رازق ہونے کی صفت کسی آدمی پر جس طرح چاہیے حاضر ہونے لگے تو کوئی آدمی بھی اس کے مبادی کی برداشت نہ کر سکے چہ جائیکہ اس کی انتہا کو پہنچ جائے۔ اگر انسانی کمال میں یہ معرفت مقصود ہوتی تو کامل انسان کا پایا جانا محال ہوتا پس اس جگہ معرفت سے وہ معرفت مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کو انسان کے پیدا کرنے سے منظور و مطلوب ہے اور اس کو قرآن اور حدیث سے معلوم کر سکتے ہیں اور اسی معرفت کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں آدمی کے واسطے بڑی عزت اور بہت سارا اعتبار حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ معرفت مراد نہیں جو عزت اور اعتبار کے سوا حاصل ہو جیسے حکماء فلاسفہ اور کامل انسان اس عزت یا اعتبار کے باعث اس خدمت گار اور خواص کی مانند ہو جاتا ہے جو اپنے آقا کی نظر میں معزز اور معتبر ہو گیا ہو اور اس کی عزت اور اعتبار کے آثار ظاہر ہو گئے ہوں مثلاً امانتیں اس کے سپرد ہوتی ہوں اور اسے بعض رعایا یا سپاہیوں یا محتاجوں یا سائلوں کے پاس ان کے پہنچانے کا حکم ہو اور اس کی بات محلّ اعتبار اور راستی کے مرتبہ پر پہنچے اور اس کی سفارش لوگوں کے حق میں قبول ہو۔ جب اس قسم کی عزت اور اعتبار معرفت ذات اور صفات کے ساتھ کسی آدمی میں جمع ہو جائے تو کامل انسان وہی ہے اور ان اوصاف کے باوجود کامل لوگوں کے مرتبوں میں اسقدر تفاوت ہوتا ہے کہ ان کا شمار محال ہے۔ ولایت کے ادنیٰ مرتبے سے حضرت خاتم النبیین ﷺ

کے مرتبے تک تفاوت کو سمجھنا چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے رستے میں سلوک کو سلوک کے اسی مقررہ طریقے میں منحصر نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ اس کے بھی بہت سارے رستے ہیں جن میں یہ بھی ایک مقبول رستہ ہے اور اس رستہ کا دارومدار ظاہر کتاب اور سنت کے ساتھ اس طریقے والے کے اقوال اور افعال اور احوال کی مطابق ہوتا ہے۔

دوسری تمہید

راہِ حق کے بڑے خلل انداز وہ صوفی شعار ملحد ہیں جو شریعت کی مخالفت سے نہیں ڈرتے بلکہ مخالفت کے التزام کو اپنا طریق سمجھتے ہیں اور بڑے بڑے مبتدع شرک آمیز اشغال سکھاتے ہیں اور الحاد کا کلام لوگوں میں پھیلا دیتے ہیں ان کے افعال اور اقوال کے موافق ان کے ساتھ معاملہ کرنا چاہیئے جو قتل کرنے کے قابل ہو اس کو قتل کیا جائے اور جو تعزیر اور تنبیہ کے لائق ہو اس کو تعزیر اور تنبیہ کی جائے اور اگر شریعت کے احکام ان پر جاری نہ کر سکیں تو ان سے سخت بیزار رہیں اور ہرگز ان کی ملاقات نہ کریں اور ان کے سامنے جانے کو برا جانیں اور اگر ان میں سے کبھی کسی کی ہدایت کا گمان ہو تو ایک دوبار ملاقات کر لیں پھر اگر اس کو ہدایت ہوگئی تو یہ اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھیں نہیں تو اس کے پاس جانے سے باز رہیں کیوں کہ بری صحبت سے بچنا بھی اللہ جل شانہٗ کے طالب کے حق میں نہایت ضروری چیز ہے۔

نخست موعظت پیر صحبت ایں حرف است،
کہ از مصاحبِ ناجنس احتراز کنید

پہلا افادہ

اللہ عزوجل اور اس کے شعائر کے حق میں بے ادبانہ کلمات کا نکل جانا بھی صوفی شعار ملحدوں کی ان بدعات میں سے ہے جو عوام اہل زبان میں پھیل گئے ہیں بلکہ بعض مقبول آدمی بھی اس میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ پس حق طلب کو چاہیئے کہ ایسے

Marfat.com

کلمات کے سننے سے پرہیز کرے اور اگرچہ ان کے کہنے والے کے حق میں نیک گمان بھی خود ہرگز نہ کہے کیوں کہ بے ادبی کا ثمرہ نیک نہیں اور اگر کسی سے ہو بھی جائے تو پیروی کے لائق نہیں بیت :

حافظ علم و ادب ورز کہ در مجلس شاہ !!
ہر کرا نیست ادب لائق صحبت نبود !!

مثلاً کسی نے کہا کہ میں نے ایک کوڑی سے خدا کو خریدا ہے یعنی کسی وقت ایک کوڑی کا پانی مقبول ہو گیا اور اس کے معرفت کے دروازے کھلنے کا سبب ہوا۔ پس اس نے اس مدعا کو ان لفظوں سے تعبیر کیا ہر چند مراد ٹھیک ہے لیکن تعبیر بیجا ہے۔ اگر یوں کہتا کہ میں ایک کوڑی دے کر اس کے بندوں میں داخل ہوا تو بہتر ہوتا اسی طرح مؤدبانہ صحیح تعبیریں کرے اور بے ادبی سے بہت دور رہے اور اپنے آپ کو غلاموں میں سے ایک غلام بلکہ بے پرواہ عالی جاہ بڑی عنایتوں والے نہایت مہربانیوں والے، سخت گرفت والے جلدی بدلہ لینے والے بادشاہ کے کمترین بندوں سے جانے اور ہمیشہ ہر حرکت اور سکون میں ڈرتا اور کانپتا رہے۔ اگرچہ عجیب حالتیں وارد ہو کر بے ادبانہ کلموں کے صادر ہونے کا تقاضا کریں

دوسرا افادہ

توحید وجودی الحادی کی گفتگو وجودیہ ملحدوں کی ان بدعات سے ہے جو عام اور خاص لوگوں میں مشہور ہو کر طریقت کے بڑے پیشواؤں کے اقوال سے مشابہ ہو گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے اتحاد کے گمان پر نفسانی لذتیں حاصل کرتے ہیں اور شیطان اور خبیث نفسوں کے مکر اور فریب سے اس گفتگو کو معارف اور حقائق گمان کرتے ہیں اور ان اقوال کے نقصانوں سے چھوٹا نقصان یہ ہے کہ اپنے عزیز وقتوں کو محض بیفائدہ کام میں خرچ کرتے ہیں۔ ہمارے پیشوا یعنی حضرت محمد ﷺ

Marfat.com

مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر کا نہیں فرمایا اور اس کو بیان بھی نہیں کیا پس ہم کو اس سے کیا فائدہ۔ اگر نماز اور روزے کی طرح یہ کام ہمارے کار آمد ہوتا تو آپ ہمیں اس پر آگاہ فرماتے حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔
آپ کی شان ہے پس اس سے خاموش رہنا ہمارے حق میں بہتر ہے اور ہماری کوئی غرض بھی اس سے متعلق نہیں اور چونکہ اس گفتگو کا رواج ہو چکا ہے۔ لوگ اسکے واقعی اور غیر واقعی ہونے کے بارے میں استفسار کرتے ہیں۔ پس اتنا جاننا چاہیئے کہ یہ مخلوقات عین خدا نہیں اگرچہ ان کا قیوم اسی کی پاک ذات ہے پس اس کی تمثیل صفات سے کرنی چاہیئے کہ جس طرح صفتیں نہ خدا کا عین اور نہ اس کا غیر بلکہ اس کے ساتھ قائم ہیں اسی طرح باقی مخلوقات بھی نہ صفات کا عین ہیں نہ غیر بلکہ ان صفات کا مظہر ہیں پس اگر صفات اگرچہ بذات خود مظاہر سے مستغنی ہیں حکمتِ الٰہیہ کے تقاضا سے باوجودِ استغناء کے مختلف مظاہر یعنی مخلوقات میں ظاہر ہوئی ہیں اور طریقت کے بزرگواروں نے یہی معنی اس کا مراد لیا ہے جیسے اس وقت کے ملحدوں نے اسکے مقصود کے برخلاف عمل کرکے تحریف اور دھوکہ دہی کا راستہ اختیار کیا ہے۔ پس اس قدر جاننے سے تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن اپنے اوقات کو اس گفتگو میں صرف کرنا محض بے فائدہ ہے بلکہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام کی پیروی کے کمالات سے محرومی کا باعث ہے۔

تیسرا افادہ

تقدیر کے مسئلہ میں قیل وقال اور بحث وجدال کرنا بھی صوفی شعار ملحدوں کی ان بدعات سے ہے جو عوام اہل اسلام میں مشہور ہوگئی ہیں جاننا چاہیئے کہ ایمان بالقدر اسلام کے بڑے عقیدوں اور شریعت کے مؤکدہ واجبوں سے ہے اور چونکہ سرسری نظر میں تقدیر کا مسئلہ تکلیف کی بحث سے تعارض رکھتا ہے اسی واسطے شارع علیہ السّلام

نے اس باریک مسئلہ میں تعمق کرنے اور اس گہری بحث میں غوض کرنے سے سخت تاکید کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ پس لاچار تمام اہلِ اسلام پر بھی واجب ہے کہ اس کے اجمالی ایمان پر اکتفاء کریں اور اس گہرے موجزن دریا یعنی اس مسئلہ کی تفصیل اور توضیح میں نہ گھسیں لیکن ان دِنوں میں تقدیر کے منکر رافضیوں اور تکلیف کے منکر ملحدوں کے میل جول کی وجہ سے جنہوں نے تشریع کو تکلیف کے معارض سمجھا ہے اور تقدیر کے مسئلہ سے تمسک کر کے شرعی مسائل کے باطل کرنے میں بڑی کوشش کرتے ہیں ناچار بحکم اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ اس مسئلہ کی تحقیق میں کچھ اجمالی اشارہ کیا جاتا ہے اور باوجود اس کے فقط اسی اجمالی ایمان کا اہتمام اس کتاب میں مقصود ہے اور غافل مومنوں کے گمراہ کرنے والے شیطان رافضیوں اور ملحدوں کی پیروی سے بچانے کے واسطے اس کی تفصیل کی گئی ہے پس میں کہتا ہوں کہ تمام بندوں کے افعال اور اقوال اور ان کی حرکتیں اور سکون اور ان کے علم اور ارادے اور ان کی بھلی اور بری صفتیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ ہاں بعض بندوں میں بعض فعل اور بعض اور بندوں میں اور فعل جیسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دِل میں ایمان کے پیدا کرنے اور ابوجہل کے دِل میں کفر پیدا کرنے کی تخصیص میں ایک مخفی حکمت ہے کہ اس حکیم علی الاطلاق کے سوا کوئی بھی شرح اور تفصیل کے ساتھ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا مگر اتنا معلوم ہے کہ ازلی استعدادوں کی تفاوت کا لحاظ ہی وہ حکمت ہے اور استعدادات ازلیہ کے اختلاف کے سمجھنے کے لیئے یہ تمثیل ہے کہ ایک بڑا عظیم الشان درخت ہے جس میں ہزار قسم کی لکڑی موجود ہے۔ بعض ان میں جلانے کے قابل ہیں ان میں بھی بے حد تفاوت ہے مثلاً بعض تو درخت کے

لہ ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں ؎

Marfat.com

کاٹنے کے وقت اپنے ہلکے ہلکے بیکار ٹکڑے رہیں گے جو آگ جلانے کے ابتداء میں کام آتے ہیں بلکہ پہلے پہل ان کے سوا آگ سلگتی ہی نہیں اور کچھ ان میں سے ایسی سخت گرہیں رہیں گی جو آگ کے شعلوں کے بہت تیز ہونے کے وقت ڈالی جانی چاہئیں تاکہ اس تیز آگ میں جل سکیں اور کچھ لکڑیاں ایسی نکلیں گی جو عمارت کے کام آتی ہیں کوئی ستون بنے گا اور کوئی شہتیر اور کسی کے تختے

فرق ہوتا ہے کیوں کہ کچھ تختے تو خاص شاہی خلوت خانے کی چھت کے لائق ہیں اور کچھ تختے قیدیوں کے پاخانے میں قدم رکھنے کی جگہ کام آتے ہیں اور ایک تختی تو ایسی ہوتی ہے کہ کسی حق پرست کامل کے ہاتھ سے کلام الٰہی کے حرفوں کے لکھنے کیلئے بنائی گئی ہے اور ایک ایسی تختی ہوتی ہے کہ ناکارہ ہونے کی وجہ سے پامال ہوتے رہتے ہیں اور اسی طرح استعدادوں کے اختلاف کی مثالیں جو بے شمار ہیں نوعِ انسانی کے افراد میں سمجھ لینی چاہیئے اور اسی تمثیل کو حضرت شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری ہروی قدس اللہ سرہٗ نے عمدہ اور مختصر عبارت میں ادا فرمایا ہے (اور وہ یہ ہے)

آہ آہ ازیں تفاوت راہ۔ دو آہن پارہ از یک جائے گاہ یکے سم ستوراں و دیگر آئینہ شاہ

یعنی یہ تفاوت مدارج حیرت و تعجب کا مقام ہے۔ ایک ہی کان سے نکلے ہوئے لوہے کے دو ٹکڑے ہیں ایک چار پایوں کا نعل بنا اور دوسرا بادشاہ کا آئینہ، اصل پیدائش میں صلاح اور فساد میں ساری استعدادوں کا برابر کرنا یا پیدا کرنے کے بعد ہر فاسد استعداد کا سنوارنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے نہایت ہی آسان امر اور سہل کام ہے لیکن اصل پیدائشی صلاح اور فساد میں استعدادوں کی تفاوت اور بعض فاسد استعدادوں کی اصلاح اور بعض کو ازلی فساد پر ہی رکھنا حکمت خداوندی کا مقتضا ہے تاکہ کارخانہ ہائے خداوندی جن سے مراد جمیع صفات کمال کی جامعیت ہے اور عظیم الشان کارخانے ظاہر ہوں اوّل عفو کا کارخانہ ہے

Marfat.com

اس لئے کہ اگر اصل پیدائش میں ساری استعدادیں برابر ہوتیں یا اللہ تعالیٰ محض اپنی مہربانی کے ساتھ کسی فاسد استعداد کی اصلاح نہ فرماتا تو عفو اور حلم ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتے تھے اور دوسرا کارخانہ حکومت کا ہے جس سے فرماں برداروں کو انعام دینا اور بے فرمانوں کو عذاب کرنا مراد ہے پس اگر ساری استعدادیں اصل پیدائش کی رو سے صلاح اور فساد میں برابر ہوتیں یا اللہ تعالیٰ ساری فاسد استعدادوں کو سنوار دیتا تو البتہ حکومت کی صفت اپنی دونوں وجہوں تعذیب اور تنعیم پر ظاہر نہ ہوتی۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ بادشاہی کا کارخانہ جیل خانے اور قیدیوں اور جاگیروں اور جاگیرداروں کے سوا اپنے کمال پر نہیں ہو سکتا اور اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی کمال اور اس مطلق بے پرواہ کی کامل صفتیں بذات خود ظہور سے مستغنی اور مظاہر سے پاک ہیں اللہ عزّوجل نے اس آیۂ کریمہ میں اسی معنی کی طرف اشارہ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ[1] لیکن جس طرح ہر صاحب کمال کا کمال اپنے ظہور کو چاہتا ہے اور ان کمالات کا ظاہر ہونا اس کمال والے کو خوشی پہنچاتا ہے۔ اگرچہ وہ صاحبِ کمال اپنے کمال میں اس کے آثار کے ظاہر ہونے سے بے پرواہ ہوتا ہے جیسے عمدہ لکھنے والا کاتب اگرچہ بالفعل نقش بنانا اس کے کمالات میں شمار نہیں ہوتا بلکہ اس کا کمال تو وہی کتابت کا ملکہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس کے نفس میں موجود رہتا ہے لیکن کتابت کا ملکہ عمدہ نقشوں کے صادر ہونے کے باعث نہایت ہی خوش ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ جل شانہٗ کی ازلی صفتیں مظاہر سے مستغنی ہونے کے باوجود ظاہر ہونے کا تقاضا کرتی ہیں اور حق جل وعلا کو رنگارنگ مظاہر کے پائے جانے اور طرح طرح کے آثار کے ظاہر ہونے سے اپنے کمالات

---

[1] بے شک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے

Marfat.com

پر نہایت خوشی ثابت ہوتی ہے اور اس تقریر سے وہ شبہ جو اکثر عوام کے دلوں میں گذرتا تھا دفع ہو گیا۔ اس کا بیان اس طرح ہے کہ اکثر عوام کو سرسری نظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح دارین میں تمام بندوں کو برابر کیوں پیدا نہیں کیا تاکہ تمام آدمی معاش اور معاد کے امر میں نعمت اور خوشی میں گزارتے یا سارے فاسد استعدادوں کی اصلاح کیوں نہیں فرمائی کیوں کہ یہ اصلاح ان کے حق میں بخشش اور مہربانی ہے اور اللہ پاک کی قدرت اور بخشش بے انتہا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ساری کمال کی صفتوں کا جامع کہ بادشاہت بھی ان میں سے ایک صفت ہے اور بادشاہت کی ایک شاخ بڑا وسیع کارخانہ ہے جو بے فرمانوں اور منکروں کو سزا اور عذاب دینے پر مشتمل ہے پس اگر یہ شاخ ظاہر نہ ہوتی تو بے شک مملکت کا امر اپنے کمال کو نہ پہنچتا بیت

درکارخانہ عقل ازکفرناگزیر است ٭ دوزخ کرا بسوزد گر بولہب نباشد

اس جگہ ایک جواب طلب سؤال باقی ہے جس کا بیان یوں ہے کہ جب افعال اور اقوال کا مدار ازلی استعدادوں پر ہے اور ازلی استعدادیں آدمیوں کی طاقت سے باہر ہیں پس سرکش کافروں اور ضدی نافرمانوں پر الزام اور سزا کا طریقہ بند ہو جاتا ہے کیوں کہ حقیقت میں وہ لوگ بے اختیار اور مجبور ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے دو طرح کی مخلوقات پیدا کی ہے ایک قسم تو وہ کہ اس میں علم اور ارادہ پیدا نہیں کیا جیسے درخت اور پتھر اور دوسری قسم وہ کہ اس میں یہ دونوں صفتیں امانت رکھی ہیں جیسے جن اور آدمی۔ پس جن میں علم رکھا گیا ہے وہ اپنی ذات اور صفات اور اعضاء اور جوارح اور اقوال اور افعال کو معلوم کر سکتے ہیں تو البتہ ان مذکور امروں کو اپنی طرف نسبت کرتے ہیں مثلاً یہ جانتے ہیں کہ یہ ہاتھ اور پاؤں ہمارے ہیں اور یہ قول اور فعل ہم سے صادر ہوا ہے پس جو فعل ان کے ارادے کے ذریعے صادر ہوتے ہیں

Marfat.com

گو ان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے البتہ وہ جانتے ہیں کہ یہ فعل ہمارے ارادے سے ظاہر ہوئے ہیں اور چونکہ باقی احکام شرعیہ کی مانند مذکورہ فعلوں کی مانند انسان کی طرف قرآن مجید سے صراحتہً ثابت ہے پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ جس طرح باقی احکام قرآن کریم سے سمجھ کر انہوں نے قبول کیئے ہیں۔ اس حکم کو بھی قبول کریں اور اپنے بدکاموں کو اپنی طرف نسبت کریں اور اسی ثبات کا جان لینا کہ یہ کام ہمارے ارادے سے صادر ہوا ہے سزا اور تنبیہ کے متوجہ ہونے کے لیئے کافی ہے لیکن یہ بات کہ آدمی کو علم کیوں دیا گیا یا ارادے کی صفت کیوں پیدا کی گئی یا اس کے ارادے کو ان اقوال اور افعال کی طرف کیوں متوجہ کیا گیا پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام امر ازلی استعدادوں کے آثار کے ظاہر ہونے کے قبیل سے ہیں اور ازلی استعدادوں کی تفاوت کا سبب آغاز کلام میں ذکر کیا گیا ہے اور اگر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ جب ثابت ہو گیا کہ

ہر یکے را بہر کارے ساختند   میل او را در دلش انداختند

پس پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے اور دلیلوں کے قائم کرنے اور دعوت کے ظاہر کرنے اور پڑھنے پڑھانے میں کوشش کرنا اور جہاد اور حدود کے مشروع ہونے میں کیا حکمت ہے۔ پس میں جواب دیتا ہوں کہ اگرچہ تمام مخلوقات بلاواسطہ اللہ عزوجل کی پیدا کی ہوئی ہے لیکن اس حکیم مطلق نے اپنی غالب حکمت کے تقاضے سے بعض چیزوں کو بعض موجودات کے ساتھ گانٹھ دیا ہے اور مسببات اور اسباب کا سلسلہ پیدا کر دیا ہے جیسے آفتاب کا جسم اور اس کی روشنی اگرچہ دونوں بلاواسطہ اور بلا حجاب اللہ تعالیٰ کی مخلوقات سے ہیں لیکن روشنی اور آفتاب کے جسم میں اس خداوند کریم نے ایک خاص ربط پیدا کر دیا ہے کہ اسی ربط اور پیوند کی وجہ سے آفتاب کو سبب اور روشنی کو مسبب کہتے ہیں پس یہی قیاس کرنا چاہیئے کہ اگرچہ

Marfat.com

جتنے فعل اور قول جو ارادے والی چیزوں سے صادر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیدا کیئے ہوئے ہیں لیکن ان فعلوں اور ارادوں میں سببیت اور مسببیت کا جوڑا اسی مطلق حکیم نے اپنی حکمت کے مقتضا سے واقع کر دیا ہے اور اسی طرح صاحب ارادہ چیزوں کے ارادہ کے درمیان اور پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے اوامر نواہی جیسے مذکورۃ الصدر امور کے درمیان سببیت کا علاقہ مضبوط کر دیا ہے۔ مثلاً کہہ سکتے ہیں کہ فرماں بردار لوگوں کے دلوں میں ان کاموں کا ارادہ جن کی بجا آوری کا حکم کیا گیا ہے ہدایت کرنے والوں کی ہدایت اور سکھانے والوں کی تعلیم سے پیدا ہوا ہے یا بت پرستی یا زنا کرنے اور شراب پینے کا ارادہ جہاد کرنے اور حد لگانے کے خوف سے نابود ہو گیا ہے اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ تمام افعال اور اقوال اگرچہ ازلی استعدادوں کے آثار ہیں لیکن صرف پوشیدہ استعداد پر سزا نہیں دی جاسکتی اس واسطے کہ استعداد الزام کے قابل نہیں۔ بدآدمی اپنی بدی سے انکار کر سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نیک کو اپنے برابر جانے اور اپنی سزا اور نیکی کے ثواب کو ظلم اور بیداد سمجھنے لگے نیز عدل اور حکمت اور مروت کے ساتھ متصف بادشاہوں کی عادت یہی ہے کہ اپنے علم کی وجہ سے خواہ وہ یقینی ہی ہو کبھی انعام اور سزا نہیں دیتے۔ اس کا نمونہ یہ ہے کہ ایک حاکم اپنے رفیق کو جانتا ہے کہ وہ بلاشبہ بڑا بہادر ہے اور کسی میدان جنگ میں قصور نہ کرے گا اور کوشش اور جوانمردی کی داد دے گا لیکن میدان جنگ میں کسی نمایاں امر کے ظاہر ہونے کے بغیر اس کو ایسا انعام نہ دے گا جس سے اس کو دوسرے لوگوں پر فوقیت حاصل ہو اور اس کی ضد کی مثال میں اتنا ہی کافی ہے کہ ایک شخص بھیڑیے کے بچے کو پالتا ہے اور یقیناً جانتا ہے کہ انسان پر حملہ کرنا اور اسے پھاڑ ڈالنا اس کی طبعی عادت ہے مگر اس کے اثر کے ظاہر ہونے کے سوا اس شخص کا غضب جوش نہ مارے گا اور وہ اس کے ہلاک کرنے کا ارادہ نہ کرے گا اور جونہی کسی انسان پر اس نے حملہ کیا اسی قدر

غصے ہو گا کہ قتل کے سوا کوئی اور سزا اس کے واسطے تجویز نہ کرے گا اور اس کے مار ڈالنے کے بغیر اس کی تسلی نہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کی جزا و سزا کے کارخانے کو ایک گونہ انہی تمثیلات میں سے سمجھنا چاہیئے اگرچہ اس علام الغیوب کو ذرہ ذرہ ازلی استعدادیں معلوم ہیں لیکن گناہ کے بغیر اس کا غضب انتقام کا باعث نہیں ہوتا اور ایسا ہی عبادات کے ظاہر ہونے کے سوا اس کی رحمت کا دریا جوش زن نہیں ہوتا

تا نہ گرید کودکے حلوہ فروش　　　　بحر بخشش نمی آید بجوش

چوتھا افادہ

مرشد کی تعظیم میں اس قدر افراط کرنا کہ جس سے اس کے خدا یا نبی ہونے کا اعتقاد ظاہر ہو صوفی شعار مشرکوں کی ان بدعات میں سے ہے جو عموماً تمام اہل زمان میں اور خصوصاً ہندوستان کے ملک میں مشہور ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بعض مقبول لوگ بھی اس میں پھنس گئے ہیں۔ پس ضرورت ہے کہ اس امر کی حدِ اعتدال کو سمجھ لینا چاہیئے اس کا بیان اس طرح پر ہے کہ بے شک مرشد اللہ تعالیٰ کے رستے کا وسیلہ ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف پہنچنے کے لیئے وسیلہ ڈھونڈو اور اس کے رستے میں جہاد کرو شاید کہ تم نجات پالو۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نجات کے واسطے یہ چار چیزیں ایمان اور تقوے اور وسیلہ کا طلب کرنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا مقرر فرمائی ہیں۔ اہل سلوک اسکو سلوک کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں اور وسیلہ مرشد کو جانتے ہیں۔ پس حقیقی نجات کے لیئے مجاہدہ سے پہلے مرشد کا ڈھونڈنا ضروری ہے اور سنت اللہ بھی اسی طرز پر جاری ہے۔ اسی واسطے راہبر کے سوا راستہ پالینا نہایت نادر اور کم یاب ہیں پس مرشد اس شخص کو بنانا چاہیئے

Marfat.com

جو کسی طرح شریعت کے مخالف نہ ہو۔ اور متابعت قرآن اور حدیث کے سیدھے راستے پر ثابت قدم ہے ایسے شخص کو اپنا ہادی اور مرشد مقرر کرے لیکن ایسا نہ چاہیئے کہ مرید ہر حال میں اس کے اتباع کو منظور رکھے بلکہ مطلق پیشوا شرع شریف کو جانے اور بالاصالہ خدا اور رسول کا تبع ہو اور جو چیز شرع شریف کی رو سے مرشد فرمائے اسے دل اور جان کے ساتھ قبول کرے اور شریعت کے مباح امر کو اس حکم کی وجہ سے لازم جانے اور جو کچھ شریعت کے برخلاف کہے اس کی متابعت ہرگز نہ کرے بلکہ اس کو رد کر دے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہ کرنی چاہیئے اور مرشد کی محبت اس طرح چاہیئے کہ اپنے مال اور جان کو اس کی رضا اور آرام کے واسطے خرچ دے اور دنیا کی کسی چیز کو اس کی رضامندی سے زیادہ عزیز نہ جانے اس لیے کہ جو نفع پیر سے پہنچتا ہے اس کا فائدہ تمام دنیا سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے اور اس حد تک پیر کی محبّت منع ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی نافرمانی کو اس کی محبت کے پہلو میں گوارا کرلے کیوں کہ یہ بات اللہ جلّ شانہٗ کے دربار سے دور ہونے کا باعث ہے تمام محبّتوں اور حقوق کی اصل اللہ تعالیٰ کی محبت اور حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبّت اور اس کے حق کے سامنے کسی اور محبّت اور حق کو خیال میں لانا اس جلّ شانہ سے محجوب اور اس کی عنایتوں سے محروم ہونا ہے اور اگر پیر کے ساتھ بیعت کرلینے کے بعد کسی طالب حق کو اس پیر میں کوئی منکر کام معلوم ہو جائے پس اس کو نصیحت کرے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے واسطے دعا کرے اور اگر وہ باز نہ آئے اور اس کام کو نہ چھوڑے تو اگر وہ کام فسادِ عقیدہ کی قسم سے ہے تو اس سے بیعت کو توڑ دے اور اس کو اپنا پیر اور مرشد نہ جانے اور اگر وہ

Marfat.com

کام فساد عقیدہ سے نہ ہو تو بیعت نہ توڑے لیکن اس کو بلا میں مبتلا جان کر اس کام میں اس کی پیروی کرنا حرام جان کر اس بلا سے اس کی نجات میں ظاہری اور باطنی کوششیں بجا لائے۔

پانچواں افادہ

اہل اللہ کی قبروں پہ ناجائز بدعتوں کا اظہار صوفی شعار مشرکوں کی ان بدعات سے ہے جو اس ملک کے لوگوں کی نظر میں نیک کام کے لباس میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اگرچہ وہ بدعتیں بے شمار ہیں لیکن دو تین قبیح امر مثال کے طور پر اس مقام میں ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ دوسرے قبیح کاموں کو بھی انہیں امور مذکورہ پر قیاس کر سکیں۔ دور دور کے ملکوں سے سفر کی بڑی بڑی مصیبتیں اٹھا کر اور رات دن کی دکھ اور تکلیفیں جھیل کر اولیاء اللہ قبروں کی زیارت کے واسطے آنا انہی بدعات میں سے ہے اور ان سفروں میں اگرچہ تکلیفیں اٹھاتے ہیں اور یہ سفر ان کو شرک کے ظلمات اور اللہ تعالےٰ کی غضب کی وادی میں پہنچاتے ہیں تاہم عوام اس سفر کو سفر حج کے برابر بلکہ بعض وجوہ سے بہتر جانتے ہیں اور شکل احرام اور محرمین کی صورت بن کر بعینہٖ اسی طرح یا ان کے مشابہ احرام باندھتے ہیں اور اس کے علاوہ وہ بدانجام مسافر اس سفر میں اور ان کے متعلقین گھروں میں کئی ایک واہیات قیدوں کا التزام کرتے ہیں۔ القصہ اگرچہ صاف باطن لوگوں کو اولیاء اللہ کی قبروں کی طرف کسی قدر فائدہ ہوتا ہے۔ مگر عام مومنوں کو اس قدر بھاری نقصان پہنچتا ہے کہ بیان سے باہر ہے پس سب خواص اور عوام کو چاہیئے کہ ضرور اس امر سے اعراض کر کے بالکل اس کو بھلا دیں اور منجملہ ان بدعات کے اہل قبور سے مدد مانگنا اور استعانت کرنا ہے کہ ان کو مطلق حاجت روا جان کر طلب اور آرزو میں شرک کی داد دیتے ہیں اور ان لوگوں کا توحید کے سیدھے راستے سے دور ہو جانا تو ظاہر ہے لیکن اس جگہ اہل دل میں سے ان خاص لوگوں کا حال بیان کرنا

Marfat.com

منظور ہے جو باطنی فیض کے حاصل کرنے کے ارادہ پر دور کی قبروں کی زیارت کرنے جاتے ہیں لیس جاننا چاہیئے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور مقبولوں کیلئے موت ایک ایسا پل ہے کہ ان کو اپنے دوست تک پہنچا دیتا ہے اور ان کو ایسے انعام اور معارف عطا ہوتے ہیں کہ اس جہاں میں زندوں کو بہت کم ملا کرتے ہیں۔ اس بناء پر ان کو زندہ کہنا چاہیئے لیکن اس جہان کے حکموں کی طرف نسبت کرنے سے بیشک وہ مردہ ہیں۔ جو قدرت اور طاقت اس جہان کے زندوں کو حاصل ہے ان کو ہرگز نہیں اور اگر فی الواقع ایسی قدرت اور طاقت ثابت ہوتی ہے اور قبروں کی مجاورت سے مقصود حاصل ہوجاتا ہے تو سارا جہان مدینہ منورہ کو چلا جاتا ہے اور تربیت اور ارشاد کا سلسلہ بالکل لغو اور بے فائدہ ہو جاتا ہے پس واضح ہوگیا کہ لوگوں کی تربیت اور ارشاد میں عادت اللہ اسی طرز پر جاری ہے کہ فیوض باطنی زندوں سے حاصل کیے جائیں اور اگر کسی وقت کسی شخص کو ایسا زندہ نہ ملے جس سے مشکل کے حل ہوجانے کا گمان ہو تو اسے دور کے ملکوں سے قبروں کی زیارت کے واسطے سفر نہ کرنا چاہیئے بلکہ قرآن مجید اور حدیث شریف کی متابعت کو لازم پکڑے کیوں کہ یہ دونوں چیزیں حل مشکلات کے لیئے کلید ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے وَتَرَكْتُ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِيْ كِتَابُ اللهِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ.. یعنی میں تمہارے درمیان قرآن اور اپنی اولاد بزرگ چیزیں چھوڑ چلا ہوں میرے پیچھے جب تک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے تَرَكْتُ فِيكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ.. یعنی میں تمہارے پاس اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ جب تک تم ان

Marfat.com

دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے پس اس زمانہ میں آپ کی پاک آل میں سے مقبول آدمی کا پہچاننا اگرچہ دشوار کام ہے" کیونکہ آپ کی پاک آل میں سے اس حدیث شریف کا مصداق وہی شخص ہو گا جس کے اقوال اور افعال اور احوال قرآن مجید اور حدیث شریف کے موافق ہوں ۔۔۔ اور ظاہر ہے کہ اس زمانے میں ایسے بزرگوں کا پایا جانا اکسیر اعظم اور کبریت احمر کی مانند نادر اور کم یاب ہے" لیکن قرآن مجید جو نجات کے لیئے بہترین ذریعہ ہے ہر جگہ موجود ہے اور اسی طرح حدیث ہر وقت میسّر ہے پس اسی کا اتباع بڑی غنیمت جانے اور اسی کو اعلیٰ ولایت سمجھے اور در حقیقت ہے بھی ایسا ہی اس لیئے کہ قرآن وحدیث کی پوری متابعت ہی ولایت ہے اور اگر ان کی قوت اور طاقت ہو بھی تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے بغیر میں شیطان کی دھوکہ دہی کا مقام ہے اور چونکہ ارواح کے آثار کا ظاہر ہونا پوشیدہ امر ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ شیطان ان کی آواز یا صورت کی نقل کر کے خلاف شرع کام کا حکم کرے اور یہ بے خبر بے چارہ نہایت اعتقاد اور حد سے زیادہ نیاز کی وجہ سے دل وجان کے ساتھ قبول کر کے جو کچھ قرآن اور حدیث میں متواتر طور پر ثابت ہوا ہے اس سے چشم پوشی کر کے ہلاکت کے گڑھے میں گر پڑے اور صورت یا آواز کی نقل تو صورت اور آواز کے پہچاننے والے کے لیئے کرنی پڑتی ہے اور جو شخص پہچانتا ہی نہ ہو اسے سیدھے راستے پر پھسلانے کے واسطے مراقبات میں حالت کے بدلنے اور توجہ اور کیفیتوں کے وقت صرف آواز یا دل میں القاء ہی کافی ہے اور بعض نادان اکثر اوقات کہا کرتے ہیں کہ نوکری یا تجارت کے طور پر معاش کی تلاش میں دور کے سفر کرنے تو جائز ہیں پس دینی مطلب کے حاصل ہونے کے گمان پر ایسے سفر کیوں برے ہیں ۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ طریق دینی مطلب کے حاصل ہونے کا راستہ نہیں ہے بلکہ یہ راستہ چوروں اور ڈاکوؤں کی دست اندازی سے ایمان کے مایہ کے برباد ہونے اور کسب سعادت کے اصل سرمایہ کے ضائع ہو جانے

Marfat.com

کا مقام ہے اور قبروں پر چراغوں کا روشن کرنا بھی جسے روشنی کہتے ہیں انہی بدعات میں سے ہے یہ کام بے شک حرام ہے اور صحیح حدیث میں اس کام پر صریح لعنت وارد ہوئی ہے اور یہی لوگ ہیں جو معاذ اللہ اس کو لیلۃ القدر اور شب برات کے انوار کے ظہور کے وقت کی طرح قبولیت کی ساعت جان کر اس وقت میں دعا کرنے کے منتظر رہتے ہیں اور چراغوں کے روشن ہو جانے کے ساتھ ہی دعا کرنے کو ضروری مقصودوں سے جانتے ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ چور اور زانی کا ایمان چوری اور زنا کرنے کے وقت جدا ہو جاتا ہے اور اس سے زیادہ تر دعا کرنے کے وقت ان لوگوں کا ایمان برباد ہو جاتا ہے بلکہ اگر جہالت اور نادانی کا عذر نہ ہوتا تو صاف کافر ہو جاتے ہیں اور جو شخص جاہل نہیں وہ تو ضرور کافر ہو جاتا ہے کیوں کہ شرعی حرام کو اس نے عمدہ عبادت سمجھا حالاں کہ حرام کو حلال جاننا کفر ہوتا ہے چہ جائے کہ اس کو عبادت جانے۔

چھٹا افادہ

اولیاء اللہ کی نذر و نیاز کا اس طور پر ادا کرنا کہ شرک خفی اور اسراف اور کئی طرح کی بدعتیں اس میں پیدا ہو جائیں۔ صوفی شعار مشرکوں کی ان بدعات میں سے جو اہل اسلام کے خاص و عام میں بلکہ اکثروں میں نہایت درجہ کی مشہور ہو چکی ہیں۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اس امر کی اصل اگرچہ بہت عمدہ اور حکم شرع کے موافق ہے لیکن جب عوام نے اپنے ظنوں اور وہموں کو اس میں دخل دیا اور ان کی اولاد اپنے سلف کے تابع ہو گئی اور ان کی تجدید اور تحدید ہو گئی اور ہر کہ آمد براں مزید کرد والے قاعدے کو دستور العمل ٹھہرا دیا تو وہ پسندیدہ اصل تو پوشیدہ ہو گیا اور وہ خبیث اور ناپاک فروع جو لوگوں کی تراش خراش سے پیدا ہو گئی تھیں ظاہر اور رائج ہو گئیں اور وہ فروع اپنی اپنی خباثت میں متفاوت ہیں اور ان سب سے ادنیٰ رسم اور عادت کی تقلید اور

اور یہاں تک اس کا التزام کرتا ہے کہ اس کا چھوڑنا محال ہو چکا ہے اور جن امور جو چیز لازم نہیں اس کو لازم جاننا شیطانی چھیڑ اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات سے بعید ہے۔ نماز کے بعد داہنے طرف سے منہ پھیرنے کے التزام کا منع ہونا اس بیان کا گواہ ہے اس لیئے کہ جب اس قدر سہل کام کا التزام کہ نماز سے فارغ ہو کر داہنی ہی طرف پھرنا چاہیئے شیطان کا حصّہ ہو گیا تو دوسرے عمدہ کاموں اور ان کے التزام کی تعبیر نصیب شیطان سے بری کرتی چاہیئے اور ان سب سے اعلیٰ شرک ہے جو کہ مثلاً حضرت سید احمد کبیر قدس اللہ سرّہٗ کی گائے کے ذبح کرنے کے وقت ان دنوں اس ملک کے عوام سے دیکھی جاتی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ زندوں کی عبادت کا ثواب دو سبیل سے مردوں کو پہنچتا ہے

پہلی سبیل

جو کہ عمدہ اور بہتر ہے یہ ہے کہ مردے اور زندے کے درمیان ایسا علاقہ ہو کہ اس علاقے کی وجہ سے زندے کی عبادت میں میت کا دخل ثابت ہو۔ مثلاً باپ بیٹا ہونے کا علاقہ خواہ یہ ابوت اور نبوّت ولادت کی وجہ سے ہو یا تعلیم اور ارشاد کی وجہ سے جو شخص کہ عبادت کرتا ہے اس کے ہر قسم کے آباء کو جس قدر کہ انہوں نے اس کی ظاہری اور باطنی تربیت میں کوشش کی ہے ثواب پہنچتا ہے۔ پس مسلمان آدمی نیک کام میں جس قدر کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خالص نیت کرتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا حق جو کہ سب حقوق سے بڑھ کر ہے۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حق اور سارے استادوں اور مرشدوں، اور گذرے ہوئے مومن باپ دادوں کا حق اور گذری ہوئی مومن ماؤں کا حق اس کے ذمے سے ادا ہو جاتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں بندگی کے انہی نیک عملوں سے محض اس کے فضل اور انعام کے باعث پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

Marfat.com

کی اطاعت اور تبعیت اور باقی اہلِ حقوق کے سامنے رشد اور سعادت مندی روشن اور ظاہر ہو جاتی ہے اور یہ ایک ایسا دقیقہ ہے جو کہ احکام شریعت کے واقفوں پر ظاہر ہے ـــــــــ اور ان کے ناواقفوں سے پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے اور اسی واسطے جو کہ رواجی طور پر فاتحہ اور ایصال ثواب نہ کرے بے خبر لوگ اس کو نالائق اور اہلِ حقوق کے حق کا منکر جانتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اگر فاتحہ اور ایصال ثواب کی ان رائج رسموں کے چھوڑنے سے آدمی ناخلف اور اہلِ حقوق کے حق کا منکر بن جاتا تو لازم آتا کہ اہل بیت عظام اور صحابہ کرام اور مومنوں اور صالحوں اور عالموں کے وہ طبقے جو ان رسوم کی شہرت سے پہلے گزر چکے ہیں معاذاللہ اپنے اسلاف کی بہ نسبت ناخلف ہوں بلکہ امام الانبیاء خلیل خالق الارض والسماء حضرت ابراہیمؑ کی بہ نسبت حضرت افضل المرسلین محبوب رب العالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہی حرف دل میں کھٹکتا ہے معاذاللہ من ذٰلک ثم معاذ اللہ من ذٰلک ـ پس اس بیان سے واضح ہو گیا کہ فاتحہ خوانی کی یہ رسمیں دین متین کے لوازم اور ارکان سے زائد ہیں اور ایمان کا کمال ان پر موقوف نہیں اور اگرچہ یہ معنی اجمالی طور پر سب لوگوں کے مرکوزِ خاطر ہے لیکن بہت دفعہ اتفاق پڑتا ہے کہ کسی کامل نیکوکار سے اس رسم کے ترک ہو جانے سے عادت کے پردے کی کثافت کے باعث وہ اجمالی اذعان مستعد ہو کر اس کامل صالح کے حق میں بدظنی کا سبب بن جائے ـ اس واسطے اس حقیقت کو مفصلاً دل میں جانشین کر کے ان رسموں کے تارک کو سلف صالح کے ساتھ مشابہ اعتقاد کرنا چاہیئے ؏

دوسری سبیل

دوسری سبیل یہ ہے کہ زندہ ایسے کام کرے کہ مردے کو نفع پہنچانا اس سے مقصود ہو ـ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں زیادہ ظاہر اور مشہور طریقہ دعا ہی ہے ـ اس میں

Marfat.com

سے ایک صورت یعنی نماز جنازہ تو واجب ہے اور اس کی دوسری صورتیں یعنی پانچوں نمازوں کے اوقات اور ان کے سوا اور --- وقتوں میں عام یا خاص طور پر دور یا نزدیک سے اس کا وقوع ہو تو بے شک یہ مستحب اور مسنون ہے اور حدیثوں میں مشہور ہے اور ان حدیثوں کا بیان کرنا تطویل کا باعث جان کر ان کا معلوم کرنا حدیث کی کتابوں کے حوالہ کیا گیا ہے لیکن اس جگہ بھی ایک کارآمد دقیقہ سن لینا چاہیئے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کے کئی مرتبے ہیں اور ان میں افراط وتفریط[1] ہو جایا کرتی ہے۔ اگرچہ اس افراط وتفریط میں کچھ قباحت نہیں لیکن ان دونوں سے اعتدال بہرحال افضل ہے پس اگر اموات کے حق میں قبروں کے روبرو یا ان سے غیبت کے وقت میں جو دعائیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہیں اگر اسی طرح کی جائیں تو وہ دوسرے طریقوں سے بہتر ہیں مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب برأت میں کسی کو اطلاع دینے اور جتلانے کے بغیر بقیع میں تشریف لے جاتے اور دعا کرتے اور صحابہ میں سے کسی کو امر نہ فرماتے کہ اس رات قبروں پر جاکر دعا کرنی چاہیئے۔ چہ جائیکہ آپ نے تاکید کی ہو پس اگر اب کوئی شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے واسطے شب برأت کو صلحاء کا مجمع کر کے کسی مقبرہ میں بہت ساری دعائیں کرلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کے باعث اسے ملامت نہیں کرسکتے لیکن اس قدر سمجھنا چاہیئے کہ یہ امر ہوتے ہوتے رسم بن جائے گا اور اس میں حقیقت کار باقی نہ رہے گی اور اس بیان کے لیے واضح کرنے والی مثال یہ فقہ کا مسئلہ ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ نہیں اور اگر تداعی سے ہو تو مکروہ ہے لیکن دعا کے سوا اور صورتیں ہیں ان میں سے ایک تو کنواں کھودنا مروی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف

---

[1] افراط زیادتی تفریط کمی ۱۲ منہ

Marfat.com

میں وارد ہوا ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہے اور بول نہیں سکی۔ اگر بول سکتی تو کچھ وصیت کرتی پس اب اگر میں اس کے واسطے کچھ کروں تو کیا اس کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے جواب دیا کہ کنواں کھود دو اور کہو کہ یہ سعد کی والدہ کے لیئے ہے دوم جمعہ کے دِن والدین کی قبر پر جا کر سورۂ یٰسین کا پڑھنا وارد ہوا ہے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ان کی وفات کے بعد غلام آزاد کیئے اور باقی عبادتوں کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیئے۔ پس جو عبادت کہ مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو پہنچائے اور جناب الٰہی میں دعا کرنا اس کے پہنچانے کا طریق ہے یہ بہت بہتر اور مستحسن طریقہ ہے اور وہ شخص کہ جس کی روح کو ثواب پہنچا رہا ہے اگر اس کے حقداروں میں سے ہے اس کے حق کے برابر اس ثواب پہنچانے کی خوبی بہت زیادہ ہو گی۔ پس امورِ مروجہ یعنی اموات کے فاتحوں اور عرسوں اور نذر و نیاز سے اس قدر امر کی خوبی میں کچھ شک و شبہ نہیں اور وقتوں اور طعام کی قسموں اور اس کی وضعوں اور کھانے والوں کی تعیین قباحت سے خالی نہیں ہاں بمصداق ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ[1] قباحت کے مرتبوں میں تفاوت بہت ہے صرف تعیین ہی التزام مالا یلزم کی قسم سے ہے جس کا حال شرح کے ساتھ بیان ہو چکا ہے اور وقت کی تعیین کی وجہ سے بہت سے خلل کیا دینی کیا دنیاوی پیش آتے ہیں اور خالص نیت باقی نہیں رہتی بلکہ اکثر اوقات میں تو مطلقاً عبادت کی نیت بھی نہیں ہوتی صرف دنیاوی نام و ناموس یا لوگوں کے طعن و تشنیع کے دفع کرنے کے لیئے یا ہم چشموں کے سامنے خفت اور عار کے لاحق ہونے کے ڈر سے یہ کام کیا جاتا

---

[1] بعض اندھیرے بعض سے دو بھر ہیں یعنی کوئی زیادہ ہے کوئی کم

ہے اور اس سے وہ نام نہاد مدعا ہرگز حاصل نہیں ہوتا اور اگر یہ لوگ عمل صالح سے خالی ہیں تو اپنے اسلاف کا حق ادا کرنے کے لحاظ سے ان لوگوں کا حال اور ان رسموں کو چھوڑنے والے صالح کامل کا حال اس زمانے میں دہلی اور بخارا کی سلطنت کے مشابہ ہے کہ دہلی سلطنت تو محض ایک رسم ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں اور سلطنت کا معنٰی اس میں ہرگز باقی نہیں رہا اور رسموں کا وجود تو سراب سے بھی بہت کم ہے اور بخارا کی سلطنت صحیح کی سلطنت ہے کہ رسوم سے آلودہ نہیں ہوئی۔ اس مثال اور مثل لہٗ کے فرق کو شریعت اور عقل کے ترازو سے تول کر اور ان رسموں کے ارتکاب کے وقت میں اپنے دل کی واردات کی بحث کر کے امرِ حق ڈھونڈ کر رسموں کے التزام سے تائب ہو جانا چاہیئے رَزَقَنَا اللّٰہُ التَّوْبَۃَ وَجَمِیْعَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ کُلِّ الْمَکْرُوْھَاتِ[لہ]

اور جو آداب کہ طعام فاتحہ کے حاضر ہونے کے وقت بجا لاتے ہیں۔ یہ بھی فاسد خیالوں کا اتباع ہے کیوں کہ اس طعام کی وجہ سے فاتحہ صاحب فاتحہ کے قائم مقام تو نہیں ہوا پس وہ آداب کیوں کرنے چاہئیں کہ صاحب فاتحہ کی بہ نسبت بھی ان کے جائز ہونے میں گفتگو تھی اور وہ طعام ان کے ملک بھی نہیں ہوتا اس لیئے کہ اگر ان کے ملک ہوتا تو فاتحہ کرنے والے اس میں اپنا دخل کیوں کرتے اور اپنی خواہش کے مطابق کیوں کھاتے کھلاتے بلکہ وہ طعام صاحب فاتحہ کے وارثوں کو پہنچاتے حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نیاز سادات کو دیتے۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز ان کی اولاد کے حوالے کرتے وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور اگر وہ آداب اس گمان پر کرتے ہیں کہ صاحب فاتحہ کی روح اس طعام میں گھس گئی ہے یا اس طعام کو اس نے ہاتھ لگا دیا ہے یا اس نے اس طعام سے کھا لیا ہے

لہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مومنوں کو سب ناپسندیدہ کاموں سے توبہ نصیب کرے

Marfat.com

اور یہ ان کا پس خوردہ بن گیا ہے۔ پس یہ ساری باتیں ان کے فاسد گمان ہیں۔ ان پر ہرگز ان کا یقین نہیں اور اگر بالفرض والتقدیر ان میں سے کوئی چیز معلوم بھی ہوتی ہم آدابِ طعام میں جو حد چاہیئے اس سے اس طعام نے تجاوز نہیں کیا۔ پس اس طعام کے آداب کا حاصل ہندو کافروں کے ساتھ مشابہت پیدا کر لینے کے بغیر اور کچھ نہیں ہے کیوں کہ اکثر اوقات وہ دالوں غلوں اور طعام کے اجناس کی پرستش کرتے ہیں اور کھانے والوں کے لیئے قید لگائی یعنی ایک کو کھانے سے منع کرنے اور دوسرے کو اس کی اجازت دینے سے تحلیل حلال اور تحریم حرام پیدا ہوتی ہے اور اہلِ جاہلیت کا اتباع لازم آتا ہے اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ نے مذمت کے مقام میں اسی قسم کے قول ان سے نقل فرمائے ہیں (اول)، وَقَالُوا هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَا اِلَّا مَنْ نَّشَاءُ بِزَعْمِهِمْ یعنی وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ چار پائے اور کھیتی ممنوع ہے۔ اس سے کوئی شخص نہ کھائے مگر وہ کہ ہم چاہیں اپنے گمانوں سے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے وَقَالُوا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔

اور کہتے ہیں کہ جو کچھ ان چوپاؤں کے پیٹ میں ہے وہ ہمارے مردوں کے لیئے خالص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مرا ہوا ہو تو وہ سب اس میں شریک ہیں عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو ان کے بیان کا بدلہ دے گا۔ بے شک وہ صاحب حکمت اور صاحب علم ہے اور حجر کے معنی اچھی طرح سمجھ کر جاننا چاہیئے کہ لفظاً چھوتا ہے اس ملک اور اس وقت کے لوگوں کی یہی مراد ہے۔ ہر بھوکا اور محتاج طعام کا مصرف ہے ہاں پرہیزگار غیر پرہیزگار سے بہتر ہے۔ پس صحنک اور توشہ جو پچھلے لوگوں کے ساختہ پرداختہ ہیں اور روٹی ٹکڑوں کے مل جانے سے انہوں

Marfat.com

نے دور از حق حقیقت پیدا کر لی ہے اور زمانہ حال کے بزرگ اور اکابر تربیّت اور ارشاد کے وقتوں میں ان امور کی قباحت بالاجمال تو بیان فرماتے ہیں اور ان رسموں کے عین مقابلہ کے وقت میں تخصیص کے ساتھ ظاہر ان کے برا کہنے کو غیر مفید جان کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ ان کے خاموش رہنے سے دھوکہ نہ کھا کر ان کے مٹانے میں کوشش کرنی چاہیئے کیوں کہ یہ قیدیں ہوتے ہوتے بڑی خرابیوں کا باعث بن گئی ہیں اور جہلا کے خیال میں یہ قیدیں شرعی قیدوں سے ضروری ہو چکی ہیں۔ اس لیئے کہ وہ ان کے التزام کو اسلام اور ایمان کا جزو گمان کرتے ہیں اور ان کے تارک اور ان کی جڑ کو اکھاڑنے میں کوشش کرنے والوں کو ایمان سے خارج جانتے ہیں۔ جب رسموں کا التزام اس حد تک پہنچ جائے تو بالکل مطلوب اور مقصود کے برخلاف ہو کر واجب الترک ہو جاتی ہے اور حدیث شریف میں جو تاکید سنتوں کو فرضوں سے جدا کرنے کے بارے میں کی جاتی ہے یاد کر کے اس کو عمل میں لانا چاہیئے۔ نذر اور نیاز کی رسم اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ طعام وغیرہ کی نذر سے گزر کر جانوروں کی جانوں کو نیاز کرتے ہیں اور ان کے ذبح کرنے میں غیر خدا جلّ شانہٗ کی خوشنودی کا ارادہ کر کے حدیث شریف لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ ... کے مطابق ملعون ہوتے ہیں اور بقول اکثر علماء یہ لعنت کفر کی وجہ سے ہے پس کفر کے کام کو عبادت جاننا کس وجہ کی خرابی ہوگی اور اصل میں بات تو یوں ہے کہ جو لوگ نذر اور نیاز میں کفر اور نافرمانیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ان کو ثواب پہنچانا منظور نہیں بلکہ وہ تو شرک کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ کام بزرگوں کے لیئے کیئے جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا معنی ان کے ذہن میں ہرگز نہیں ہوتا اس کی دلیل یہ ہے کہ جو لوگ توشوں اور نیازوں میں بہت روپیہ خرچ کرتے ہیں

لے جو شخص غیر اللہ کے لیئے کسی جانور کو ذبح کرے اللہ تعالیٰ اسکو اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

اگر ان سے پوچھا جائے کہ تم نے خدا تعالےٰ کے لیئے بھی کبھی کوئی چیز دی ہے تو کہے گا نہیں۔ غرض کہ بعض تو خدا تعالیٰ اور بزرگوں کو تقرب اور رضا جوئی کے مرتبہ میں مساوی جانتے ہیں اور انہیں بعض لوگوں کے حال کا یہ بیان ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡدَادًا يُّحِبُّوۡنَهُمۡ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ .... یعنی بعض آدمی ایسے بھی ہیں جو غیر اللہ کو اللہ کا شریک بنا کر اللہ کی طرح ان سے پیار رکھتے ہیں اور ایمان والے اللہ تعالیٰ سے ہی بڑھ کر محبت رکھتے ہیں اور بعض تو ان بزرگوں کو اللہ تعالیٰ پر ترجیح دیتے ہیں اور بعض ان کو مستقل طور پر حاجت روا سمجھ کر اللہ جل شانہ کے دربار میں دعا کرنے سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ پس اس وقت میں حق اور ثواب کے طالب اور خدا اور رسولؐ کی مرضیات کے متبع کے لیئے یہی چارہ ہے کہ جس شخص کی روح کو ثواب پہنچانا منظور ہو تو طعام اور اس کے کھانے والوں کی وضع اور جلس کی تقلید چھوڑ کر جو چیز کہ اس وقت کے فقیروں اور محتاجوں کے حق میں زیادہ مفید ہو خالص نیت کے ساتھ خرچ کرے اور دعا بھی کرے تو بہتر ہے۔

دوسری ہدایت

ان بدعتوں کے بیان میں جو رافضیوں کے میل جول کی وجہ سے عام لوگوں میں مشہور ہو گئی ہیں اور اس میں تین افادے ہیں۔

پہلا افادہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دینا رافضیوں کی ان بدعات میں سے ہے جو عام اہل سنت کے دلوں میں داخل ہو گئی ہیں۔ پس سنت کے متبع اور بدعت سے متنفر حق کے طالب کو چاہیئے کہ اپنے تہ دل سے

اعتقاد کرلے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چار بڑے یار رضی اللہ عنہم اجمعین تمام بنی آدم سے بہتر ہیں اور اہلِ سنت کے عقیدہ کے مطابق ان کی آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت خلافت کی ترتیب کے موافق ہے۔ مسلمان آدمی کو چاہیے کہ اسی ترتیب پر افضلیت کا اعتقاد رکھے اور وجوہ تفصیل کو نہ ڈھونڈے کیونکہ وجوہ تفصیل کو ڈھونڈنا دین کے واجبوں اور مستحبوں سے بھی نہیں۔ خاص کر عام مسلمانوں کے لیئے تو اس تلاش کے پیچھے پڑنا محض بے عقلی اور نادانی ہے لیکن اس زمانے کے خاص و عام میں اس جھگڑے کے مشہور ہو جانے اور اس عقیدہ میں اہلِ زمانہ کی افراط و تفریط کے باعث لکھا جاتا ہے کہ خلافت سے قطع نظر حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو دربار خداوندی میں بے حساب عزت اور نہایت لطیف قرب ہے اور خلافت میں سبقت اس کے علاوہ ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت سے قطعِ نظر اس قدر مرتبہ اور قرب نہیں ہے کہ حضرت مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم ہیں لیکن خلافتِ راشدہ نبویہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقدم ہونا اس وجہ سے ہوا کہ صاحبان مناصب اور مراتب کی بھیڑ اور اللہ تعالیٰ کی عنایات کے ظاہر ہونے کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقدم ہوں گو ان کا مرتبہ اور قرب زیادہ تھا۔ اس کی یہ مثال کہ خلعتیں دینے کے وقت صاحب منصب متقدم کو صاحبِ منصب متاخر سے پہلے خلعت پہنائیں اگرچہ صاحب منصب متاخر کا قرب دارالقضاء اور وجاہت زیادہ ہو اور حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیئے شیخین رضی اللہ عنہما پر بھی یک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرماں برداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت بلکہ قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور ایسی ہی جیسے باقی خدمات آپ کے زمانہ سے

Marfat.com

لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہوتا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں اور اللہ تعالٰے کا یہ عطیہ اس امر کے مقابلے میں ہے کہ خلافت اور بادشاہت اور حکومت کا انتظام آپ کی آلِ اطہار میں بھی کبھی نہیں ہوا باوجودیکہ ان میں سے بعض بزرگوں نے اَعْلَی اللّٰہُ دَرَجَاتِہِمْ فِی الْعِلِّیِّیْنَ اس میں بہت ساری کوششیں کی ہیں اور اس کام کے حاصل کرنے میں سب تکلیفیں اپنے آپ پر اٹھائی ہیں اور اہلِ ولایت کے اکثر سلسلے بھی جناب مرتضٰی ہی کی طرف منسوب ہیں۔ پس قیامت کے دن بہت فرمانبرداروں کی وجہ سے جن میں سے اکثر بڑے بڑے شانوں والے اور عمدہ مرتبوں والے ہوں گے۔ حضرت مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا لشکر اس رونق اور بزرگی سے دکھائی دے گا کہ اس مقام کا تماشا دیکھنے والوں کے لیئے یہ امر نہایت ہی تعجب کا باعث ہوگا اور بعض متصوفین کے لیئے اس مقام کا ظاہر ہو جانا اور شیخین رضی اللہ عنہما کے مقام کا پوشیدہ رہنا اس امر کا باعث ہو گیا ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں متردد ہو کر اہل سنت کے راسخ عقیدہ سے پھسل گئے ہیں ورنہ در حقیقت خلافت کے انتظام کی وجہ سے بلکہ اس سے قطع نظر کر کے جو شان حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے لیئے ثابت ہے اس بزرگی کے ساتھ اس کو فضیلت اور مساوات کی نسبت نہیں بلکہ ان دونوں بزرگوں کے شان خلافت سے قطع نظر اس شرح صدر اور حوصلے کی فراخی اور اخلاق اور تدبیر منزلی اور مدنی اور سیاست ملکی وغیرہ کی ہر باب میں اعتدال کے قائم رکھنے کی وجہ سے جس کو تشبّہ بالانبیاء کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں۔ انبیاء علیہم الصّلوٰت والتسلیمات کے تمام فرماں برداروں پر اس مذکورہ بزرگی کی بہ نسبت بہت ہی بلند ہے۔ ظاہر میں ان دو شخصوں کے مرتبوں کی باہمی نسبت اس کی مثال یہ ہو سکتی ہے۔ ایک تو وہ امیر کبیر ہے جو حقوق خدمت بجا لا کر

Marfat.com

امورِ سیاست سے فارغ ہو کر بادشاہ کا ملازم ہو گیا ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جو ابھی خدمت اور کارگزاری میں مشغول ہے۔ پس اگرچہ سرسری نظر میں تو اس امیر کبیر کی خدمات ملکیہ سے مستعفی ہو کر بادشاہ کے حضور میں مصروفیت اور ملازمت بارگاہِ سلطانی کی وجہ سے ظاہر حشمت اور شوکت اور فرماں برداروں کی کثرت اس مصاحب کی عزت اور وجاہت اس امیر اعظم سے بڑھ کر ہے کیوں کہ دراصل وہ امیر اپنی ساری شوکت اور دبدبے اور فرماں برداروں کے ہمراہ اس مصاحب کے فرماں برداروں سے ہے اس لیئے کہ اس کا مشورہ بادشاہ کے تمام فرماں برداروں کے حق میں، جاری ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہ بارگاہ الٰہی کے مقبول تھے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت ان کے درجہ کے بلند کرنے کی طرف متوجہ تھی۔ اس واسطے وہ خلافت میں حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پہ مقدم کیے گئے تا کہ ان کو بھی اپنے جیسے لوگوں کے قریب مرتبہ مل جائے۔

دوسرا افادہ

اگرچہ صحابی ہونے کے لحاظ سے باقی امت مصطفویہ (علیٰ امامہا الصّلوٰۃ والسلام) کی بہ نسبت صحابہ کبار میں سے ہر ایک کے لیئے فضیلت ثابت ہے لیکن ہدایت کے پھیلانے اور دین متین کے رواج دینے اور عند اللہ قرب کے مرتبوں پر کامیاب ہونے میں امت کے بعض بزرگوں کو بعض صحابہ پر افضلیت بے شک ثابت ہے لیکن جس طرح کہ اس فرزند پر اپنے باپ کی تعظیم لازم ہے جو علم اور ہنر میں اپنے باپ سے بڑھا ہوا ہے۔ ان بزرگوں پر بھی صحابہ کی تعظیم واجب ہے حدیث شریف میں ہے

فَاِنَّ مِنْ وَّرَآئِکُمْ اَیَّامَ الصَّبْرِ فَمَنْ صَبَرَ فِیْھِنَّ کَانَ کَمَنْ قَبَضَ عَلَی الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِیْھِنَّ اَجْرُ خَمْسِیْنَ مِنْھُمْ قَالَ اَجْرُ خَمْسِیْنَ مِنْکُمْ۔

Marfat.com

یعنی تمہارے پیچھے صبر کے دن ہاں پس ان میں صبر کرنے والا چنگارے کو پکڑنے والے کی مانند ہو گا۔ ان دنوں میں نیک عمل کرنے والے کو اس جیسے پچاس عاملوں کا اجر ملے گا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ انہی میں سے پچاس عمل کرنے والوں کا اجر آپ نے فرمایا نہیں تم میں سے پچاس کا ثواب اس کو ملے گا۔

تیسرا افادہ

ماہِ محرم میں حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی محبت کے گمان پر ماتم داری اور تعزیہ سازی بھی رافضیوں کی انہی بدعات میں سے ہے کہ ہندوستان کے ملک میں بھی مشہور ہو گئی ہیں پس ان کے احوال کا جاننا اس زمانہ کی ضروریات سے ہے تا کہ کامل ایماندار اس سے پرہیز کرے اور جو شخص پھر بھی اس کا مرتکب رہے اس کے لیئے جہالت اور غفلت کا عذر باقی نہ رہے اور ان بدعتوں کی چند ظاہر صورتیں ہیں۔ اوّل قبروں اور مقبرہ اور علم اور شدّہ وغیرہ کی نقل اُتارنا بھی بت سازی اور بت پرستی کے قبیل سے ہے۔ اس لیئے کہ قبروں اور مقبرے کی شکل بنانا اور اس کی تعظیم کرنا اور حضرت امامین علی جدہما وعلیہما الصلوۃ والسلام کی قبر کا نام رکھنے کی وجہ سے اِس کو اصل قبر اور مقبرہ کے جابجا جاننا بت پرست مشرکوں کے اطوار سے ہے۔ بت پرستی کی اصل یہی ہے کہ اپنے ہاتھ سے ایک شکل تراش کر اور ایک شخص کا نام اس پر رکھ کر جو معاملہ کی اصل سے کرنا چاہیئے اس نقل کے ساتھ گھڑی ہوئی لکڑی یا پتھر سے عمل میں لائیں اور اس مقام میں اگر فی الواقع قبریں بھی ہوں۔ دعا اور سلام علیک کے سوا کچھ بھی ماثور نہیں اور اہلِ زمانہ جو کچھ تعزیوں کے ساتھ کرتے ہیں واقعی قبروں کے ساتھ بھی نہیں کرنا چاہیئے چہ جائیکہ وہ قبریں بھی جعلی اور بناوٹی ہوں اور یہ مبتدع سجدہ اور طواف کی عبادت کر کے اپنے آپ کو صراحتہ

Marfat.com

شرک کی سرحد تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور شدہ اور علم اور تعزیہ جب سجود ہو جائیں تو سب بت پرستی کے معنی میں ہے پس طالب حق کو اس باطل امر کے ابطال میں پوری سعی کرنا ضروری ہے اور اس کے دور کرنے میں نہایت کوشش کر کے جبر اور زور کے ساتھ اس کے توڑنے کو ہرگز مکروہ نہ جانے بلکہ بت شکنی کی طرح اس کو ثواب اور اجر کا موجب سمجھے اور اس لحاظ سے بدبختی جاہلوں نے حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی قبر کا نام رکھا ہوا ہے مطلقاً اس کے توڑنے اور پامال کرنے سے نہ ڈرے کیونکہ ان افعال کے دور کرنے اور ان کے فاعلوں کی اہانت کرنے میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے برگزیدہ لوگوں کی رضامندی ہے اور اگر ہاتھ سے دور نہ کر سکے تو زبان سے کہے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا جانے اور یہ درجہ ایمان کے درجوں میں سے بہت ادنیٰ درجہ ہے۔ ہاں اگر مقابلہ کے سوا تعزیوں کو پائے اور ان پر قادر ہو جائے تو بلا اہانت ان کو نابود اور بے نشان کر دے لیکن مقابلہ میں ان کو توڑنے کا ارادہ کرے اور اگر تعزیہ والوں کے مقابلہ اور مزاحمت سے پیش آنے کے وقت کوئی اہانت آمیز حرکت صادر ہو جائے اور اس کے سوا اس بری بدعت کا ابطال نہ ہو سکے تو اس حرکت کی پرواہ نہ کرے بلکہ اس کے معدوم کرنے پر قدم بڑھائے لیکن حدیث شریف میں جو وارد ہوا ہے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر کو دفن کر دیا اور باقی بتوں کی طرح اس کو اہانت کے ساتھ نہ توڑا۔ سو اس کا باعث یہ ہے کہ ان دنوں میں عرب کے جہال کو الفت دینا امورِ ضروریہ میں سے تھا اور وہ جہالت کے زمانہ کے قریب ہونے کی وجہ سے جہالت اور نادانی کے ورطہ میں غرق تھے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہانت ان نادانوں کی بدگمانی کا موجب تھی کہ وہ اس بت کی اہانت کو حضرت خلیل کے مذہب کی مخالفت پر حمل کر کے اس نبیِ وقت کی دعوت سے" جو آپ کی متابعت کے مدعی

Marfat.com

تھے منتشر ہو جاتے اور تعزیہ کا امر تو اس سے بالکل برخلاف ہے کیوں کہ وہ زمانہ تو جہالت کے زمانہ سے قریب تھا اور یہ زمانہ علوم حقہ کے تواتر اور ہدایت کی شہرت کا زمانہ ہے۔ دوسری صورت شیون کی رسمیں ہیں اور وہ پیٹنا اور کپڑوں کا پھاڑنا اور بین کرنا اور ایسی جیسی اور رسمیں ہیں پس یہ رسمیں مطلقاً حرام ہیں کسی کے مرجانے پر ایسے کام جائز نہیں۔ تیسری صورت ایام مذکورہ میں سوگ کی رسمیں ہیں اس کی اصلیت تو یہی کچھ ہے کہ کسی شخص کے مرجانے کی وجہ سے غم اور اندوہ کے ظاہر کرنے کے لیئے مباح امر کو چھوڑ دیا جائے۔ اکثر اوقات بعض جاہل تو فرضوں اور واجبوں کو بھی چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی قباحت بالکل ظاہر ہے لیکن مباح کا ترک کر دینا سو وہ حلال زینت کا چھوڑ دینا ہے۔ جیسے مرد کنگھا نہ کرے یا سفید اور عمدہ کپڑے نہ پہنے یا آنکھوں میں سرمہ نہ لگائے یا خوشبو کو استعمال نہ کرے اور مزاج پرسی نہ کرے وعلیٰ ہٰذا القیاس اس کی مثالیں بہت ہیں اور اسی طرح عورتیں اپنی زینت چھوڑ دیں اور کسنب سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنیں اور مہندی نہ لگائیں اور اس کے سوا اور اسباب زینت میں سے کسی چیز کو استعمال نہ کریں۔ ہر میت کے مرنے سے تین دن تک یہ سوگ مباح ہے۔ اگر نہ ہو تو بہتر ہے اور اگر کر لی جائے تو کچھ گناہ نہیں اور اس سے زیادہ کی حرمت حدیث شریف میں صراحتًہ موجود ہے ہاں عورت کو اپنے خاوند کے مرجانے پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرنا فرض ہے اگر نہ کرے تو گناہ گار ہو گی۔ اس کے سوا تمام سوگ حرام ہیں خواہ وہ کسی پیغمبر پر ہوں یا صدیق پر یا شہید پر موت یا قتل یا شہادت کے دنوں میں ہو یا اور دنوں میں۔ اس حکم میں کسی کی تخصیص نہیں پس جو شخص کہ محرم کے پہلے دس دنوں میں اظہار مصیبت کے ارادے پر کسی مباح کو ترک کرے گناہ گار اور حرام کا مرتکب ہو گا اور اگر اس قصد کے سوا ترک ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں۔ مثلاً جو شخص

آنکھوں میں سرمہ لگانے کا عادی نہ ہو ان دِنوں میں بھی اگر سرمہ نہ لگائے تو گناہگار نہیں اور جو شخص کہ اس کا عادی ہے اور صرف انہیں دِنوں میں چھوڑ دے تو قصد مذکور کا قوی گمان ہے اور اسی قصد پر گناہ کا مدار ہے حاصل کلام مدار نیت پر ہے اور اپنی نیت کو ہر شخص بخوبی جانتا ہے۔ ایک مشتبہ صورت باقی رہی اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی انہیں محرم کے دس دنوں میں مباحات کو ترک کر دیتا ہے لیکن سوگ کے ارادے پر ایسا نہیں کرتا بلکہ مبتدع لوگوں کی طعن و تشنیع سے بچنا اس کی غرض ہے کہ اگر ان دِنوں میں مباح کو نہ چھوڑے گا تو بدعتی لوگ اور عام اہل زبان اس پر طعن کریں گے اور اس کو اہل بیت کی عداوت اور بغض سے متہم کر کے طعنہ زنی کریں گے اور حقارت کی نگاہ سے اس کی طرف دیکھیں گے یا کوئی دنیوی نقصان پہنچائیں گے۔ اگرچہ اس ارادے سے مباح کا چھوڑنا حرام نہیں لیکن خلل سے خالی نہیں کیوں کہ یہ بھی ایک ایسے امر کا ارتکاب ہے جو ظاہر میں حرام معلوم ہوتا ہے اور اس سے بدعتیوں کی موافقت لازم آتی ہے اور اس کا یہ فعل جو ظاہراً منع ہے آئندہ نسلوں کے لیے محل اتباع رہے گا اور پچھلے لوگ اس کام کو حجت گردان کر اپنی پلید نیتیں اس کے ساتھ جوڑ لیں گے اور بدعتی لوگوں کی بدگوئی کا عذر مقبول نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ یعنی اور ضرور تم اپنے سے پہلے اہل کتاب اور مشرکوں سے دکھ دینے والی بہت سی باتیں سنو گے اور اگر تم نے صبر کیا اور پرہیزگار بنے تو بے شک یہ ہمت کے کاموں سے ہے اور دنیوی نقصان اٹھانا اہل بدعت کی موافقت سے بہت بہتر ہے اور دینداری کے کاموں میں اس کا لحاظ کرنا کمالِ ایمان سے دور اور ایمان کے نقصان کا باعث ہے۔ ہاں ان کی توبہ کی امید یا اسی جیسے کسی اور دینی نفع کے لیئے اتنے تساہل کا مضائقہ نہیں۔

Marfat.com

چوتھی صورت

دوسری صورت کی ایک باریک شاخ ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مجلس منعقد کرکے نہایت شرح اور تفصیل کے ساتھ شہادت کا قصہ اس ارادے سے بیان کریں کہ لوگ اسکو سن کر افسوس اور حسرت اور گریہ وزاری کریں۔ اگرچہ ظاہر نظر میں اس میں کچھ خلل ظاہر نہیں ہوتا لیکن درحقیقت یہ بھی مکروہ ہے اور ناپسندیدہ کام ہے۔ اس لیئے کہ صدمے کے حادث ہونے یا اس کے بیان کے وقت میں استرجاعؒ اور صبر کا حکم کیا گیا ہے۔ افسوس اور حسرت کے اظہار اور تکلف کے ساتھ اس کے پیدا کرنے کا حکم نہیں کیا گیا پس کسی مصیبت کے آجانے یا اس کے یاد کرنے کے وقت میں صابرین کے طریق کو اختیار کرنا گو تکلیف سے ہی ہو لازم ہے اور گریہ وزاری اور جزع وفزع کے اسباب کا جمع کرنا بے شک صابرین کے طریق کے برخلاف ہے اور جو لوگ اس صورت کا ارتکاب کرتے ہیں اپنے دلوں میں اسے حضرت امامین رضی اللہ عنہما کی نہایت محبت اور کمالِ بزرگی جانتے ہیں اور یہ ظاہر مغالطہ ہے کیوں کہ مصائب کا تکرار اور اس کا ذکر کرنا مصیبت والوں کی ناخوشی کا باعث ہوا کرتا ہے۔ وہ تو ایک مصیبت تھی جو گذر گئی پھر اس کے تکرار اور ذکر کا کچھ فائدہ نہیں۔ جو صحیح العقیدہ مومن اس کو سنے گا اس کو غم اور اندوہ پیدا ہو گا۔ حضرات اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حال کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیئے۔ اگر بالفرض ان باتوں کو سنیں تو ضرور رنج حاصل کریں گے اور اگر اس طرف نظر کی جائے کہ چند روز کی یہ ظاہری مصیبت اور تکلیف حضرت سید الشہداءؑ اور باقی شہدائے کربلا اور اس مشہدِ مقدس کے حاضرین کے مرتبے کی کمال بلندی کا باعث ہوئی ہے اور پھر ہرگز غم اور اندوہ کا مقام نہیں بلکہ

ؒ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا یعنی ہم بھی اللہ کا مال ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں

Marfat.com

خوشی اور فرحت کی جگہ ہے اور جو لوگ اپنے زعم باطل سے اپنے آپ کو حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کا محب قرار دے کر صریح ممنوع اور حرام امور کو عمل میں لاتے ہیں بالکل اس جناب کے مردود اور مطرود ہیں اس سے کہ ان بزرگوں نے تو مشروع امور کے قائم کرنے اور نامشروع کے موقوف کرنے کے لیئے بڑی جانبازی کے کام کیئے ہیں۔ پس جو شخص امور مذکورہ بجالا کر ان کو خوش کرنا چاہتا ہے گویا وہ یزید کی طرح امام حسینؓ کا مدمقابل ہے کیوں کہ یزید سے جنگ کرنے کا سبب اس سے ناجائز امور کے صادر ہونے کے سوا کچھ نہ تھا اور جب یہ آدمی ناجائز کام کا مرتکب ہوا اور اس پر اصرار کیا اور اس کام کو بہتر اور عبادت جانا تو حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ کی جانب سے دھتکارنے کے لائق ہو گیا اور آپ کے دشمنوں کے متابعت کنندوں میں شامل ہو گیا اور اصل یہ ہے کہ اپنے فاسد گمانوں کی متابعت مسلمان آدمی کے لیئے زہر قاتل ہے اسے چاہیئے کہ شریعت کے حکم کو لازم الاتباع جان کر اس کو نہ چھوڑے۔ چونکہ شارع علیہ السلام نے ماتم وغیرہ امور کی اجازت نہیں دی اور مطلقاً اس سے منع فرمایا ہے تو اپنی محبت کے گمان پر ان ناجائز کاموں کا مرتکب ہونا گویا اپنی ناقص عقل کو حکم شرع پر رائج کرنا ہے۔ ممکن ہے کہ نفس کی دھوکہ دہی کے باعث اپنی چھپی ہوئی بری وصفیں معلوم نہ ہوں اور ایک صفت دوسری صفت سے مشتبہ ہو جائے جیسے بیمار جو اپنے آپ کو تندرست سمجھتا ہے اور جو محبت کے مدعی یہ کام کرتے ہیں ان کے دعوی کو جھٹلانے والی بہت سی نشانیاں موجود ہیں اس واسطے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ گریہ وزاری اور محفل آرائی کے جوش اور تعزیہ سازی سے ہرگز حضرت امام رضی اللہ عنہ راضی نہیں ہوتے اور ہرگز ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ پس صرف نفسانی خواہش کے لیئے ہی وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور جس امر کو فریب اور مکر کے ساتھ حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کا راضی کرنا کہتے ہیں درحقیقت وہ نفس کا

Marfat.com

شیطان کا راضی کرنا ہے اور اس جھوٹے دعوے کے ساتھ کہ یہ تمام خرچ اور کام آپ کی محبت کی وجہ سے ہیں۔ جہلا کی نظروں میں اپنے برے کاموں کو نیک ظاہر کرتے ہیں کیوں کہ اگر حضرت امام کا راضی کرنا اور آپ کی محبت منظور ہے تو اس مال کو محتاج سادات پر خرچ کیوں نہیں کرتے اور ان کی تعظیم اور اعزاز میں کوشش کیوں نہیں کرتے اور اشتباہ نسب کا بہانہ ہر جگہ پیش نہیں جاتا۔ اس لئے کہ بہت صیحح النسب سیّد بھوک کے مارے مر جاتے ہیں اور یہ لاف زن مدعی جان بوجھ کر اپنے غلاموں بلکہ کتوں کے برابر بھی ان کی خبر گیری نہیں کرتے۔ سادات کے بارہ میں ان کی اس قسم کی بے پرواہیوں کے ظاہر ہونے کے باوجود ان کو محب اور مخلص سمجھنا محض نادانی اور حماقت ہے۔ دین متین کی اشاعت اور شرع مبین کے احکام کے رواج دینے میں اپنی جان اور مال کو خرچ کرنا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کسی کی پرواہ نہ کرنا اور کافروں اور فاسقوں بدعتیوں پر ظاہر انکار کرنا اور ان کی خوشامد اور چاپلوسی سے پرہیز کرنا اور بالکل مداہنت نہ کرنا اور آپ کی بزرگوار آل کو دوسرے لوگوں پر ترجیح دینا اور قولی اور فعلی اور مالی عبادت کا ثواب آپ کی پاک روح کو پہنچانا سچی محبت کے نشان ہیں۔ پس جو شخص ان امور میں قصور کر کے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر نفسانی کھیلوں میں مال خرچ کرتا ہے وہ بیجا اور بے محل جھوٹ باندھ کر اپنی عاقبت کی تباہی سے بے ڈر ہو گیا ہے ؛ اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالیٰ وَجَمِیْعَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ شَرِّ الْمُنٰفِقِیْنَ الضَّآلِّیْنَ۔

تیسری ہدایت

ان بدعتوں کے ذکر میں جو فاسد رسموں کے التزام میں عوام الناس میں پھیل گئی ہیں اور اس میں ایک تمہید دو افادے اور ایک فائدہ ہے ؛

تمہید

جو رسمیں کہ شادی اور ماتم کے موقع پر ہندوستان کے ملک میں رائج ہو گئی ہیں اور ان کا التزام لوگوں کے ذہن نشین ہو گیا ہے اور ان کا چھوڑنا رواج کی مخالفت اور اور طعن و تشنیع کے سبب سے نہایت شاق گزرتا ہے اور جاہل لوگ ان رسموں کے اہتمام کو شرعی واجبات پر مقدم اور ان کے چھوڑنے کو محرمات سے زیادہ جانتے ہیں دینی اور دنیوی امور کی بربادی کا باعث ہیں کہ لوگوں کو نہایت تنگی میں ڈال کر ضروریات دین سے باز رکھتی ہیں مثلاً ختنہ کی دھوم دھام کا التزام یہاں تک پہنچا کہ نامختون بالغ بڑی عمر کا ہو جاتا ہے اور بے حیائی اور بے پردگی کا باعث بن جاتا ہے اور بعض اوقات یہ شرعی شعار رہ ہی جاتا ہے اور ایسا ہی نکاح کے معاملہ میں جو تاخیر واقع ہوتی ہے وہ جوان آدمی کے واسطے حرام کاری کا باعث بنتی ہے۔ بالغ ہونے اور جوانی کے زور کے بعد بڑی مدت تک انتظار کرنا اور ارتکاب حرام سے صبر کرنا نہایت ہی دشوار ہوا کرتا ہے اسی طرح ماتموں میں اگرچہ تاخیر کو ان میں گنجائش نہیں لیکن ان رسموں کا التزام ضروری امور میں حرج کا باعث ہوتا ہے اور رسوم کے پابند لوگ تجہیز اور تکفین اور قبر کھودنے میں سستی کر کے ادائے سنت سے قصور کرتے ہیں اور طعنہ زنی کے ڈر سے سوم اور چہلم کے کھانوں میں فراخی کرتے ہیں اور ماتم اور شادی کی رسوم کی حفاظت کے لیے واجب حقوق سے غفلت کرتے ہیں اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ رسم کے چھوڑنے کی شرمندگی انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے اور رسم کی حفاظت کے واسطے اپنی معاش کے اسباب کو بیچ ڈالتا ہے اور مفلس ہو جاتا ہے اور گداگری کو جو دونوں جہان کی ذلت کا باعث ہے اپنے اوپر گوارا کر لیتا ہے اور یہ خرابیاں لوگوں کے دلوں میں ان رسوم کے سخت پختہ ہو جانے اور ان کے چھوڑنے والے کے حال پر طعنوں کے

Marfat.com

متوجہ ہونے کے باعث ہی پیدا ہوئی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص نماز کو عمداً چھوڑ دے تو وہ اس قدر ملامت کا سزاوار نہ ہوگا جس قدر کہ شادی کی محفل میں ناچ راگ کے ترک سے ملامت کا مستحق سمجھا جائے گا۔ اسی واسطے ایسے آدمیوں کو کھانوں میں بہت تکلف کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ شادی کی محفل کی آرائش میں نہایت کوشش کرتے ہیں حالانکہ چھوٹے بچے بھوک کے مارے مرنے لگتے ہیں اور کمالِ جہالت اور نادانی ہے کہ اس الٹی بات کو کمالِ مروت اور جواں مردی جانتے ہیں اور ایسی ضرورتوں کے پیش آنے کے موقع پر حرام اور حلال کی تمیز نہیں کرتے اور جہاں سے جس طرح سے مال ہاتھ آئے اس کے لینے کی پرواہ نہیں کرتے اور جب مال ہاتھ آجاتا ہے تو صریح خلافِ شرع اور خلافِ عقل اور محض شیطانی راستے میں اس کو خرچ کرتے ہیں حاصل کلام رسموں میں التزام کی بناء ہوا اور ان کا اہتمام دنیا کی غیرت اور عزت اور نام پر ہے اور جس کام کی بناء ایسی ہو بیشک وہ اللہ کو ناپسند ہے بلکہ عالم ملکوت سے اس کام اور اس کے کرنے والوں پر لعنت کی آوازیں آتی ہیں اور اس کا دیکھنا کامل ایمانداروں کے صاف دلوں کی کدورت اور تاریکی کا باعث ہوتا ہے اور قیامت کے دن اس کے مرتکب سے حساب ہوگا کہ اس قدر مال بیجا خرچ کر کے اخوان الشیاطین کی جماعت میں کیوں داخل ہوا؟ اور اکثر ناجائز امور کے ارتکاب اور حرام کی پرواہ نہ کرنے کے باوجود بھی مجبوراً ان سے یہ رسمیں خود بخود موقوف ہو جاتی ہیں۔ پس اگر پہلے پہل ہی اپنے اختیار سے بغیر مجبوری کے اگر ان بیہودہ رسموں کو چھوڑ دیں تو ان کی معاش اور معاد کی کس قدر اصلاح کا باعث ہو اور اللہ عزوجل کی خوشنودی و رضامندی ان کو نصیب ہو۔ پس راہِ خدا کے طالب کو لازم ہے کہ ان رسموں سے بیزار ہو کر ان کے برہم کرنے اور اپنے گھر اور خاندان اور قبیلہ وار اور محلہ اور شہر

Marfat.com

اور ملک سے ان کے موقوف کرنے میں حتی المقدور کوشش کرے۔ اگر یہ صحیح نیت سے کیا تو اس کا اجر اور ثواب ملے گا اور اس بات سے نہ ڈرے کہ میری سعی کی قدر نہ ہوگی۔ یا میرے خویش اور اقربا میری متابعت نہ کریں گے۔ ایسے فاسد گمانوں سے اللہ تعالےٰ کے پسندیدہ کام کی پیروی کرنے میں قصور کرنا قبیح ہے جب کام خدا تعالےٰ کے ساتھ ہے تو اور کسی کا کیا فکر اور کیا ڈر۔ ہاں ان رسموں کے توڑنے میں جو طریق کہ دوسروں کی پیروی کا باعث ہو اور شریعت کے ساتھ مخالفت بھی نہ رکھتا ہو اسی طریق کو اختیار کرنا چاہیئے تاکہ اس کی کوشش اس حدیث خَيْرُ الْهُدٰى مَا اتُّبِعَ ؎ کے مضمون کے موافق ہو اور یہ بھی گمان نہ کریں کہ فوت شدہ لوگوں کو طعام سے فائدہ پہنچانا اور ان کی فاتحہ خوانی ٹھیک نہیں ہے اس لیئے کہ یہ کام تو بہت بہتر اور افضل ہے۔ ہماری غرض صرف یہ ہے کہ رسم کا پابند نہ ہونا چاہیئے۔ تاریخ اور دن اور طعام اور جنس اور قسم کی تعیین کے بغیر جس وقت اور جس قدر کہ موجب ثواب ہے بجالائے اور جب میّت کو کچھ نفع پہنچانا مقصود ہو تو اسے کھانا کھلانے پر ہی موقوف نہ سمجھنا چاہیئے۔ اگر ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ صرف سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کا ثواب بہت بہتر ہے اور تاریخ اور دن اور طعام کی قسم اور وضع کے مقرر کرنے میں تنگی پیش آتی ہے اور اس بات کا اہتمام تضیع اوقات کا باعث ہوتا ہے اور دوسرے ضروری کام موقوف رہ جاتے ہیں اور اپنا اور بیگانہ نہ تاریخ اور دن کا منتظر رہتا ہے اور خویش اور اقربا جمع ہو جاتے ہیں اور خواہ مخواہ دشوار کام کا بھی آدمی کو ضرور انتظام کرنا پڑتا ہے۔ پس میت کے

؎ بہتر ہدایت وہ ہے جس کی پیروی کی جائے۔

حق میں تجہیز و تکفین اور دفن کے بعد دعاء اور تعزیت کے سوا اور کسی رسم کا التزام نہ کرنا چاہیئے اور اسی طرح نکاح میں ولیمہ کے سوا جو سنّت موکدہ ہے اور سب رسموں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اس مقام میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام اخلاق حضرت محمّد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مطلق پیشوا اور محبوب مان کر اور دل و جان سے اس پر راضی ہو کر ہند اور سندھ اور فارس اور روم کی ان تمام رسموں کو جو آپ کے برخلاف ہوں یا صحابہ کرام کے طریقہ پر ان سے زیادتی لازم آئے ترک کر دے اور ان پر کراہت ظاہر کرے اور اگر بیٹیوں کے مار ڈالنے یا اس جیسی زمانہ جاہلیت کی وہ رسمیں جاری ہو جائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلّم کے زمانہ میں نابود ہو گئی تھیں اور ان کے ابطال میں آں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت ساری تاکیدیں منقول ہیں تو ان کے ابطال میں پوری کوشش کرے

پہلا افادہ

بیوہ عورتوں کو دوسرے نکاح سے منع کرنا انہی بد رسموں سے ہے جو ہندوؤں کے اختلاط سے ہندوستان کے مسلمانوں میں مشہور ہو گئی ہیں اور یہ خراب رسم یہاں تک مروج ہو گئی ہے کہ لوگ اس جائز اور مستحب امر کو محرمات شرعیہ سے زیادہ برا جانتے ہیں۔ لیکن اس کے دور کرنے میں پوری کوشش کرے اور اگر اس کے خویشوں میں سے یہ صورت پیدا ہو جائے تو خواہ مخواہ دوسرا نکاح کرا دے اور اگر اس کے اتباع سے قصور کریں تو اللہ کے لیئے ان سے ملاقات اور برادری ترک کر دے کیوں کہ غالب یقیناً اس کام کے عیب سمجھنے کی وجہ ہندوؤں کی رسم کا التزام ہے ورنہ اور کوئی مطلب معلوم نہیں ہوتا۔ اگر اس رسم کے توڑنے سے اپنے بزرگوں اور بڑوں کی رسم کا چھوڑنا

لازم آتا ہے تو ہرگز پرواہ نہ کرے اور اللہ جل شانہٗ کی جانب کو تمام اہل حقوق کی جانب سے مقدم جانے اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کی قطع تعلقی کو مدنظر رکھے۔

دوسرا افادہ

اپنے باپ دادا کی بزرگیوں پر فخر کرنا اور ان کی شفاعت پہ بھروسہ کرنا رسوم جاہلیت کا وہ بقیہ ہے جو اس امت مرحومہ میں نہایت درجہ کی پھیلی ہوئی ہیں اور سادات اور پیرزادوں جیسے بلند خاندان والے اس میں گرفتار ہیں اور اسی افتخار اور اعتماد کی وجہ سے اہل اسلام کے شعار یعنی تواضع اور عاجزی اور اہل ایمان کی بڑی بزرگی یعنی پرہیزگاری اور نیکوکاری کو بالکل فراموش کر کے ان کی بجائے تکبر اور اکڑ بازی اور بدعتوں کا اظہار اور ناجائز امور کا ارتکاب حاصل کر کے کلام اللہ اور کلام رسول کو پس پشت ڈال دیئے ہیں گویا انہوں نے آیہ کریمہ[۱] لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ اور آیہ کریمہ[۲] لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَیْئًا اور آیت[۳] فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ اور آیت[۴] یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اور آیت[۵] تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ اور حدیث[۶] اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ وَ فَخْرَهَا بِالْاٰبَاءِ اِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ اَوْ فَاجِرٌ شَقِیٌّ اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْا اٰدَمَ وَ اٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔

---

[۱] اللہ تعالیٰ کے پاس اس شخص کے سوا جس کے لیئے اس نے اذن دیا ہے کسی کی سفارش سے کچھ فائدہ نہ پہنچے گا [۲] کوئی نفس کسی نفس کے کچھ کام نہ آئے گا

Marfat.com

اور انہی جیسی اور احادیث اور آیات کو کبھی ہوش کے کانوں سے نہیں سنا اور محض اپنے وہموں اور ظنوں اور اپنے جیسے لوگوں کے باطل مسلمات پر اعتماد کر کے اپنی جان کو ہلاکت کے بھنور میں ڈال دیا ہے۔ سبحان اللہ یہ کیسی حماقت اور نادانی ہے کہ یہ لوگ نجات کے قطعی اور یقینی اسباب کو چھوڑ کر وہمی اور ظنی اسباب پر اعتماد کر بیٹھے ہیں اور ان نادانوں کی جہالت کا حال اس کے مشابہ ہے کہ ایک شخص بہت سارے مال جو اپنے قبضہ میں رکھتا تھا اور اسے یقینی طور پر ان سے فائدہ حاصل کرنے کی امید تھی۔ پھر کیمیا کے موہومی حیلوں کے حاصل کرنے میں سارے کا سارا برباد کر ڈالا۔ القصہ اگر یہ نسبی علاقہ آخرت میں نافع ہے تو نہایت ہی ظاہر ہے کہ اس سے غفلت اور بے پروائی کی وجہ سے اس نفع میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا کیونکہ نسبی علاقہ اختیاری افعال سے نہیں کہ غفلت اور بے پروائی کی وجہ سے ٹوٹ جائے پس جب غافل آدمی کو قیامت کے دن نسبی علاقہ سے فائدہ حاصل ہو جائے گا تو اس کو اس غیر مترقبہ نعمت کے حاصل ہونے کے باعث دوگنی خوشی ہو گی اور اگر قیامت میں یہ علاقہ کارآمد نہیں ہے اور

بقیہ حاشیہ: ؎ جب نرسنگا پھونکا جاوے گا تو لوگوں میں نسب کا کچھ لحاظ نہ ہو گا۔
؎ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری گوتیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو بے شک تمہارا بڑا پرہیزگار اللہ کے نزدیک زیادہ باعزت ہے ؎ وہ ایک جماعت جو گذر چکی ہے ان کے اعمال کا فائدہ انہیں کو پہنچے گا اور تمہارے اعمال کا تم کو۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کا فخر اور باپ دادا کے ساتھ فخر کرنا دور کر دیا ہے۔ آدمی مومن پرہیزگار ہے یا فاجر و بدبخت ہے سارے لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی کے ہیں ؎ ؞

Marfat.com

اس شخص نے اپنی تمام عمر اسی کے نفع کی امید پر گزار دی ہے تو اپنے جہل مرکب سے نہایت پشیمانی اور ندامت اٹھائے گا اور نفسانی رنجوں اور روحانی عذابوں میں گرفتار ہو گا۔ پس اس نسبی علاقہ کی پرواہ نہ کرنا اور ایسے ہی وہمی امور پر بھروسہ نہ کرنا ہر طرح اچھا ہے والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

فائدہ

بزرگوں کی اولاد میں میراث کے طور ایک استعداد رکھی جاتی ہے لیکن محض استعداد امور معاش یا معاد میں کار آمد نہیں ہے۔ ہاں اگر وہی استعداد ظاہر ہو جائے اور سیکھنے سکھانے یا شریعت پر کاربند ہو جانے کے باعث جلوہ گر ہو پڑے تو البتہ اس سے بڑے بڑے کام اور فائدے نکلتے ہیں اور ان استعدادوں کو بھی ان ازلی استعدادوں کے قائم مقام سمجھنا چاہیئے جو بھلی بری استعدادوں سے ازل الآزال میں ہر شخص کے حصہ میں آئی ہیں لیکن جزاء کی بناء محض استعدادوں پر نہیں۔ اسی واسطے جب تک اس استعداد کے آثار ظاہر نہ ہوں جزا کے کارخانے میں وہ استعداد کسی شمار میں نہیں آتی۔ ہاں اتنی بات یقینی ہے کہ ہدایت اور گمراہی کے اسباب بہم پہنچنے سے نیک بختی اور برائی کے آثار اسی کے موافق ظاہر ہوں گے۔ پس ثمرات کا بالفعل مترتب ہونا آثار پر موقوف ہے اگرچہ ان کو ایک پوشیدہ سا ربط استعدادوں کے ساتھ بھی ہے لیکن استعدادوں کے ساتھ ثمرات کا رابطہ بہت پوشیدہ ہے اور آثار بہت ظاہر مثلاً آلات حرب کے ساتھ منافع حرب کو ایک ظاہری ربط ہے اور لوہے کے ساتھ پوشیدہ۔ اسی واسطے پولاد کی زنگ خوردہ تلوار وہ کام نہیں کرتی جو لوہے کی مصقل تلوار کیا کرتی ہے۔

Marfat.com

"دوسری فصل تہذیب اخلاق میں"
اور اس میں دو ہدایتیں ہیں

پہلی ہدایت

پسندیدہ اور ناپسندیدہ اخلاق کے اجمالی ذکر میں اور اس میں
تین تمہیدیں اور پانچ افادے ہیں۔

پہلی تمہید

بخل اور حسد اور تکبر اور حرام اور غلیت اور کینہ اور ریا اور کذب اور طمع اور حرص جیسی بدعادتیں کے ساتھ سالکان راہ حق کے نفوس کا آلودہ ہو جانا ان پر رحمانی فیض کے اترنے اور خدائی عنایات کے وارد ہونے کا بڑا ہی قوی مانع ہے۔ سلف صالح ان رذائل کا تزکیہ نہایت ضروری جانتے ہیں اور ان کو صرف خدا تعالےٰ کی رضا جوئی کے واسطے اپنے دل سے دور کرتے تھے یہاں تک کہ ان کا کچھ اثر باقی نہ رہتا اور ان کے دل صاف ہو جاتے اسی لیئے بے نہایت مہربانیوں کا مورد ہوا کرتے اور اسی تصفیہ کی وجہ سے جو محض اللہ تعالیٰ کے خوشنودی کے واسطے عمل میں لاتے مقبول ہو جاتے اور جو شخص کہ سلوک کے مراتب سطے کرنے کے باوجود آثار عنایت کا مورد نہ بنے تو بے شک ان تمام رذائل یا بعض آثار اس میں موجود ہوں گے۔ پس ان رذائل کا وجود عنایات الٰہی کے ورود کا مانع ہے۔

دوسری تمہید

سلف صالح کے واسطے بدعادتوں سے نفس کے پاک کرنے میں اللہ کی توفیق سے یہی اسلامی نیک افعال اور اپنے پیشواؤں کی ہم نشینی ہی بہتر ہوا کرتی تھی اور اس فن کے لوگوں نے طب کے طور پر ان کی علامتوں اور اسباب اور

Marfat.com

معالجوں کو تحقیق کر کے کتابیں تصنیف کی ہیں لیکن وہ بیان نہایت واضح اور روشن ہونے کے باوجود کافی نہ تھا بلکہ پست ہمت لوگ ان بڑی بڑی کتابوں کے مطالعہ سے یہی گمان کرتے ہیں کہ یہ انہی لوگوں کا حال ہے جو گذر گئے ہیں اور حظیرۃ القدس میں داخل ہو گئے ہیں اور ان کی ماہیئت کچھ اور ہی تھی کہ ان کثیر عملوں اور مشکل محنتوں پر قائم رہے اور اپنے آپ کو اس مقام سے بہت دور خیال کرتے ہیں اور بعض غلط فہمی کے باعث اپنے آپ کو ان بد عادتوں سے بالکل پاک اور ان کی ضد یعنی محض نیک عادتوں سے مزین جانتے ہیں۔ پس اس زمانے کے لوگوں کے مناسب حال یہ ہے کہ معرفتِ الٰہی کی طرف پہنچنے کے واسطے مراقبہ اختیار کریں اور بدون اس کے بارگاہِ قبولیت میں پہنچنے کو محال سمجھیں اگرچہ معرفت کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں لیکن عنایت اور قبولیت کے راستے سے نہیں بلکہ ایک اور دروازے سے پہنچے ہیں جہاں مقبول اور نامقبول کی کوئی پرسش نہیں ہے اور نفس اور شیطان جو کہ مقبولیت حق کی بارگاہ میں کتے اور دربان کی جا بجا ہیں ان کو نہیں چھوڑتے کہ اس مقام میں پہنچ جائیں اعمال صالحہ اور رذائل مذکورہ سے خالی ہونے اور نیک عادتوں کے ساتھ مزین ہونے کے سوا شیطان اور نفس کی شرارتوں سے بچ کر اس مقام میں پہنچنا ممکن نہیں اور ان بد عادتوں کا چھوڑ دینا تو اس چوبدار اور نقیب کی مانند ہے جو خود بخود انسان کو مقام مقصود پر پہنچا دیتا ہے اور بعض اوقات اس بارگاہ سے ایک خاص اجتبا حاصل ہو جاتا ہے کہ اعمال کی کثرت اور تکلیفوں اور مشقتوں کے اٹھائے بغیر ہی آدمی کو قبولیت سے کامیاب کر دیتا ہے اور ایسے برگزیدہ بندوں کو تربیت اور تلقین کی کچھ حاجت نہیں رہتی، خود اللہ اللہ تعالیٰ ان کا مربی ہو جاتا ہے۔ مخلوقات میں سے کسی کا احسان مانتے

اور تکلیفیں جھیلنے کے سوا ہی ان کو پسندیدہ خصلتوں سے مزین اور ناپسندیدہ
خصلتوں سے پاک کر دیتا ہے پس اس کا طریق یہ ہے کہ پہلے قرآن مجید اور
حدیث شریف کے پڑھنے کا شغل کرے اور اپنے کچھ اوقات کو ان کے حاصل کرنے
کے لیئے خرچ کرے تاکہ فضائل اور رذائل کی اصلیت سے واقف ہو جائے اور
اپنی ضروریات کے حاصل کرنے کے لیئے پریشان نہ ہووے۔ بعد ازاں اس یادداشت
کے ساتھ مشغول ہو جاوے جو نقشبندی طریقے میں مقرر ہے۔ یعنی ذات حق
کا ہمیشہ ملاحظہ رکھے اور اسی ملاحظہ میں دوسرا ملاحظہ ملادے جس سے احکام
شرعیہ کی تعظیم اور ان کی بجا آوری کا عزم اور منہیات شرعیہ کا اہتمام اور ان سے
بچنے کا عزم مراد ہے۔ پس ہر وقت اور ہر جگہ تنہائی اور مجلس اور کوچہ اور بازار
اور مسجد اور خانقاہ اور کھانے اور پینے اور یار دوستوں کی ملاقات اور معاش
اور معاد کے وجوہ میں مشغول ہونے القصہ تمام حالتوں میں با خبر رہے کہ کبھی بھی
منہیات مشتبہ کی طرف دل کا میلان نہ ہو جائے اور احکام شرعیہ
کے اہتمام میں ہمیشہ دل کو چالاک اور بانشاط رکھے اور جملہ احکام شرعیہ سے
نماز اور تلاوت قرآن مجید جیسے عمدہ اوامر کو خاص لحاظ سے ملحوظ رکھے اور ہر
حال میں اس کا دل نماز سے متعلق رہے اور جونہی نماز کا وقت پہنچ جائے یا اذان
سن لے تو اس طرف سے غفلت نہ کرے اور کسی کام کو نماز پر مقدم اور
اس سے ضروری نہ جانے اور ہر کام کا فوت ہونا نماز کے ادا کرنے کی جانب
میں اس کو سہل اور آسان معلوم ہو جیسے کسی محبوب کی ملاقات کسی عاشق کو میسر ہو
جائے تو ممکن نہیں کہ دوسرے کام میں مشغول ہو اگرچہ اس کے ہزاروں کام فوت
ہو جائیں گے تاہم اپنے معشوق کے ساتھ بات چیت کو نہایت ہی مرغوب
جانے گا اسی طرح نماز کو حدیث شریف وَقُرَّةُ عَيْنِي

فِی الصَّلٰوۃِ کے موافق اصلی خوشی اور راحت سمجھ کر دنیا اور دین کا کوئی کام اس پر مقدم نہ رکھے اور اسی طرح دوسرے ارکان روزہ اور زکوٰۃ اور حج کی تخصیص کرے اور اسی طرح جہاد کو بھی خاص طور پر ملحوظ رکھے کیوں کہ وہ سنام الاسلام ہے اور اس میں جان اور مال کے خرچ کرنے اور رنج اور تکلیف اٹھانے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت کی حقیقت اچھی طرح اچھی طرح کھل جاتی ہے اور جب اسی لحاظ اور خیال پر پیشگی کرتے ہوئے کچھ زمانہ گذر جائے گا تو ساری عادتیں عبادت بن جائیں گی مثلاً وہ کھانا بھی ایسی ہی نیت سے کھائے گا جو اللہ جلشانہٗ کی خوشنودی کا باعث ہو گی اور اسی وقت سوئے گا جب اس کا دل گواہی دے گا کہ اس وقت کا سونا اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے باقی امور کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔ دل سے بد عادات کے دور ہو جانے کے بعد شجاعت، قناعت، سخاوت، پاک دامنی، صبر، شکر، رضا بالقضا توکل وغیرہا جیسی صفتیں خود بخود حاصل ہو جائیں گی لیکن مستقل طور پر ان کے حاصل کرنے کا بھی ارادہ کرے تاکہ ہر ایک کے ساتھ کمال طور پر موصوف ہو جائے اور جب اپنے دل کو پاک کر کے احکامِ شرعیہ پر چست و چالاک ہو کر سلوک کی راہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ سلف کی طرح عنایات الٰہی کا مورد ہو گا۔ اس کی عنایات کا کوئی ٹھکانہ نہیں جو لوگ کہ اس کی عنایات سے ممتاز ہوئے ہیں وہ بھی اسی قسم کے آدمی تھے اور جو لوگ کہ اس کی عنایتوں سے محروم ہیں وہ بھی اپنے ہی قصور سے محروم ہیں۔ وَمَا ظَلَمْنٰھُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَھُمْ

حاشیہ صفحہ: نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

ﷺ اور ہم نے تو ان پر کوئی ظلم نہیں کیا وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

Marfat.com

يَظْلِمُونَ. اس سے خبر دے رہا ہے۔ شعر

ہر چہ ہست از قامت ناساز و بد اندام ماست

ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

اور مامورات و منہیات کا بیان بہت لمبا ہے۔ ان کی واقفیت کی سبیل یہی ہے کہ سالک کلام اللہ کو مضبوط پنجہ مارتے رہے۔ اگر یاد کرے تو بہتر ہے اور اگر یاد نہ کر سکے تو قرآن مجید کی تلاوت کی پوری مہارت حاصل کرے اور اس کے معانی کو ظاہر کرنے والے ترجمہ سے آگاہ ہو کر تدبیر اور سوچ بچار کے ساتھ اس کی تلاوت کیا کرے اور صرف تلاوتِ قرآن کو بڑی غنیمت جانے کیوں کہ یہ سب عبادتوں سے بڑھ کر ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے حاصل کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہونا ہے اور یہ اس کی صفات میں سے ایک ایسی صفت ہے جو عربی معجز عبارت کے لباس میں ظاہر ہوئی ہے اور جب اللہ جل شانہٗ کی صفتیں اس کی غیر نہیں تو تلاوت قرآن کے وقت اپنے آپ کو ایک قسم کا واصل بذات حق سمجھے اور وصول اور ہم کلامی اور سماع کی لذتیں حاصل کرے اور غفلت حجاب اکبر ہے۔ جب غفلت کا پردہ اٹھائے گا اس کے ساتھ واصل ہو جائے گا

حضوری گر ہمے خواہی ازو غائب مشو حافظ

تیسری تمہید

اعمال میں ان چاروں مذہبوں کی متابعت جو تمام اہل اسلام میں مروج ہیں بہت عمدہ ہے لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو ایک شخص کے علم میں منحصر نہ جاننا چاہیئے بلکہ آپ کا علم تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے اور مقتضائے وقت کے موافق ہر کسی کو پہنچا ہے اور جس وقت سے کتابیں تصنیف ہو کر

ان علموں کی جمعیت ظاہر ہو گئی ہے پس جس مسئلہ میں کہ صحیح صریح غیر منسوخ حدیث مل جائے اس میں کسی مجتہد کی متابعت نہ کرے اور اہل حدیث کو اپنا پیشوا جان کر دل سے ان کی محبت کرے اور ان کی تعظیم کو اپنے ذمے لازم سمجھے کیوں کہ وہ بزرگوار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے اٹھانے والے ہیں اور ایک طرح سے آپ کی مصاحبت حاصل کر کے آپ کے مقبول ہو گئے ہیں اور مقلد لوگ تو مجتہدوں کی تعظیم اور توقیر سے پورے واقف ہیں۔ وہ اس بات کی آگاہی کے محتاج نہیں

پہلا افادہ

جو شخص امرا و حکام میں سے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ راہ سلوک میں قدم رکھے تو ان امور شرعیہ کے اہتمام کے ساتھ جو سالکان طریقت کو چاہیئے عدالت اور انصاف کا اہتمام بھی ان کے واسطے ضروری ہے کیوں کہ ان کے حق میں عدالت سب عبادتوں سے بہتر ہے۔ عدالت میں گزشتہ بادشاہوں کے طریق کی رعایت نہ کرے بلکہ عدالت اور سیاست میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی پیروی کرے اور شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت اس کے واسطے کافی ہے اور خلفاء اور بادشاہوں میں فرق یہی ہے کہ بادشاہ تو دنیا کی اصلاح کو مقدم رکھتے ہیں اور آخرت کی کچھ پرواہ نہ رکھ کر اہتمام نہیں کرتے اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین دنیاوی کمال انتظام سلطنت باوجود دین کو جانے نہیں دیتے اور اس کی اصلاح اور ازدیاد کو مقدم اور ضروری جانتے ہیں اور بادشاہ اور امیر ظاہری شان وشوکت اور مکان اور پوشاک اور سواری میں اپنی عزت گمان کرتے ہیں جس قدر کہ وہ دینداری میں پکے رہے اسی قدر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ان کی عزت اور شوکت اور رعب ان کے

Marfat.com

دشمنوں میں زیادہ ہوتا ہے

دوسرا افادہ

ہر مسلمان کو دو چیزوں سے پرہیز کرنا لازم ہے اوّل تکبیر یعنی اس سے کہ اپنے آپ کو سب لوگوں سے بہتر اور بلند جانے اور ہمیشہ اپنی بلندی اور بزرگی کا خواہاں رہے کیوں کہ یہ بری خصلت انسان کو کبر تک پہنچاتی ہے۔ اسی واسطے اور خصلتوں اور عملوں سے بہت قبیح ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے لَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ وَّلَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ کِبْرٍ۔

یعنی ایسا کوئی شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی بھر ایمان ہوگا۔ اور ایسا کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی بھر کبر ہوگا۔

دوم مسلمانوں کو ایک جماعت میں فساد اور خرابی ڈالنا اور مکانوں اور وقتوں کے عموم کے لحاظ سے اس کے بہت سارے مرتبے ہیں۔ ایک تو ایک گھر والوں کو خرابی میں ڈالنا، دوم ایک شہر والوں کو، سوم ایک ملک یا چند ملک والوں کو اور ایک قرن یا دو قرن یا اس سے زیادہ کا فساد بھی اسی طرح ہے اور ان سب سے اعلیٰ وہ فساد ہے کہ کئی زمانوں تک اس کا اثر باقی رہے۔ جسطرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر بلوہ کرنے والوں کا فساد کہ اس کا اثر اس امت کے تمام زمانوں پر محیط رہا ہے اور یہ وہ پہلا فساد ہے جو امت میں واقع ہوا۔ اور فساد کی کئی قسمیں ہیں کبھی تو قتل سے ہوتا ہے اور کبھی اہانت سے اور کبھی عیبوں کو ڈھونڈنے سے اور کبھی بری صلاح دینے سے اور یہ امور بھی اشخاص کے لحاظ سے فساد کے معنی میں بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً محلے کے امور معاش اور معاد کے منتظم رئیس کے مار ڈالنے میں اور قسم کا

Marfat.com

فساد ہے اور کسی عادل منتظم بادشاہ کا قتل کرنا پہلی قسم سے ہزار ہا درجہ قبیح ہے کیوں کہ یہ کام تمام لوگوں کے امور کی پریشانی کا باعث ہے۔ ایسا ہی کسی مسجد کے ایسے مہتمم کو جس کے واسطے چند مسلمان نماز کے واسطے اکٹھے ہوتے ہیں، قتل کر دینا قبیح ہے اور کسی ایسے باکمال عالم کو جو مشکلات کا حل کرنے والا، اور خاص و عام کا مرجع ہو کر اپنے وقت کا امام اعظم اور زمانہ کا بخاری اور غزالی ہو چکا ہو" مار ڈالنا ایسا برا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اور اہانت اور تجسس عیوب کو بھی قتل پر قیاس کر لینا چاہیئے اور جس قدر خرابی زیادہ ہو گی اسی قدر ایمان کا نقصان زیادہ ہو گا اور اس بد کام کی زیادہ برائی کا یہی باعث ہے کہ اس سے کئی لوگوں کے حق ضائع ہوتے ہیں اور بہت سارے گناہوں کا بیج مدتوں تک باقی رہتا ہے اور فتنہ انگیز مفسد پر اس قدر وبال اکٹھا ہو جاتا ہے کہ غضب الٰہی میں گرفتار ہو کر برے خاتمہ کے ساتھ دنیا سے جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بخشش اور مغفرت سے ناامید ہو جاتا ہے اور ظلم سے بھی پرہیز کرنا لازم ہے کیوں کہ دراصل ظلم کا منشاء یا تکبر ہے یا فساد۔ پس ظلم میں یا تو تکبر کی شاخ ہو گی یا فساد کی اور تکبر اور فساد سے احتراز کرنا اسی وقت پورا ہو گا کہ ظلم سے پرہیز کرے۔ حدیث شریف میں ہے۔[1] اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَۃِ الصِّیَامِ وَالصَّدَقَۃِ وَالصَّلٰوۃِ قَالُوْا بَلٰی قَالَ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ وَاِفْسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ ھِیَ الْحَالِقَۃُ

تیسرا افادہ

مسلمانوں کو اپنے دل کی تسلی اور مصیبتوں میں توکل اور اللہ تعالیٰ کی غیر

---

[1] کیا میں تم کو روزے اور صدقے اور نماز کے درجے سے افضل چیز نہ بتلاؤں۔ لوگوں نے

Marfat.com

نعمتوں میں سے ہر نعمت خاص کر اس نعمت کے لیئے جو بمقتضائے
ان للہ فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا لھا[۱] خوشبو کے طور پر ہواؤں کے
پیچوں میں چلتی ہے اور ان خالی دماغ لوگوں کے دماغوں کے سوا جو خاص الٰہی رحمت
کے مہبط ہو گئے ہیں نہیں پہنچتی اس بے مثال قادر کی قدرت کی قدر جس طرح کہ
چاہیئے اپنے دل میں نقش کرنا ضروری ہے کیوں کہ اسی نقش کے اہمال نے ہی
ایک جماعت جو اہل کتاب کے نام سے موسوم وما قدروا اللہ حق قدرہ اذ
قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شیء ... کے داغ سے داغدار
کر دیا اور ایک بدانجام گروہ کے حال کی برائی کے بیان میں جو مشرکین کے نام سے
تمام مخلوق میں بدنام ہے نشان وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعا
قبضتہ یوم القیمۃ والسموت مطویات بیمینہ سبحانہ
وتعالی عما یشرکون ۝ جو کہ سخت انتقام کی علامت
ہے بلند کیا۔ پس جاننا چاہیئے کہ اس کی کامل قدرت کا پہچاننا ایمان کا لازمہ ہے۔
ہر ایمان دار جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے لیکن یہ معرفت اس کی

بقیہ حاشیہ ۔ عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں آپ نے فرمایا وہ آپس کے بگاڑ کی اصلاح
ہے اور آپس میں پھوٹ ڈالنا ہی مونڈنے والی چیز ہے[۱] بے شک تمہارے زمانے کے دنوں
میں اللہ تعالیٰ کی خوشبوئیں ہیں خبردار پس ان کا تعرض کرو[۲] اور نہ قدر کی اللہ کی حق قدر اس
کی کا جس وقت کہا انہوں نے نہیں اتارا اللہ نے اوپر کسی آدمی کے کچھ[۳] اور جس طرح کہ چاہیئے
تھی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی اور قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں
ہو گی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ جس چیز کو اس کا شریک بناتے ہیں
اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بلند ہے۔

Marfat.com

سمجھنے والی طاقتوں پر محیط ہے اور اس کے دل میں جاگیر نہیں ہوتی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ کوئی عجیب امر سنتا ہے تو اس کو بعید جانتا ہے۔ ہاں اسلامی عقیدہ کی طرف رجوع کرکے ایسا انکار نہیں کرتا کہ اس کو اسلامی دائرے سے نکال کر کفر کے گڑھے میں پھینک دے لیکن شدید استبعاد اس کے دل میں نکلتا نہیں اگرچہ ایمان کے واسطے تو اسی قدر جاننا کافی ہے مگر جو معرفت یہاں مطلوب ہے وہ تو اس مرتبہ سے بہت بلند ہے یعنی وہ جاننے والی طاقتوں پر محیط اور اس کے دل میں جاگیر نہیں ہوتی ہے اور جب کسی امر کو گو وہ نہایت ہی عجیب ہو حتیٰ کہ کوئی شخص کہہ دے کہ آدھا آسمان ٹوٹ کر گر پڑا ہے اور باقی آدھا کھڑا ہے تو اس بات کو سن کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کاملہ کے لحاظ سے اس کا دل اس کو قبول کرلے۔ ہاں ان دوسرے عقائد کی طرف رجوع کرنے کے بعد کہ قیامت سے پہلے تو آسمان نے ٹوٹنا نہیں اور قیامت کے واسطے فلاں علامتیں ہیں جو ابھی تک واقع نہیں ہوئیں اس قول کے خلاف واقع جان لے گا اور اس بات کی تحقیق کے واسطے اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا

یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو ٹلنے سے روکا ہوا ہے اور اگر ٹل جائیں تو اس کے سوا انہیں کوئی نہیں روک سکتا۔ بے شک وہ بردبار بخشنے والا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ آسمان اور زمین کو اپنی جگہ سے ٹال دینے کا مانع اسی کا حلم اور اسی کی مغفرت ہے ورنہ اس کی قدرت اور اس کا انتقام تو اس بات کا تقاضا کرتے ہیں اور ان کی صفات میں .... کسی قسم کا تصور اور فتور نہیں ہے اور اسی بات کے ذہن نشین کرنے کیلئے

Marfat.com

حدیث شریف میں شام کی دعاؤں میں وارد ہوا ہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ۔ یعنی اس اللہ کے ساتھ جس نے اپنے اذن کے سوا آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روکا ہوا ہے اس چیز کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں جو اس نے پیدا کی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ معرفت قدرت کی کمال یہ ہے کہ کسی امر کے وقوع کو سن کر گو نہایت ہی دشوار اور نادر ہو واقع ہی گمان کرے اور یہ دریافت اللہ تعالےٰ کی قدرت کے لحاظ کے ساتھ اس کے دل سے بے تامل ظاہر ہو۔ ہاں اس کے وقوع کی تصدیق کے واسطے خبر دینے والوں کی خبروں کے صدق کی تحقیق کرے اور اس کے سوا اس کے وقوع کا یقین نہ کرے اور اس کے سہل الوقوع ہونے کی ہمیشہ تصدیق کرتا رہے۔ اسی طرح اس کی باقی کمال صفات کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔

چوتھا افادہ

اللہ تعالےٰ کے ساتھ پیار اور محبت کا دعویٰ ہر شخص کرتا ہے لیکن اس کی حقیقت کمیاب بلکہ نایاب ہے۔ محبت اور الفت کی حقیقت تو یہ ہے کہ محب کے ایمان اور اعمال اور علم اور عقائد کے ہر باب میں کمال اور نافرمانیوں اور گناہوں سے پرہیز اعلیٰ درجہ پر ہونے کے باوجود اگر اس کو ایسی مصیبتیں اور بلائیں پہنچیں کہ اس کی جان اور مال اور اولاد اور بی بی اور قوم اور آبرو کو گھیر لیں اور وہ نہایت ہی بری امراض میں گرفتار ہو جائے تو شکایت کی ذرہ سی بات بھی اس کے دل میں نہ گھسے۔ ہاں ان مصیبتوں کی عدم برداشت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے نہایت اعتقاد کے باعث اس کی بارگاہ میں جس قدر کہ التجا اور زاری اور عاجزی اور بے قراری کرے بہتر اور بجا ہوگی۔

بلکہ یہ تو کمالِ ایمان کا مقتضاء ہے لیکن اس ذاتِ پاک کی بہ نسبت شکایت کے معنی کو وہم اور خیال میں جگہ نہ دے بلکہ اس کو بالکل حال اور مآل کے قصور اور اپنے ازلی استعداد کے نقصان کی طرف نسبت کرکے اور آیہ کریمہ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ اور آیت کریمہ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ .... کو اپنے حال کا مبین سمجھے اور یہی امر صبر اور رضا بالقضا کے مرتبے اور مقام کے حاصل ہونے کا باعث ہوتا ہے اور یقین کرلے کہ وہ اس سے زیادہ عذاب کا مستحق تھا اور جو کچھ اس کو پہنچا ہے وہ اس کے استحقاق کے موافق نہیں اور اس معاف کرنے والے بخشنے والے خدا کی مہربانی ہے کہ اس عذاب میں مبتلا نہیں کیا جو اس کے قصور کے برابر تھا اور یہی امر مصیبتوں اور بلاؤں کے عین ہجوم کے وقتوں میں شکر کی اعلیٰ اقسام کے صادر ہونے کے باعث ہوتا ہے۔ حاصل کلام انسان درحقیقت اس قابل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے متوجہ ہونے کے صورت میں اس کو نا قدردان خیال کرے اس لیئے کہ انسان کی ایسی کوئی قدر نہیں کہ وہ اپنی نسبت اللہ تعالیٰ کو قدردان یا نا قدردان خیال کرے؛

پانچواں افادہ

اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں پر لطف اور مہربانی پسندیدہ اخلاق میں سے ہے

---

[1] اور بھلائی جو تجھ کو پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو بدی تجھکو پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے۔ [2] اور جو مصیبت تم کو پہنچے پس تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے اور بہت کو اللہ تعالیٰ معاف کردیتا ہے۔

Marfat.com

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْكُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ۔ یعنی رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو تاکہ آسمان والا تم پر رحم کرے اور رحمت کا یہ معنیٰ نہیں کہ ہر ایک راضی رکھو بلکہ اس کی اصلیت یہ ہے کہ جو چیز فی الواقع ان کے حق میں بہتر ہے ان کے واسطے ان کا حاصل ہونا دل سے چاہے اور اس میں کوشش کرے اگرچہ وہ اپنی ناقص رائے میں اسے نقصان ہی سمجھیں اور تمام لوگوں کے حق میں ظاہری کوشش تو ہو ہی نہیں سکتی لیکن عام لوگوں کے حق میں خواہ کافر ہوں خواہ مسلمان ہدایت کی دعا کرے کیونکہ دعا سے رحمت کا دروازہ کھلتا ہے اور بمقتضائے "اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ" خلق کو اللہ تعالیٰ کا عیال جان کر ان پر رحم کرنے کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث جانے اور تمام مخلوقات میں سے امت محمدی ﷺ کو خلق اور تعظیم اور رحم سے مخصوص کرے اور ان کو اور اپنے آپ کو ایک آقا کا غلام سمجھے اور ربانی خلق کے ساتھ ہر ایک سے پیش آئے اور اگر مقدور ہو تو ہر طرح کی خدمت بجالائے اور حسب طرح کی مالی غم خواری کر سکے کرے اور خوراک اور پوشاک میں دریغ نہ کرے اور چیزوں کے دینے کا کچھ مضائقہ نہ رکھے اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو اور اخلاق میں تمام لوگوں کی مساوات نہ کرے بلکہ فضیلت والوں کے درجوں کو نگاہ رکھنا ضروری ہے۔ جو شخص کہ دینی اوصاف میں سے کوئی وصف رکھتا ہو اسی کے موافق تعظیم و تکریم وغیرہ امور میں اس کو ترجیح دے اور اخلاق کی تفصیل مرتبوں کی تفاوت کتب حدیث سے معلوم کرے اور دنیا داروں میں سے جو شخص اپنے ہم جلسوں پر تکبر کرے اور اپنی جاہ و دولت سے مغرور ہو اس کے ساتھ ظاہری اخلاق نہ چاہئیں بلکہ اس سے بے پرواہ رہے

Marfat.com

اور اس کی طرف توجہ نہ کرے۔ لیکن جس طرح پہلے گذر چکا ہے اس کیو اسطے غائبانہ دعا کرنے سے قصور نہ کرے خواہ وہ نیک ہو یا بد کار۔

فائدہ

جب انسان اچھی عادتوں کے ساتھ مزین ہو جائے اور بد عادتیں اس سے دور ہو جائیں اور روزہ اور نماز اور باقی عبادات سے آراستہ ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی محض عنایت اور توفیق جانے اور اپنی کوشش اور علمی اور عملی کمال پر ہرگز ناز نہ کرے اس واسطے کہ بالکل ظاہر ہے کہ اس کے ہم جنس اور اسی جیسی عقل اور سمجھ والے ایسے لوگ بھی موجود ہیں کہ وہ فضائل اور رذائل کو جانتے بھی نہیں اور بہت سارے باخبر بھی ایسے ہیں کہ ان کی ماہیتوں کی پوری تمیز اور ان کے اسباب اور علامتوں اور نفعوں اور نقصانوں کو جاننے کے باوجود بھی بد عادتوں سے خالی نہیں ہو سکتے اور عمدہ خصائل سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ پس ہر صبح اور شام کو بلکہ ہر وقت اور ہر گھڑی مضمون اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَاشَرِیْكَ لَہٗ۔ کا اقرار اور اعتراف کرتا رہے اور اپنے آپ کو محض عاجز اور ناچیز سمجھے اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے کبھی بے خوف نہ رہے اور رجا کی جانب کو غالب رکھے۔

دوسری ہدایت

بد عادتوں کے مفصل معالجہ کے بیان میں اور اس میں ایک تمہید اور گیارہ افادے ہیں۔

تمہید

بد عادتوں میں سے یہ دس عادتیں نہایت ہی خبیث ہیں۔ پس

Marfat.com

طالب حق کو چاہیئے کہ تمام بد عادتوں سے ان کے دور کرنے کی اس حد تک تخصیص کرے کہ یہ کبھی بھی اس کے دل میں کھٹکنے نہ پائیں اور ان کی طرف اس کا دل مائل نہ ہو اور ان میں سے ہر ایک خصلت کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور قہر اور بغض کا موجب اور اس کے قبول اور رضا کی بارگاہ سے نہایت دوری کا باعث جان کر تہ دل سے اس کا دشمن بن جائے اور اس کو اپنے محبوب کے وصال سے بھاری مانع سمجھے اور اوامر و نواہی کے اہتمام میں اس قدر تعمیم کرے کہ مسلمانوں کے راستے سے کانٹا دور کرنے جیسا ادنیٰ حکم اور مسجد میں تھوک ڈالنے جیسا ادنیٰ ممنوع اس کے اہتمام کے لحاظ اور اعتبار کی نظر سے رہ نہ جائے اور ایسے امور کے صادر ہونے سے بے پرواہی نہ کرے اس لیئے کہ کمال محبت تو یہی ہے جو قبولیت کا باعث بنتی ہے اور اس درگاہ میں مشکل کام کی بہ نسبت سہل کام زیادہ مقبول ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ مسلمانوں کی راہ سے خاردار شاخ دور کرنے کی وجہ سے ایک شخص بہشتی ہو گیا اور اگر کسی وقت اوامر و نواہی کے اہتمام میں کچھ سستی یا غفلت ہو جائے تو نفس کو اس سستی کے بدلے مناسب سزا دے۔ اس واسطے کہ ہر نفس اپنا آرام چاہتا ہے اور جب کہ احکام اور نواہی کی مخالفت میں تکلیف اور ذلت پائے گا اور عبادات پر ہمیشگی کرنے اور اوامر کی بجا آوری اور منہیات سے پرہیز کرنے کے بغیر یقیناً خلاصی کو محال جانے گا تو خود بخود امور شرعیہ کا انحراف اس میں پیدا نہ ہوگا اس لیئے کہ ہر نفس کو تکلیف اور ذلت سے بچنا منظور ہے اور جب حکم الٰہی کی بجا آوری میں وہ اپنا بچاؤ سمجھے گا تو مخالف راہ اختیار نہ کرے گا اور سزا کا نمونہ یہ ہے کہ نماز سے سستی کرنے کے مقابلہ میں جو کہ بہت کھانے

اور پینے سے پیدا ہوتی ہے" روزہ رکھے اور اگر دوست یاروں کی ہم نشینی اور دلپذیر باتوں سے رکاوٹ پیدا ہوئی تو گوشہ نشینی اختیار کرے ان کی صحبت چھوڑ دے اور اس قسم کی باتوں سے خاموشی لازم جانے اور دس بدعادتیں اس رباعی میں بیان کی گئی ہیں۔

رُباعی

خواہی کہ شود دِل چوں آئینہ
دہ چیز بروں کن از درون سینہ
حرص و طمع و بخل و حرام و غیبت
کذب و حسد و کبر و ریاء و کینہ "

حرص اور طمع میں یہ فرق ہے کہ حرص تو موجود چیزوں میں ہوتی ہے اور غائب خیالی چیزوں کی خواہش طمع ہے خواہ وہ چیزیں بعید الوقوع ہی ہوں

پہلا افادہ

کافی قدر کے حاصل ہوتے زیادتی کی طلب اور خواہش حرص ہے پس اگر اس زیادتی کی مقدار جو نفس کو مطلوب ہے موجود چیزوں کی مقدار سے کم ہو تو مطلوب نفس کے اندازے پر موجود سے خیرات کر دینا اور باقی پر قناعت کرنا اس کا علاج ہے۔ مثلاً ایک سیر موجود ہے اور نفس حرص کی زیادتی کی وجہ سے آدھ سیر کی زیادتی چاہتا ہے تو آدمی کو چاہیئے کہ ایک سیر سے آدھ سیر خیرات کر دے اور باقی آدھ سیر پر قناعت کرے وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور نفس کو کہہ دے کہ اگر تو موجود چیزوں پر قناعت نہ کرے گا تو اس طرح میں تیری مخالفت کروں گا اور لباس اور مکان اور ان کے سوا اور جن چیزوں میں نفس کی حرص معلوم کرے ایسا ہی عمل درآمد کرے گا اور اگر نفس کی خواہش موجود

Marfat.com

چیز کے برابر یا اس سے کئی گنا ہو تو بھی موجود چیزوں کا نصف خرچ کر دے اور مذکور کلام سے نفس کو کرے اور اگر پھر حرص باقی رہے اور نفس موجودہ مقدار پر قناعت نہ کرے تو پھر اس کا نصف خرچ کر دے اور اسی کلام سے نفس کو خطاب کرے۔ پھر بھی اگر وہ بدعادت اس کے نفس سے زائل نہ ہوتی تو پھر قدر موجود میں سے نصف دیدے اور نفس کو وہی بات کہے۔ القصہ یا تو نفس قدر موجودہ پر قناعت کرے گا اور وہ بدعادت اس سے جاتی رہے گی یا وہ مرغوب چیز بالکل اس کے ہاتھوں سے جاتی رہے گی۔ اس طرح کرنے سے حرص کی جڑ اس کے دل سے اکھڑ جائے گی

دوسرا افادہ

طمع کا یہ علاج ہے کہ جب کسی چیز کی طمع اس کے دل میں آئے تو اس قسم کی جو چیز یا فائدہ میں اس جیسی چیز اس کے پاس موجود ہو اس کو للہ خرچ کر دے مثلاً اگر ایک عمدہ پوشاک کی طمع اس کے دل میں آجائے تو زینت کے موجود لباس کو فروخت کر دے۔ اور اگر عام چیزوں کی طمع اس کے دل میں کھٹکے تو آہستہ آہستہ تمام موجودہ اشیاء کو خرچ کر دے اس بدعادت کی تعبیر اس طرح کرتا رہے یہاں تک کہ اس کا نفس اس اس سے پاک ہو جائے یا ساری مرغوب چیزیں اس کے ہاتھ سے جاتی رہیں لیکن مال کو اس طرح نہ خرچ کرے کہ اس سے کسی ناجائز کام کا ارتکاب لازم آئے مثلاً جس لباس سے ستر عورت کرتا ہے یا اس کے ساتھ گرمی اور سردی سے بچتا ہے نہ دے یا اپنی گزران کا سارا سرمایہ برباد کر کے اس قدر محتاج ہو جائے کہ بھیک مانگنے لگے۔ اس طرح کا خرچ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اس لیئے کہ اس طرح سے طمع کا علاج کرنے میں صریح ناجائز

Marfat.com

کام لازم آتا ہے اور ناجائز سے بچنا لازم ہے۔ پس اس طرح ہرگز خرچ نہ کرے مگر اس قوی ہمت کو اپنا تمام سرمایہ صرف کرنا جائز ہے جو اپنی معاش کا تمام سامان خرچ کر دینے کے باوجود بھیک مانگنے پر مجبور نہ ہوگا اور شریعت کے حکم پر مضبوط رہے گا۔

تیسرا افادہ

صفت ضمیمہ بخل جو دل کے ساتھ چسپاں ہو اگرچہ بظاہر اس کے آثار میں سے کوئی اثر آشکارا نہ ہو۔ اس کا یہ علاج ہے کہ ہر حال میں اپنے آپ پر بخشش کے اعلیٰ مراتب کا التزام رکھے اور ہمیشہ سخی لوگوں کے طریقہ پر چلنا اختیار کرے تاکہ کبھی بھی اس کا وسوسہ اس کے دل میں نہ آئے۔

فائدہ

طمع اور بخل کے علاج میں یہ فرق ہے کہ طمع کے دفع کرنے کے واسطے تو اپنی ضروری حاجات کے سوا جو کچھ اس کے پاس موجود ہو دے دے اور بخل کے دور کرنے کے لیئے جس چیز پر خیال گذرے دے دینی چاہیئے۔ اگر کوئی بخیل اپنا تمام سامان خرچ کر کے بے اسباب فقیر بن جائے تو بھی بخل کی بدعادت اس سے دور نہ ہو گی بلکہ اس بدعادت کے دور کرنے کا یہ طریق ہے کہ جب کپڑے کا دینا اس پر گراں گزرے تو کپڑا دے دے اور اگر طعام کا دینا دشوار معلوم ہو اور نفس اس کے دینے سے سرکشی کرے تو وہی کھانا فقیر کے حوالے کر دے اور اپنی تمام مملوکہ چیزوں میں اسی طرح کا تصرف کرے یہاں تک کہ اس کی مملوکہ چیزیں ختم ہونے کو پہنچیں۔ اس وقت مال کے خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ کو روک لے اور حلال طریق سے اور مال حاصل کرے پھر اس مال میں اس طرح کا تصرف کرے

اور اس بدعادت کی تدبیر اسی طرح کرتا رہے یہاں تک کہ نفس اس سے پاک ہو جائے اور جب رات دن نفس کے ساتھ اس طرح کا مقابلہ کرتا رہا اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ بدخصلت اس سے دور ہو جائیگی ۔

چوتھا افادہ

حرام کا یہ علاج ہے کہ جب نفس حرام کی خواہش کرے تو اس حرام کی جنس کا جو حلال ہو اس کو بھی ترک کر دے، خواہش نفسانی سے اس کا تناول نہ کرے بلکہ جان بچانے یا شرعی عبادات اور احکام کے بجالانے یا حقداروں کے حق ادا کرنے کے واسطے استعمال کرے مثلاً نفس کہے کہ غیر کا مال چھین کر یا چرا کر کھانا چاہیئے تب حلال طعام بھی خواہش کے وقت اسے نہ دے اور جب نفس چاہے کہ اس وقت کھانا کھا کر آرام کرنا چاہیئے اس وقت کھانا نہ کھائے بلکہ جب وقت کے بدل جانے سے کھانا کی خواہش اور بھوک جاتی رہے تو اس نیت سے کہ ضعف بدنی جہاد جیسی عبادات شاقہ یا نماز جیسی عبادات غیر شاقہ سے ماندگی کا باعث ہوگا ۔ بقدرِ حاجت کھانے اور طعام کی جنس میں بھی اسی طرح کرے ۔ مثلاً نفس چاہتا ہے کہ فلاں کھانا کھانا چاہیئے تو ضرورت ٹالنے کے لیئے دوسری قسم کا کھانا کھائے اور دوسری قسم کی حرام خواہشوں کو بھی اس پر قیاس کر لے مثلاً اگر نفس زنا کی خواہش کرے تو حلال مجامعت سے بھی نفس کے ارادے کے مطابق پرہیز کرے اور وقت اور حالت کو ٹال کر بی بی کا حق ادا کرنے کے واسطے دوسرے وقت میں جماع کرے ۔

فائدہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیگانی عورت کے دیکھنے اور اس کی طرف

اپنے دل کے میلان کے وقت اپنی حلال عورت کے ساتھ حاجت کو دور کر لے جیسے مشکوٰۃ شریف میں ہے اِنَّ الْمَرْاَۃَ تُقْبِلُ فِیْ صُوْرَۃِ شَیْطَانٍ اِذَا اَحَدُکُمْ اَعْجَبَتْہُ الْمَرْاَۃُ وَوَقَعَتْ فِیْ قَلْبِہٖ فَلْیَعْمِدْ اِلٰی اِمْرَاَتِہٖ فَلْیُوَاقِعْہَا فَاِنَّ ذٰلِکَ تَرُدُّ مَا فِیْ نَفْسِہٖ ....

یعنی بے شک عورت شیطان کی شکل میں سامنے ہوتی ہے اور اسی کی شکل میں پیٹھ پھیرتی ہے، جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت پسند آ جائے اور اس کی محبت اس کے دل میں بیٹھ جائے تو اسے چاہیئے کہ اپنی عورت کا ارادہ کرے اور اس سے صحبت کرے بے شک یہ کام اس کے دل کی بات کو دور کر دے گا اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا پس آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عورت اچھی معلوم ہوئی۔ پس آپ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے وہ خوشبو تیار کر رہی تھیں اور ان کے پاس اور بھی چند عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ پس وہ مکان کے خالی کرنے کے واسطے وہاں سے چلی گئیں تو حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حاجت پوری کی اور فرمایا تُعْجِبُہٗ ...... فَلْیَقُمْ اِلٰی اَھْلِہٖ فَاِنَّ مَعَھَا مِثْلُ الَّذِیْ مَعَھَا

یعنی اگر کوئی مرد کسی عورت کو دیکھے اور وہ اسے خوش لگے تو اسے چاہیے کہ اپنے اہل کی طرف اٹھ کر چلا جائے کیوں کہ اس کی بی بی کے پاس بھی وہی چیز ہے جو اس کے پاس ہے یعنی حاجت روائی میں دونوں برابر ہیں۔ یہ سنت قولی اور فعلی بیان مذکور کے مخالف نہیں اس لیئے کہ اس حدیث شریف میں پاک پرہیزگار کے حال کا بیان ہے اور بیان مذکورہ اس بدکار حرام کے گرفتار کا معالجہ ہے کہ اس کا نفس ارتکاب حرام سے ہرگز

باز نہیں آتا پس اس کا علاج خواہشِ نفس کی مخالفت کے سوا اور کچھ نہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی یعنی ولیکن جو شخص اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا اور اس مقام کی پوری ماہیت یہ ہے کہ جماع کی خواہش دو طرح پر ہے ایک تو یہ ہے کہ نفس اس کی لذت میں مستغرق ہو جائے اور دل کا حرام کی طرف مائل ہو جانا اور حرام سے باز نہ آنا اور خاص کر اس وقت کہ نفسانی اور حیوانی لذت حلال میں کم ہو اور حرام میں زیادہ ہو حلال سے انحراف کرنا اس کے آثار میں سے ہے۔ مثلاً ایک شخص کی منکوحہ نہایت خوبصورت خوش وضع اور خوش لباس ہے اور ایک دوسری عورت ایسی تو نہیں لیکن عین جماع کی حالت میں شہوت انگیز ادائیں اور صدائیں پوری بے حیائی سے کرتی ہے وہ نفس و شیطان کے دام کا گرفتار اس دوسری عورت کی طرف زیادہ مائل ہوگا اور اس کی وجہ لذت جماع میں گرفتار ہو جانے کے اور سوا کچھ نہیں۔ ناتوانی اور مادہ منی کی قلت کے باوجود شہوت انگیزی میں تکلف اسی کے آثار میں سے ہے۔ اس کے حال کو شیخ سعدی علیہ الرحمتہ بیان فرماتے ہیں

"بیت"

بہ بے رغبتی شہوت انگیختن

بہ رغبت بود خود ریختن

جماع کی دوسری قسم یہ ہے کہ منی سے مکان منی بھر جانے کی وجہ سے انسان کی طبیعت اس کی طرف مائل ہو جائے۔ اس میلان میں کسی عورت یا طریق جماع کی کسی خصوصیت کو کچھ دخل نہیں اس کا بیان یہ ہے کہ جس طرح بول کے ساتھ مثانہ بھر جانے کے وقت انسان کی طبیعت میں قلق اور بے آرامی پیدا

ہوتی ہے اور اسی بے آرامی کی وجہ سے چار و ناچار رفع حاجت کے لیئے
کوئی مکان تلاش کرتا ہے اور جب کوئی مناسب مکان مل جائے اور اس میں
بول کرنے سے کوئی شرعی یا عقلی مانع نہ ہو تو اس شخص کی طبیعت اس مکان
کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور جب تک اس کو حاجت سے فراغت حاصل
نہ ہو اس کا خیال اسی مکان کی طرف لگا رہتا ہے اور اگر کوئی مانع ہو مثلاً
ایسا مکان ہو کہ اس کا مالک اس جگہ بول کرنے سے ناخوش ہو یا اسی جیسا
کوئی اور مانع ہو تو اس کا دل اس مکان کی طرف متعلق نہ ہو گا لیکن وہ بے
آرامی کہ کثرت بول کے سبب لگی ہوئی ہے سخت ہو جائے گی۔ پس اس
مکان کی خصوصیت یا غضب یا بیع یا ہبہ جیسے وجوہ تحصیل کی طرف اسکی
طبیعت کو مطلق توجہ نہ ہو گی۔ اسی طرح جب کہ منی کا ظرف بھر جائے طبیعت
میں سخت شہوت ظاہر ہو جاتی ہے پس جس وقت اپنی قضائے حاجت کے
مناسب کسی عورت کو دیکھتا ہے اس کی شہوت کا جوش بڑھ جاتا ہے اور جب
تک اس کی حاجت پوری نہ ہو اس کا خیال اپنی حاجت میں لگا رہتا ہے۔
پس اس میلان میں اس عورت کی خصوصیت کچھ دخل نہیں ہوتا بلکہ اس عورت اور
حرام کاری سے باز رہتا ہے لیکن جماع کا وہ اشتیاق جو اس عورت کے
دیکھنے سے اس کے دل میں پیدا ہوا تھا اس کے دل میں رہتا ہے۔ یہاں
تک کہ حلال سے اپنی حاجت پوری کرے پس حدیث شریف کا مورد یہی
دوسری قسم ہے۔ چنانچہ فَاِنَّ ذٰلِكَ یَرُدُّ مَا فِیْ نَفْسِهٖ فَاِنَّ مَعَهَا مِثْلُ
الَّذِیْ مَعَهَا ۔۔۔۔۔۔ کا لفظ اس سے خبر دے رہا ہے
اس لیئے کہ اس جگہ محض حاجت روائی میں مماثلت مقصود ہے۔ صورت اور
سیرت میں مماثلت مراد نہیں۔ اس جگہ سے معلوم ہوا کہ جناب امام المعصومین

Marfat.com

و سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل میں اجنبی عورت کی خواہش پیدا نہ ہوتی تھی بلکہ محض حاجت کو پورا کرنے کا وہ تقاضا جو چھپا ہوا تھا ظاہر ہو گیا۔ اور پہلی قسم سے نفس کی مخالفت جو کہ نفس کو اس کی خواہش سے روکنے میں داخل ہے ایک ایسا امر ہے جو اہل شرع اور اہل عقل دونوں کے ہاں مسلّم ہے۔ شعر

وَالنَّفْسُ کَالطِّفْلِ اِنْ تُھْمِلْہُ شَبَّ عَلٰی
حُبِّ الرَّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْہُ یَنْفَطِمِ

یعنی نفس بچے کی مانند ہے۔ اگر تو اس کو چھوڑ دے تو دودھ پینے کی محبت پر وہ جوان ہو جائے گا اور اگر اس کا دودھ چھڑا دے تو دودھ چھوڑ بھی دیتا ہے۔ خلاصہ کلام اس فن کی اصطلاح کے بموجب یہ حدیث شریف حقوق نفس کے ادا کرنے کے بیان میں ہے اور مذکورہ معالجہ اس کو اپنی لذتوں کی پیروی کرنے سے پاک کرنے کے بیان میں ہے۔

پانچواں افادہ

غیبت کا علاج یہ ہے کہ اگر صرف اس کا خیال ہی دل میں گزرے تو چاہیئے کہ ماسوئی اللہ سے منقطع ہو کر نہایت زاری کے ساتھ اس شخص کی بہتری کی دعا کرے جس کی غیبت کا خیال دل میں گزرا ہے اور بہتری بھی وہ ہونی چاہیئے جو اپنے نفس کے واسطے چاہتا ہو اور دعا بھی ایسی کیفیت سے ہونی چاہیئے کہ اپنی اشد ضرورت کے موقع پر کیا کرتا ہے اور اگر اس کام میں نفس سستی کرے تو نفس کے درپے ہو کر خواہ مخواہ یہ دعا کرے اور نفس کو اس دعا میں ہرگز سستی نہ کرنے دے بلکہ دو تین روز تک اس کے درپے رہے اور اگر غیبت ہو جائے تو دعا کے علاوہ اس شخص سے اپنا قصور معاف کرائے اور تنہائی میں اس کو کہے کہ میں نے تیری غیبت کی ہے۔ ظاہر

Marfat.com

کرنے کا تو یہ فائدہ ہے کہ نفس اپنے عیبوں کے ظاہر کرنے سے بھاگتا ہے اور اپنے عیب کا ہرگز اقرار نہیں کرتا اور عیب کے ظاہر کرنے میں نفس کو سخت شکستگی پہنچی ہے اور تنہائی کا یہ فائدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کا شائع کرنا منع ہے اور ناجائز کام کرنا برا ہے اور اس شخص کو بھی اس کے اظہار سے منع کرے

چھٹا افادہ

جھوٹ اگر محض زبانی لذت کے واسطے ہو اور اس میں کسی کا نفع اور نقصان نہ ہو تو اس کا علاج خاموشی ہے اور مجلسوں میں بھی گفتگو سے پرہیز کرے تاکہ کلام کی لذت اس کے دل سے جاتی رہے اور مجلسوں میں بیٹھنے سے پرہیز کرے بلکہ مجلسوں میں بیٹھ کر خاموش رہے کیوں کہ یہ بات نفس پر نہایت شاق گزرتی ہے اور اگر دو شخصوں کے درمیان بگاڑ اور فتنہ انگیزی کے لیئے جھوٹ بولا ہے تو اس کا علاج غیبت کے علاج کی مانند ہے۔ دونوں کو اکٹھا کر کے تنہائی میں ان کو مطلع کرے کہ میرے نفس نے مجھ کو تمہارے درمیان فساد ڈالنے پر اغوا کیا تھا میں تم سے اِس قصور کی معافی چاہتا ہوں اور ان کو اپنے آپ سے راضی اور خوش کرے اور ہمیشہ ان کی بہتری میں کوشش کرے اور جو امر کہ ان کے زیادہ اتحاد کا باعث ہو اس میں نہایت سعی بجالائے اور اگر وہ دو سے زیادہ ہوں ان سب کو اکٹھا کرے اور بطور سابق اغیار سے پرہیز کرے اور غیبت اور کذب میں اہل حق سے معافی طلب کرنے سے پہلے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ نصوح کرے کیوں کہ اس کا حق تمام اہلِ حقوق کے حقوں سے اعلیٰ اور افضل ہے :

Marfat.com

ساتواں افادہ

حسد اگر صرف دل میں ہو تو اس کا علاج تو محسود کے کمالات اور عزت اور مرتبے کی زیادتی کے لئے جس میں حسد کیا ہے دعا کرنا ہے اور جیسا غیبت کے بیان میں مذکور ہوا ہے نہایت زاری کے ساتھ دعا کرے اور ظاہر میں بھی حتی المقدور اپنے ہاتھ اور زبان کے ساتھ محسود کی ترقی میں کوشش کرے تاکہ حسد کا وسوسہ نفس کے مقابلہ اور مخالفت کے باعث اس کے دل سے جاتا رہے اور پھر کبھی نہ آئے اور اس محسود مسلمان کو فائدہ حاصل ہو اور اگر حسد کے آثار میں سے کوئی اثر ظاہر ہو گیا مثلاً جو کمال حسد کا باعث ہوا ہے اس میں محسود کی نالائقی کی نسبت کوئی کلمہ اس کی زبان سے نکل گیا ہو تو محسود کو اس پر مطلع کر دے اور جس کے سامنے اس کی نالائقی کی بابت کہا ہو اس کو اپنی غلطی کی خبر بھی کر دے کر اپنے قصور کا اعتراف کرے اور جس قدر اس کی لیاقت معلوم ہو نہایت خوبی اور عمدہ تقریر کے ساتھ بیان کر دے مثلاً آقا کے حضور میں کسی شخص کی نسبت حسد سے کہا ہو کہ وہ لیاقت اور اعتبار کے لائق نہیں تو اس شخص کو بھی اطلاع دے کر اپنے قصور کا اقرار کرے اور اس سے معافی مانگے اور آقا کو بھی اپنی غلطی پر آگاہ کر کے نالائقی کے بجائے اس کی لیاقت اس کے ذہن نشین کرا دے جتلانے کا یہ فائدہ ہو گا کہ وہ شخص بھی اپنے کام کے خلل سے آگاہ ہو کر اس کا تدارک کرے گا اور اگر واقعی لیاقت والا ہے تو اپنی لیاقت ظاہر کرے گا ورنہ اظہار لیاقت کے بغیر ہی کوشش کرے گا ؛

آٹھواں افادہ

اگر کسی شخص کی نسبت تکبر ظاہر ہو گیا تو حد سے زیادہ اس کے سامنے

Marfat.com

ذلت اختیار کرے اگرچہ اس قدر تذلل اور تعظیم کی وجہ سے لوگوں کی مجلسوں میں اس کی حرکات کی نقلیں ہوں اور اپنے ہم جنسوں میں اس پر ہنسی اڑے - اگر اللہ تعالےٰ کی رضا کا طالب ہو اور اپنے آپ کو اس کے طالبوں کی سلک میں شمار کرنا چاہتا ہے تب تو کسی بات کی پرواہ نہ کرے گا۔ تم دیکھتے نہیں یہی باعزت لوگ ہوتے ہیں جب اپنے آپ کو آزادوں کے زمرے میں داخل کرتے ہیں تو ان کا لباس اور ان کی روش کے قبول کرنے میں جو بالکل عقل کے خلاف ہے ہرگز کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اس کو اپنی عزت اور فخر جانتے ہیں - معزز امیر زادہ ہوتا ہے وہ ہیجڑوں کی محبت کا شکار ہو کر وہ سب باتیں جن کو کوئی سلیم الطبع آدمی گوارا نہیں کرتا جان و دل سے قبول کر کے انہیں اوضاع و اطوار کے ساتھ بازاروں اور گلی کوچوں میں لوگوں کے سامنے پھرا کرتا ہے اگر سچا خدا کا طالب ہے تو ان امور سے ہرگز انکار نہیں کرے گا۔ جو کہ عقل اور شریعت کے بالکل موافق ہے گو مرضیات الٰہی سے بے خبر لوگوں کی ناقص عقلوں کے مخالف ہیں اور تذلل سے بھی یہ بناوٹی تذلل یعنی سر جھکا لینا اور زمین چوم لینا مطلوب نہیں بلکہ ہر مقام اور ہر جگہ میں اس کی حقیقت جدا اور علیحدہ ہے مثلاً جو شخص کہ مشائخ کے لباس میں ہو اور مشائخ میں سے کسی شخص کی بہ نسبت تکبر کیا ہو تو اس کو چاہیئے کہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرے کہ لوگوں کو اس امر کا یقین ہو جائے کہ اس شخص نے اس شخص سے طریقت کا فائدہ حاصل کیا ہے اور اپنے نقصان کو اس کی صحبت میں پورا کیا ہے ؛

۳۰واں افادہ

مثال کے طور پر ریا کا علاج یہ ہے کہ جو ریا نماز میں عارض ہو جائے

Marfat.com

اس کے خیال کو اپنے مقدور کے موافق دور کرے اور اگر کوشش کے باوجود بھی دفع نہ ہوئی تو ریا کے لمحوں کو گن کر یاد رکھے اور تنہائی کے وقت میں مثلاً رات کے وقت جب کہ بالکل اکیلا ہو اور کسی آدمی کے آگاہ ہونے کا امکان نہ ہو پس اگر یہ معاملہ دو رکعت والی نماز میں ہوا ہو تو دو دو رکعتیں اور اگر چار رکعت والی نماز میں ہوا ہو تو چار رکعتیں لمحات ریا کی گنتی کے موافق نہایت ہی حضور اور خلوص کے ساتھ ادا کرے اور اگر اس وقت بھی خلل ہو تو جس نماز میں خلل واقع ہوا ہو اس کو گنتی سے ساقط کر دے اور دوسری دفعہ پڑھے یہاں تک لمحات مذکورہ کے برابر ریا سے پاک اور خالص نماز پوری ہو جائے اور اس کے پورا کر لینے تک نفس کو ہرگز نہ چھوڑے اور اسی طرح اگر للہ دینے میں ریا پیش آئے تو اپنے نفس کو جھڑکے کہ محبوب مال کا دسواں حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں گا اور اگر باز نہ آئے تو ایسا ہی کرے بلکہ نفس کی کمال سرکشی کی صورت میں اس کو کہے کہ جس قدر تو چاہتا ہے سیر ہو کر اپنا کام کر انشاء اللہ تعالیٰ تو اس کی پوری سزا پائے گا۔ پھر اس سرکشی کے موافق اس کو سزا دے اور فرضوں کے ادا کرنے میں ریا نہیں سنتیں اور نفل ریا کا مقام ہیں لیکن اس خیال سے کہ ریا پیش آ گئی ہے یا پیش آ جائے گی سنتوں اور نفلوں کو چھوڑ نہ دے بلکہ پڑھے اور جس طرح ریا کا علاج مذکور ہوا ہے اسکی تعمیل کرے ؛

دسواں افسادہ

اگر کینہ دل سے تجاوز نہ کر چکا ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ اس شخص کے ساتھ اس طرح سے اخلاص کا طریقہ اختیار کرے کہ اس کے دل میں بھی اخلاص پیدا ہو جائے اور دلی موافقت کے سوا ظاہری اخلاص کا کچھ

Marfat.com

اعتبار نہیں اور اگر کینے کی وجہ سے کوئی بات یا حرکت ظاہر ہو جائے تو جیسے مفصّل بیان ہو چکا ہے معافی مانگنا اور اپنے قصور کا اعتراف کرنا اور اخلاص اور دوستی میں کوشش کرنا ہی اس کا علاج ہے۔

گیارہواں افادہ

جب آدمی یادداشت کے طور پر ہمیشہ ان امورِ مذکورہ کا ملاحظہ کرتا رہے گا تو کچھ امید ہے کہ اس کو صفائی حاصل ہو جائے گی لیکن دل میں صرف تخلیہ اور تصفیہ کا گمان پیدا ہو جانے سے اس پر بھروسہ نہ کر بیٹھے بلکہ اس کا امتحان کرے اور امتحان کے طریقہ کو اچھی طرح سمجھ کر اس سے اپنا امتحان کرے مثلاً خانقاہ پر بیٹھنے والے کسی فقیر نے کسی بادشاہ یا امیر کو نہایت دبدبے اور دھوم دھام میں دیکھ کر اپنے دل میں کچھ رشک اور حسد معلوم نہ کیا تو یہ نہ سمجھ لے کہ میں حسد سے پاک ہوں بلکہ اس بدعادت سے اس کی پاکیزگی اس وقت ظاہر ہو گی کہ اس کا پیر بھائی اور ہم خانقاہ اور ہم نسبت اور ہم پیشہ ان ہی اشغال اور اعمال میں مشغول ہو کر تھوڑی سی مدت میں بہت سارے فائدے حاصل کر لے اور اس کا وہ پیر بھائی اس کام میں کہ اس نے اس کے واسطے مدت دراز تک بہت ساری محنتیں اٹھائی تھیں، بہت جلدی محنت کے سوا ہی مشار الیہ اور ممتاز ہو گیا اور اس کے سامنے اس کا مقدم ہو جانا اور آگے بڑھ جانا واضح ہو گیا اور اس کام کے داناؤں اور خانقاہ نشینوں اور اس کے مرشد کی زبان سے جو اس خانقاہ کا رئیس ہے اس کام میں اس کی چالاکی مشہور و معروف ہو گئی اور وہ اس کی وجہ سے بڑے بڑے مشائخ کے سامنے معظم و محترم ہو گیا۔ پس مذکورہ احادات کے لحاظ سے اس شخص کو بہت خوشی حاصل ہو اور کسی وجہ کی کوئی سوزش اور قلق

Marfat.com

اس کے دل میں نہ آئے تو اس وقت معلوم ہو گا کہ البتہ اس کا دل حسد کی بدعادت سے پاک ہو گیا ہے۔ اسی طرح عالم اور سپاہی اور شریف اور پیشہ ور کا حال علیحدہ علیحدہ ہے ؎

تیسری فصل

عبادت میں خلل انداز چیزوں کے اجمالی بیان میں اور اس میں دو ہدایتیں ہیں ؎

پہلی ہدایت

عبادت میں خلل انداز چیزوں کے اجمالی بیان میں اور اس میں دو افادے ہیں ؎

پہلا افادہ

نام خدا کی محبت اور اس کی تعظیم کا نہ ہونا عبادت کے بڑے مخلوں میں سے ہے اگرچہ ہر شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کے نام کی محبت اور تعظیم ہوا کرتی ہے مگر جس قدر کہ کامیابی کا موجب ہو اور جس طرح بزرگان دین کو ہوا کرتی تھی نہیں ہوتی اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ محبت اور تعظیم کے لیئے کچھ غائیتیں اور غرضیں ہوتی ہیں کہ انہیں اغراض اور غایات کے موافق محبت اور تعظیم بدلتی رہتی ہے مثلاً ایک شخص بہت ساری قیدوں اور شرطوں اور پورے اہتمام کے ساتھ اس غرض سے خدا تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے کہ اس نام پاک کی برکت سے چند روپوں کی نوکری ہاتھ آجائے یا کسی سردار یا امیر کے سامنے معزز ہو جاؤں جس قدر وہ غرض زیادہ عزیز ہوتی ہے تعظیم اور محبت زیادہ ہوتی ہے۔ دنیا کی اغراض میں سب سے اعلیٰ سلطنت اور بادشاہی ہے اگرچہ اس عمدہ غرض کے واسطے جو شخص اللہ عزوجل کا نام یاد کرے گا اس نام پاک کی تعظیم

Marfat.com

اور محبت اس کے دل میں احاطہ بیان سے باہر ہو گی لیکن رب العباد کے اس فرمان لازم الانقیاد قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ [1] اور حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس فرمان ہدایت نشان[2]: لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقَىٰ مِنْهَا كَافِرًا شَرْبَةَ مَاءٍ کے بموجب یہ دنیا فانی اور تھوڑی اور ذلیل چیز ہے۔ جس شخص نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کو اس کے حاصل ہونے کا واسطہ بنایا اس نے اس بلند نام کا مرتبہ اور اس کی قدر نہ جانی اور اکثر اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ دنیا کی یہی حقیقت دینداری کے لباس میں ظاہر ہوتی ہے اور اپنے آپ کو اسی لباس سے آراستہ کر کے جلوہ دیتی ہے مثلاً کوئی شخص اس نیت سے اذکار الٰہی پر ہمیشگی کرے کہ میں ایسا کمال حاصل کروں کہ اس کے وسیلے سے بادشاہ اور اور امیر اور عزت والے لوگ میرے سامنے سر جھکائیں اور میرے پاس التجا کریں اور میرا نام و نشان اور میرے کمالات کا آوازہ زمانہ دراز تک باقی رہے اور دور دراز کے ملکوں میں میری ولایت کا آوازہ مشہور ہو جائے اور دراصل اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ [3] اور اس کا حال ظاہر ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک قاری اور سخی اور شہید کو قیامت کے دن لائیں گے۔ ان اشخاص مذکورین میں سے ہر ایک محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی کوشش بیان کرے گا

---

[1] یعنی اے پیغمبر کہہ دو کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے۔ [2] اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا کی قدر مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس سے کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا [3] یعنی یہ سب کچھ دنیاوی زندگی کا ہی سامان ہے اور تیرے پروردگار کے ہاں آخرت کی بہتری پرہیزگاروں کے لیئے ہے۔

Marfat.com

اور ظاہر اور باطن کا جاننے والا جو کہ دِل کے بھید سے واقف ہے ہر ایک کو ان کی اس نیت پر کہ اپنی مشہوری اور آوازہ ہی چاہتے تھے مطلع فرما کر دوزخ میں داخل کرنے کا حکم دے گا۔ اس بیان سے یہ نہ گمان کرنا چاہیئے کہ رزق کی طلب یا امورِ دنیاوی کے لیئے اذکارِ الٰہی حرام اور منع ہیں۔ یہ بات تصریح نصوصِ قاطعہ کے برخلاف ہے۔ بلکہ اس موقع پر تو اللہ تعالیٰ کے نام کی محبت اور تعظیم کے درجوں کا فرق بیان کرنا مقصود ہے کہ ذکر کرنے والے ان میں مختلف ہوا کرتے ہیں اور ان تینوں فرقوں کا جہنم میں داخل ہونا جو حدیث شریف میں مذکور ہوا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ان فعلوں سے اللہ تعالےٰ کی رضا مندی بھی طلب کر سکتے ہیں اور دنیا بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کو دو وجہ سے ادا کیا جاتا ہے اوّل تو یہ ہے کہ وہ فعل بجالا کر یہ ظاہر کیا جائے کہ محض اللہ عزوجل کے لیئے گئے ہیں حالانکہ اپنے دِل میں غیر خدا کی شان کے حاصل کرنے کی نیت ہوتی ہے۔ پس بے شک اس کا فاعل تو بارگاہ الٰہی سے دھتکارا ہوا اور دوزخ میں داخل ہونے کے قابل ہے اور ایسے ہی اشخاص کے حال کا بیان حدیث مذکور میں واقع ہوا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ افعال مذکورہ بجا لاکر اپنی دِلی نیت کے موافق غیر خدا کی رضامندی کا طلب کرنا ظاہر کرے۔ پس یہ شخص اگرچہ بارگاہِ الٰہی میں حقیر ہوگا مگر اس قدر نہیں کہ اس کے دوزخ میں داخل کرنے کا حکم صادر ہو اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ یہی دنیاوی کام دھندے ہیں جو صحیح نیتوں کی وجہ سے اچھی خاصی عبادت بن جاتے ہیں مثلاً نیند کہ سراسر غفلت اور حجاب معلوم ہوتی ہے صحیح ارادے اور درست نیت کے باعث ریاکاروں کی عبادت سے بہتر ہو جاتی ہے۔ عبادت میں اخلاص کرنے کیلیئے

Marfat.com

کرنے والے کے لئے جب بیخوابی حواس کے تھک جانے کا باعث ہو جاتی
ہے اور مناجات کی لذت اور عبادات کی کیفیتوں میں خلل انداز ہو جاتی ہے تو وہ
بے ریا مخلص اس لذت اور ان کیفیتوں کا مشتاق ہو کر ان کے دوبارہ حاصل
ہونے کو خواب میں ہی منحصر جان کر اسی ارادہ اور اسی نیت سے سو جاتا ہے
اور اس کا یہ سونا صد ہا ریاکاروں اور غافلوں کے نماز پڑھنے سے بہتر ہوگا
بلکہ اس کی نیند کو ریاکار کی نماز کے ساتھ کچھ نسبت نہیں تا کہ اس کو بہتر
کہا جائے کیوں کہ اس کی نماز تو خداوند تعالےٰ کی درگاہ سے دوری اور اس کی
ناراضگی کا باعث ہوتی ہے اور عالم علوی سے اس پر پھٹکار پہنچتی ہے اور
اس سونے والے پر صدہا رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ تعالےٰ کی رضامندی
اور خوشنودی کا اس پر فیضان ہوتا ہے وَشَتَّانَ بَیْنَ الْمَرْتَبَتَیْن
یعنی ان دونوں مرتبوں کے درمیان بڑا فرق ہے اور جب دنیاوی غرضوں کا
تفاوت معلوم ہوگیا تو اخروی اغراض کی طرف انتقال کرنا چاہیئے اگرچہ آخرت
کی تمام غرضیں بہتر ہیں لیکن ان سب میں مرتبوں اور درجوں کا بہت فرق
ہے، اہل جنت کے مرتبوں اور درجوں میں تفاوت سے آخرت کی اغراض
کا فرق معلوم کرنا چاہیئے ان ہی خصال فطرت یعنی مسواک اور کلی کرنے اور
اور ناک میں پانی ڈالنے اور مانگ نکالنے اور استنجا کرنے اور استرہ لینے
اور ختنہ کرنے اور بغلوں کے بال اکھیڑنے کی طرف دیکھنا چاہیئے کہ معتبر
مفسّرین کے قول کے بموجب حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
کا انہی امور سے امتحان کیا گیا اور اسی معتبر کسوٹی کے ساتھ ان کی استعداد
کے نقد کو پرکھ کر امامت کبریٰ کے درجہ پر پہنچا دیا اور یہی نماز اور روزہ
اور قرآن شریف کا پڑھنا اور اذکار اور جہاد اور زکوٰۃ اور حج ہے کہ انہی

Marfat.com

کے ادا کرنے سے ارادوں اور نیتوں کے فرق کے باعث حضرت صدیق رضی اور
حضرت فاروق رضی اور انہی جیسے دوسرے لوگوں کے مرتبے بدل گئے۔ پس
اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی محبت اور تعظیم میں اسی کی رضامندی کا طلب کرنا سب
غرضوں اور تمام نیتوں سے بہتر ہے۔ اس کے نام سے اس کے سوا کچھ نہ مانگے
اور اس کے سوا کسی دنیاوی یا اخروی مطلب کو اس کی اجرت نہ سمجھے بلکہ
وہ جلیل القدر انعام کہ دنیا اور آخرت کی کوئی نعمت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی
یہی ہے کہ اس کے پاک نام کے ذکر کی توفیق ملی ہے اسی انعام کو جو محض اسکی
قوت اور توفیق سے ہے، مفصل طور پر سمجھ کر اپنے دل میں جگہ دے کر تہِ دل سے
اللہ تعالیٰ کے احسان کا ممنون ہو اور اس کی شرح اور تفصیل یہ ہے کہ ذکر کے مبادی
اور اسباب کا ملاحظہ کرے کہ یہ سب خدا کی طرف سے ہیں اور یہ سارے اعضاء
اور وہ سارے ظاہر اور باطنی حواس کہ ہر ایک کو ذکر میں دخل ہے سب اسی
کے عام انعام میں سے ہیں اس کے بعد وہ توفیق بھی جو کہ خاص لوگوں کیواسطے
ایک خاص انعام ہے اسی کی طرف سے ہے۔ اس لیے کہ بہت ایسے
اشخاص ہیں کہ ان کے سارے اعضا اور قوی اور دل اور زبان اور فہم اور عقل
سب کچھ درست ہوتا ہے اور ہزار دنیوی تقریریں اور معاشی فکر اس کی زبان
اور دل پر گزرتے ہیں اور جونہی زبانی ذکر اور قلبی فکر کا ارادہ کر کے اللہ تعالیٰ کیطرف
توجہ کرتا ہے اس کی زبان پر ایسا بوجھ اور اس کے دل میں ایسے وہم ظاہر ہوتے
ہیں کہ اس کی زبان اور عقل ہرگز ذکر اور فکر نہیں کر سکتی۔ حاصل کلام انسان کی
زبان پر صرف اللہ تعالیٰ کا نام جاری ہو جانا چاہیئے۔ یہ ایک بڑی نعمت ہے
اسی انعام کو سب انعاموں سے بہتر جان کر جزا اور ثواب کی طلب سے اغماض

Marfat.com

کرے۔ اس وضع سے اللہ تعالیٰ کے نام کی محبت اور تعظیم تمام کمالات کیلئے اصل اور بنیاد کے جا بجا ہے ؛

دوسرا افادہ

شرعی احکام اور عبادات میں اہتمام نہ کرنا بھی عبادات کیلئے عمدہ خلل انداز ہے اور اس کی اصل بنیاد یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کی راہ دو طرح کے ساتھ ان کے ہاتھ سے گم ہو جاتی ہے۔ اول تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کا خیال ہی ذہن میں نہیں آتا بلکہ محض اپنا کمال جو دراصل نقصان ہے مدنظر ہوتا ہے۔ دوسرے یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا جوئی مقصود ہوتی ہے لیکن اس کے طریق میں خطا واقع ہو جاتی ہے اور جو کچھ ان کی ناقص رائے میں آتا ہے کہ یہ اس کی رضا مندی کا موجب ہے اسی کو اس کا وسیلہ بناتے ہیں اور اصلیت یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کی رضا جوئی کی راہ سے بالکل بھولا ہوا سمجھ کر اندھے کی مانند[1] یَا بَصِیْرُ خُذْ بِیَدِیْ ہمیشہ اپنے حال کی زبان کا ورد بنائے رکھے اور اللہ عزوجل کی اس ازلی کلام وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی کو جس میں اکمل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف خطاب ہے اور اس حدیث قدسی[2] کُلُّکُمْ ضَآلٌّ اِلَّا مَنْ هَدَیْتُهٗ کو جو اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنے صادق البیان سرور عالم کی زبان سے فرمائی ہے اچھی طرح سوچ کر اس کی رضا کے طریق کو اسی کے جتلانے میں منحصر جانے اور شرع شریف کو جو مضبوط رسا ہے اپنا رہبر سمجھ کر اس کے خلاف

---

[1] اے آنکھوں والو میرے ہاتھ کو پکڑ لو۔ [2] اور اس نے تجھے بھولا ہوا پا کر ہدایت کی۔ [3] تم سب لوگ گمراہ ہو مگر جس کو میں ہدایت کروں

کو کبھی بہتری کا موجب نہ جانے اگرچہ اس کی مخالفت میں کشف و کرامات اور انوار تجلیات کے ظہور اور اہلِ سماوات اور ارواح کے ساتھ مصاحبت کا اسے یقین ہو۔

فائدہ

نامقبول سالکوں میں اس مانع کے ڈھونڈنے کی یہ علامت ہے کہ وہ مشائخ کے بتلائے ہوئے اوراد میں جو اہتمام کرتے ہیں فرض نماز میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں کرتے بلکہ جب ملعون شیطان اس جماعت پر قبضہ پالیتا ہے اور بمقتضائے وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ان کو راہِ حق سے بہت ہی دور لے جاتا ہے۔ نماز کو سرکاری بیگار کی مانند جانتے ہیں اور جو وقت کہ نماز اور وضو میں گزرتا ہے ضائع جانتے ہیں اور اسے اپنے لیئے کارآمد نہیں سمجھتے۔ معاذ اللہ من ذٰلک

اور یہ تو اس جماعت کا حال ہے جو اسلام کے نام سے موسوم ہے اور جو لوگ اسلام سے خارج ہیں اس مقام میں ان کے حال کی گفتگو نہیں ہے۔

دوسری ہدایت

عبادت میں خلل انداز چیزوں کے تفصیلی ذکر اور ان کے علاجوں کے بیان میں اور اس میں تین افادے ہیں

پہلا افادہ

نفس اور شیطان دونوں نماز میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ نفس تو اس طرح سے کہ سستی کرتا ہے اور اپنا آرام چاہتا ہے اور ارکان نماز کے ادا کرنے میں جلدی کرتا ہے تاکہ جلدی فراغت حاصل ہو سکے اور سو رہے یا آرام کرے اور اپنی

لہ اور ان کے بھائی گمراہی میں ان کو مدد دیتے ہیں پھر وہ قصور نہیں کرتے۔

Marfat.com

محبوب چیز میں مشغول ہو جائے اور نماز کے پڑھنے میں قیام اور رکوع اور سجدہ اور قعدہ مسنون طور پر نہیں کرتا بلکہ لاغر اور فالج زدہ لوگوں کی طرح اس کے اعضاء میں سستی اور استرخا پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے اعضا کو ارکان نماز کے ساتھ بے پروائی کی وجہ سے کیف ما اتفق یا جس طرح اس کی بدنی راحت کے موافق ہو رکھتا ہے اور اسی طرح تپ زدہ لوگوں کی مانند حواس باطنہ کی پراگندگی اور وہم اور خیال کی پریشانی اس کے معترض حال ہو کر نماز کی طرف قوی باطنہ اور اعضائے ظاہرہ کی توجہ میں بڑا خلل ڈالتی ہے ولیکن شیطان وسوسہ ڈال کر خلل اندازی کرتا ہے اور نماز کی شان میں سبکی اور اس سے بے پروائی اور اس کو چنداں کارآمد نہ جاننا اس کے بدترین وساوس سے ہے اور یہ وسوسہ فرض کے استخفاف اور انکار کی وجہ سے بہت جلدی کفر تک پہنچا دیتی ہے اور آدمی کو کافر کر دیتا ہے اور اس کا ادنیٰ وسوسہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اور اس کی ہم کلامی اور مناجات کی لذت سے اس طرح غافل کر دیتا ہے کہ رکعتوں یا تسبیحوں کی گنتی کو اچھی طرح جاننا چاہیئے، ایسا نہ ہو کہ کوئی غلطی یا سہو واقع ہو جائے اور قرآن کے حافظ کو غلطی سے بچنے کے واسطے متشابہات قرآنی کے خیال میں ڈال دیتا ہے باوجود آنکہ وہی نماز خواں ایک دفعہ یا دو دفعہ یا سو دفعہ آزما چکا ہوتا ہے کہ بتائے حضور میں نہ تو تسبیحوں اور رکعتوں کی تعداد میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے اور نہ قرآن میں تشابہ واقع ہوتا ہے۔ یہ شیطان کا مکر ہے اور رکعتوں اور تسبیحوں اور متشابہات کا یاد دلانا تو اس کا مقصود نہیں بلکہ نمازی کو اس کے اعلیٰ مرتبہ سے ادنیٰ مرتبہ کی طرف اتارنا مقصود ہے۔ یہاں تک کہ کشاں کشاں اپنے اصلی مقصود کی طرف جا پہنچاتا ہے اور اس مردود کا اصلی مقصود یہی انکار اور کفر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا وہ مقصود پورا نہ تو وہ لاچار ہو کر بمقتضائے

Marfat.com

اذا فاتك اللحم فاشرب المرق فتستر آہستہ آہستہ گاؤ خر کے خیال کی طرف لے جاتا ہے حتی کہ یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے

ع برزباں تسبیح و در دل گاؤ خر

گاؤ خر تو ایک مثال ہے حضورِ خدا تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہو خواہ گاؤ و خواہ گدھا ہاتھی ہو یا اونٹ سب کا یہی حکم ہے۔ طالب علم یہ نہ سمجھیں کہ صیغوں اور ترکیبوں میں ہماری سوچ بچار اس قبیل سے نہیں افسوس بلکہ یہ تو گاؤ خر کے خیال سے بھی نماز کا زیادہ مخل ہے۔ اور دانش مند لوگ یہ نہ سمجھیں کہ قرآن پاک میں سے غریب مسائل کے استخراج کا فکر نماز کی تکمیل ہے بلکہ یہ اس کا ناقص کرنا ہے اور اہلِ مکاشفات یہ خیال نہ کریں کہ نماز میں شیخ کے تصوّر یا ارواح اور فرشتوں کی ملاقات کی طرف توجہ کرنا بھی اسی نماز کا حاصل کرنا ہے جو مومنوں کے لیے معراج ہے۔ نہیں ہرگز نہیں نماز میں یہ توجہ بھی ایک شاخ ہے خواہ وہ خفی ہو یا اخفیٰ۔ یہ بھی نہ سمجھئے کہ غریب مسائل کا سمجھ میں آجانا اور ارواح و فرشتوں کا کشف نماز میں برا ہے بلکہ اس کام کا ارادہ کرنا اور اپنی ہمّت کو اس کی طرف متوجہ کر دینا اور نیت میں اس مدعا کا ملا دینا مخلص لوگوں کے خلوص کے مخالف ہے اور خود بخود مسائل کا دل میں آجانا اور ارواح اور فرشتوں کا کشف ان فاخرہ خلعتوں میں سے ہے جو حضورِ حق میں مستغرق با خلاص لوگوں کو نہایت مہربانیوں کی وجہ سے عطا ہوا کرتے ہیں پس یہ ان لوگوں کے حق میں ایک ایسا کمال ہے کہ مثال کے موقع پر مجسم ہو گیا ہے اور ان کی نماز ایسی عبادت ہے کہ اس کا ثمرہ آنکھوں کے سامنے

ف یعنی جب گوشت ہاتھ سے جاتا رہا تو شوربا ہی سہی وہی پی لو

آگیا ہے - ہاں حاجتوں کی وہ دعائیں جو باکمال نمازی سے مطلق بے نیاز کی ذات میں حاجت روائی کے منحصر ہونے کے اعتقاد کے باعث عین نماز میں صادر ہوتی ہیں اسی قبیل سے ہیں یعنی نماز کے لیے کمال ہے گو وہ قلیل حاجتیں معاش ہی کے متعلق کیوں نہ ہوں اور اپنی حاجتوں کے بارے میں نفس کے ساتھ مشورے کرنا قبیح وسوسوں اور نماز کے نقصان میں سے ہے اور جو کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نماز میں سامان لشکر کی تدبیر کیا کرتے تھے سو اس قصہ سے مغرور ہو کر اپنی نماز کو تباہ نہ کرنا چاہیئے۔

کار پاکاں را قیاس از خود گیر ٭ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

حضرت خضر علیہ السلام کے لیئے تو کشتی کے توڑنے اور بے گناہ بچے کے مار ڈالنے میں بڑا ثواب تھا اور دوسروں کے لیئے نہایت درجہ کا گناہ ہے جناب فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ درجہ تھا کہ لشکر کی تیاری آپ کی نماز میں خلل انداز نہ ہوتی تھی بلکہ وہ بھی نماز کے کامل کرنے والوں میں سے ہو جاتی تھی۔ اس لیے کہ وہ تدبیر اللہ جل شانہ کے الہامات میں سے آپ کے دل میں ڈالی جاتی تھی اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر کی طرف متوجہ ہو خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی بالکل اس کے برخلاف ہے اور جس شخص پر یہ مقام کھل جاتا ہے وہ جانتا ہے۔ ہاں بمقتضائے ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا انہی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور

Marfat.com

اور تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے۔ اور غیر کی تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے حاصل کلام اس جگہ وسوسوں کے مرتبوں کے تفاوت کا بیان کرنا مقصود ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ آگاہی حاصل کر کے کسی مانع کے ساتھ اللہ عزوجل کے حضور سے نہ رکھے اور پیچھے نہ ہٹے اور اس موقع پر اس خلل کا علاج اس طرح بیان کرنا مقصود ہے کہ ہر کس وناکس اس کو سمجھ سکے۔ پس وسوسہ اگر بدترین وساوس سے ہو تو نہایت ہی التجا کے ساتھ دعا کرے۔ اگرچہ ساری چیزوں کے حاصل ہونے کا دارومدار اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے، ظاہری اسباب کو اس میں کچھ خلل نہیں اور اپنے پیر کی خدمت میں بھی عرض کرے کیونکہ پیر اس کام میں اس سے زیادہ با خبر ہے شاید کوئی عمدہ تدبیر بتلاوے اور دعا کرے اور اگر شیطان یا نفس کی طرف سے اس وسوسے کے علاوہ کوئی اور وسوسہ ہے تو اس کا یہ علاج ہے کہ مثلاً اگر وسوسہ ظہر کی نماز میں پیش آیا ہے تو فرض اور سنتوں سے فارغ ہو کر تنہائی اور خلوت میں وسوسے کو دل سے بالکل نکال کر سو رکعتیں نماز پڑھے اور یہ جب ہے کہ ساری رکعتوں میں خیالات کا سلسلہ لگا رہا تھا اور اگر ساری رکعتوں میں وسوسے نہیں رہے تھے بلکہ بعض تو حضور کے ساتھ خیالات سے خالی پڑھی تھیں اور بعض خیالات سے آلودہ ہو گئی تھیں تو وسوسے والی رکعتوں میں سے ہر ایک رکعت کے بدلے چار رکعتیں ادا کرے اور مغرب کی نماز کے بعد نماز عصر کا تدارک کرے اور اس کے بعد نماز مغرب کا اور اسی طرح عشاء کا

ل یعنی اندھیرے میں جو درجے میں بعض سے بعض اوپر ۱۲ منہ

Marfat.com

تدارک اس کے بعد کرے اور فجر کا تدارک طلوع آفتاب کے بعد چاہیئے تاکہ نفل ناجائز نہ ہو جائیں اور چونکہ نفس کے واسطے یہ کام نہایت شاق ہے البتہ باز آجائے گا اور اپنے آپ کو وساوس سے روک رکھے گا اور جس وقت نفس قابو میں آجائے اللہ تعالےٰ کا بہت سا شکر بجالائے اور شرع کے بموجب اس کی خواہش کو پورا کرے اور اس کام کے بدلے اس کی دارو مدار کرے اور اس کو آرام دے اور اگر نفسانی یا شیطانی حرکت سے تہجّد قضا ہو جائے تو اس دن روزہ رکھے اور اگر روزے میں بھی کوئی نفسانی یا شیطانی مخل واقع ہو جائے تو اس روزے کے ساتھ ساری رات کا جاگنا ملا کر تنبیہہ کرے۔ جب شیطان اپنے اثر سے ناامید ہو جاتا ہے تو نفس کو اپنے ساتھ شریک کر لیتا ہے تاکہ اس کا مدعا حاصل ہو جائے اور نفس کی تادیب اور تنبیہ سے نفس اور شیطان دونوں اپنی شرارت سے باز آجاتے ہیں بلکہ نفس حکمِ خداوی کا مطیع ہو جاتا ہے اور شیطان کو انسان پر حکومت کرنے کی طاقت نہیں رہتی

دوسرا افادہ

اگر زکوٰۃ کے ادا کرنے سے نفس بہانہ کرے اور اپنے پر اس کو گراں جانے اور اللہ تعالےٰ کے حکم پر راضی اور شاکر نہ ہو تو زکوٰۃ سے چار گنا اپنے مال سے محض اللہ کے واسطے خرچ کرے تاکہ پھر نفس بہانہ نہ کرے اور اس کو سمجھا دے کہ جس قدر بہانے کرے گا میں اسی قدر مال خرچ کر دوں گا

تیسرا افادہ

جس وقت حج اور جہاد فرض ہوں اور نفس کو ان کے ادا کرنے سے سستی معلوم کرے، پس غور کرے کہ کونسی چیز اس امر کا باعث ہے کہ اس کی وجہ

Marfat.com

سے جہاد اور حج ادا کرنے میں نفس سستی کرتا ہے اس چیز کو چھوڑ دے مثلاً اگر ریاست اور حکومت مانع ہو اور وہ فرماں روائی جو صدہا لوگوں پر اس کو حاصل ہے اس کو نہیں چھوڑتی کہ چست اور چالاک ہو کر حج اور جہاد کا فریضہ ادا کرے تو اپنے لباس اور خوراک اور نشست و برخاست اور غریبوں اور ذلیلوں کی طرح اختیار کرلے اگرچہ حج اور جہاد بلکہ ساری عبادتیں نفس کے جھگڑے اور کشاکش کے باوجود ادا ہو جاتی ہیں لیکن جو برکت اور رونق فرصت اور اطمینان میں حاصل ہوتی ہے وہ اس صورت میں ہرگز ظاہر نہیں ہوتی اور جس وقت نفس مطیع ہوگیا اور عبادت میں نشاط کے ساتھ قدم رکھا یہ کام کئی برکتوں کا باعث اور عبادات میں رونق کا موجب ہوگیا اور اگر امور جہاد میں آجانے کے باوجود بھی نفس اس کے حق کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا اور اپنی محافظت کرتا ہے تو جو کام پوشیدہ طور پر کسی کا فرئیس کے قتل کرنے کی مانند زیادہ مشکل ہو اسی کام کو اپنے ذمے لازم سمجھ کر پورا کرے اور نفس کو سمجھائے کہ اگر تو سستی کرے گا تو اسی طرح تجھے ہلاکت کے مقاموں میں ڈالوں گا۔ یہاں تک کہ وہ باز آجائے اسی طرح کرتا رہے

چوتھی فصل

ادائے طاعات کے طریقوں کے بیان میں

اور اس میں ایک تمہید اور پانچ افادے ہیں

تمہید

تہذیب اخلاق اور ادائے طاعات سے اصلی مقصود تو نفس کا سنوارنا ہے اور اصلاح کرنا ہے تاکہ وہ مطمئن ہو جائے اور بدعادات سے پاک ہو جائے اور بد عادتوں سے نفس کا پاک ہونا ہی نیک عادتوں کے ساتھ اس کا موصوف

ہوتا ہے، اور عام اہل سلوک اس کو نفس کشی سے تعبیر کرتے ہیں محض خطا ہے کیونکہ نہ تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نفس کے مار ڈالنے کا حکم ہے اور نہ زندگی کے باوجود اس کا کرنا ممکن ہے اور جو ممکن ہے اسی کی بجا آوری کا حکم بھی ہے یعنی نفس کی اصلاح کر کے اسے احکام شرعیہ کا مطیع کیا جائے جیسے جاہل انسان کو عالم بنا دیا جائے پس اس کو مار ڈالنے سے تعبیر کرنا غلط ہے اور نفس کشی میں جو مشکل ریاضتیں اور کھانے پینے کی کمی معمول ہے یہ سب غلط ہے۔ ان ریاضتوں کے ساتھ نفس مرتا نہیں بلکہ انسانی وجود کمزور ہو جاتا ہے اور مشکل عبادتوں کے لائق نہیں رہتا اور ممکن ہے کہ ان ریاضتوں کی وجہ سے نفس میں شکستگی آجائے اور کسی وجہ سے تازگی پیدا ہو جائے

پہلا افادہ

ارکان اسلام کی اصلاح کے لیئے سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان ارکان کی عظمت اچھی طرح سمجھ لی جائے اور جب ان کی بہت سی عزت اور فائدہ جان لے گا تو ان کا اہتمام اور ان کی اصلاح کی بہت تدبیریں کرے گا پس ارکان اسلام خاص کر ان سے افضل رکن یعنی نماز کی عظمت کی حقیقت سمجھ لینا نہایت ہی دشوار ہے لیکن بحکم مَا یُدْرَکُ کُلُّهٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّهٗ[1] کسی قدر نماز کی عظمت لکھی جاتی ہے اور اس کے بعد دوسرے ارکان کی بابت نمونے کے طور پر کچھ بیان کیا جائے گا۔ پس پہلے ایک مثال سن لینی چاہیئے۔ ایک بادشاہ ہے جس کی سلطنت بڑی وسیع ہے اور اس کی رعیت بے شمار اور ان گنت لشکر ہیں اور مختلف مقاموں اور جگہوں میں بے حساب متباین

---

[1] جو چیز ساری کی ساری سمجھ میں نہ آئے ساری کی ساری چھوڑنی نہ چاہیئے۔

Marfat.com

موجود ہیں اور ہر کارخانہ پر کئی قسم کے آدمی مقرر ہیں اور ہر ایک کارخانے میں طرح طرح کی چیزوں کو مداخلت ہے مثلاً مزارع اپنے مختلف مرتبوں کے باوجود اپنے کام میں مشغول ہیں اور بیل بے شمار مختلف حاجتوں میں لگائے ہوئے ہیں اور اسی طرح تباہی اور کام میں ہیں اور منشی اور کام میں اور ہر ایک کے لیے اس کے کام کے موافق ایک معین اجرت اور عہدہ مقرر ہے اور اسی کام کے باعث ہر ایک کو جناب بادشاہ کے ساتھ ایک خاص علاقہ اور ربط ہے اور اس علاقے کو معلوم کر کے اپنے آپ میں پھولا نہیں سماتا اور اپنی کوشش اور کام پر فخر کرتا ہے اور جب جانتا ہے کہ بادشاہ بے پرواہ ہے کسی کا محتاج نہیں اور میرا جو علاقہ اس کے ساتھ ہے یہ اسی کی عنایت ہے اور میرے فخر کا دارومدار ہے لیکن ان تمام کارخانوں کے ملازموں کے لیئے ایک دوسرے پر مرتبوں اور درجوں میں تفاوت اور بعض کے اعلیٰ درجوں پر معین ہونے کے باوجود ایک معین کام ہے کہ اس سے تجاوز کرنا اور بدلنا ممکن نہیں اور اسی واسطے کمی بیشی کے لحاظ سے ان کی اجرت میں تفاوت نہیں ہوتی اور بعد ازاں بادشاہ نے ایک خاص چیلے کو نائب اور خلیفہ بنا کر تمام کارخانوں کے قیام کے لیئے واسطہ بنایا ہے اور اس کے حاضر ہونے کے واسطے چند اوقات مقرر کیئے ہیں تاکہ ان وقتوں میں حاضر ہو کر اپنی حاجتیں بیان کرے اور سلطانی احکام سن کر ان کارخانوں میں ان کو جاری کرے اور چونکہ اس کے لیئے دربار کے وقت معین ہیں اور مقررہ اوقات پر حاضر ہونے کے بارے میں اس پر سخت تاکید ہے۔ تمام کارخانوں والے اس کے حال کے نگران اور اس مقام کے مشتاق رہتے ہیں اور ہر دربار میں اس کے واسطے ایک عجیب چیز اور ایک بلند مرتبہ کے ظاہر ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور ان مقررہ وقتوں

Marfat.com

میں بادشاہ کی طرف سے اس پر ایک خاص عنایت تمام کارخانہ جات والوں کی عقلوں پر ظاہر ہوتی ہے اسی واسطے وہ خاص چیلہ تمام رعایا اور لشکر اور اہلِ سیف وقلم میں ممتاز و معزز ہوتا ہے اسی طرح زمین سے لے کر آسمان تک کی مخلوقات کا یہی حال سمجھنا چاہیئے جو احکام الٰہی میں سرگرم اور مسخر ہیں اندر اگرچہ مقرب فرشتوں کے لیئے عمدہ عہدے اور بڑے بڑے کام مقرر ہیں مگر وہ اپنے کام اور مرتبہ سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کو حضرت اسرافیل علیہ السلام کے کارخانہ میں کچھ دخل نہیں اور اسی طرح حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حضرت جبریل علیہ السلام کے امور میں کچھ دخل نہیں وعلیٰ ہذا القیاس جو مرتبہ جبریل علیہ السلام کے واسطے مقرر ہو چکا ہے نہ اس کو اس سے تنزل ہے اور نہ ترقی۔ تنزل تو معصوم ہونے کی وجہ سے نہیں اور ترقی نہ ہونے کے لیئے معراج کا قصہ گواہ بیت

اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم

اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت آدم صفی اللّٰہ کو خلافت کے واسطے پیدا کیا اور بے نہایت کمالوں کی استعداد آپ میں رکھی اور انہیں بہت سارے کارخانوں کا مظہر بنایا اور ترقی اور تنزل حقیقت انسانی کے لیئے مقرر فرمائی اور اول اول حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو افرادِ انسانی کا اصل میں اس کا پورا مظہر بنایا تاکہ اس حقیقت کے تمام افراد میں وہ سرِ اثر کر جائے اور اسی واسطے جسطرح خاص شاہی چیلہ ان امور مملکت میں سے ہر ایک امر کا مصدر ہو سکتا ہے جو شاہیت کے تمام نوکر چاکروں پر بانٹے ہوئے ہیں مثلاً مگس رانی اور جوڑا برادری جیسے کام جو غلاموں کے متعلق ہیں تنہائی میں حاجت کے وقت

Marfat.com

اس حیلہ سے لیئے جا سکتے ہیں اور اسی طرح کسی کو پیغام پہنچانا اور عند الطلب کسی کا حاضر کرنا جو نقیبوں اور چوبداروں کے متعلق ہے۔ ضرورت کے موقع پر اس خاص حیلہ یا خلیفہ سے بھی ظہور پذیر ہو سکتے ہیں اور ایسا ہی فرمان نویسی اور جمع خرچ کا حساب کتاب جو منشی متصدی لوگوں کے سپرد ہوتا ہے ضرورت کے وقت اس خلیفہ سے بھی کرا لیا جاتا ہے اور ایلچی گری اور انتظام سلطنت اور لشکر کی سرداری اور امور متعلقہ وزارت جیسے عمدہ کاموں کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔ اسی طرح انسانی افراد میں سے کامل لوگ تدبیر کرنے والے فرشتوں کی ساری خدمتوں کا مصدر ہو سکتے مثلاً جہاد یا دعا کے ساتھ کفار کے ہلاک کرنے کی خدمت جو فرشتگانِ غضب سے متعلق ہے جہاد اور دعا کے ذریعہ اس کامل انسان سے ظاہر ہو جاتی ہے اور اعلیٰ درجہ کے منافع پہنچانے کی خدمت جو فرشتگان رحمت کے متعلق ہے اس سے حاصل ہوتی ہے اور تسبیح و اذکار اور بجا آوری عبادت کی جو خدمت فرشتگانِ مسبحین کے متعلق ہے اس سے صادر ہوتی ہے اور پڑھنے پڑھانے اور ارشاد و تلقین کی جو خدمت فرشتگان خدام وحی سے متعلق ہے اس سے درست ہوتی ہے اور سلطنتِ عادلہ اور خلافت کبریٰ کے قائم کرنے اور امامت باطنہ اور نبوت اور رسالت اور اولو العزم اور خاتمیت کے عہدوں اور مرتبوں کے مرتب کرنے کی جو خدمتیں ملاءِ اعلیٰ کے فرشتوں سے متعلق ہیں اس سے ہوا کرتی ہیں اور باقی خدمتوں کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔ القصہ اللہ عزوجل نے اپنے خلیفہ کی دربارداری کے لیئے چند اوقات مقرر فرمائے ہیں اور وراثت کے طور پر سارے بنی آدم میں وہ استعداد پوشیدہ کر رکھی ہے اور اس کا اظہار اسی کے اختیار میں دے دیا ہے

اور نہایت ہی مہربانی اور عنایت کی راہ سے رسولوں کے بھیجنے اور کتابوں کے اتارنے اور ان ہی جیسے اور باعث ظہور استعداد کے ساتھ ہر طرح اس کی امداد فرمائی ہے۔ پس پانچ نمازوں کے وقت جو اس اشرف مخلوقات کے لیے نہایت قرب اور حضور کے وقت ہے اور معنی خلافت کی ایک شاخ سب لوگوں میں موجود ہے جو چاہے اس کو ظاہر کرے اور جو چاہے اس کو برباد کرے۔[1] قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔

پانچ وقتوں کی نمازوں کا بندوں پر فرض ہونا تمام مخلوقات کی ماہیتوں پر انسانی ماہیت کے بلند ہونے پر معتبر گواہ ہے گو اس کے افراد آپس میں تنافض اور متفاوت ہوں بلکہ تنزل کرتے کرتے اسفل السافلین تک پہنچ جائیں اور دراصل ان کے اسفل السافلین میں پہنچ جانے کے باعث بھی ان کی ذہنی بلندی ظاہر ہوتی ہے اس لیئے بڑی بلاؤں اور بڑی سزاؤں میں گرفتار ہونا بادشاہ کے خاص حضوری ملازموں کا حصہ ہوتا ہے

ع ہم بیشتر عنایت و ہم بیشتر عنا

پس ایمانی کمال کی طلب کرنے والے مومن کو چاہیئے کہ نماز کی حقیقت اس طرح جانے کہ پروردگار عالم جل جلالہ نے جس کی بادشاہت کی بزرگی اور اس کے اوصاف کمال کی کوئی انتہا نہیں۔ اسے تمام مخلوقات سے چن کر سخت تاکید کے ساتھ پانچ وقت دربار میں حاضر ہونے کا مطلق اذن دے کر دستوری لینے کا محتاج نہیں رکھا اور دربانوں اور نقیبوں کی منت اٹھانے سے سبکدوش کر دیا ہے اور غیر حاضری کی سخت سزا مقرر فرمائی ہے۔ پس اپنے آپ کو

---

[1] جس نے اس کو سنوارا وہ کامیاب ہو اور جس نے اس کو آلودہ کیا وہ ناکام رہا۔

Marfat.com

اس بڑی نعمت سے جو تمام جہانوں کے رشک کا مقام ہے، محروم کر کے سخت سزا کا مستحق بنانا کس درجہ کی جہالت اور نادانی ہے، نماز کی عظمت کو اسطرح سمجھ کر نہایت ہی خشوع و خضوع اور ادب کے ساتھ اس کو بجالائے جو اس حقیقی بادشاہ کے دربار کی قبولیت کے لائق ہے اور اپنے آپ کو ہمیشہ خدائی احکام میں رکھ کر نماز کے وقتوں کو بے شبہ دربار اور حاضری کا وقت جانے اور تلاوت اور تسبیحوں اور دعاؤں کو اپنے حق میں مناجات اور مکالمہ اور عرض حاجات سمجھے۔ نماز کی اجمالی حقیقت تو یہ ہے کہ لیکن مفصل طور پر اس کے ارکان کی حقیقت سمجھنے کے واسطے یہ مثال سمجھ لینی چاہیے کہ جس طرح وہ بادشاہ کا خاص خلیفہ یا نائب جس وقت مناجات اور عرض حاجات کا ارادہ اپنے دل میں پکا کر کے اپنے آقا کے حضور میں نہایت ہی خضوع اور تعظیم کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور اس کے ماسوا سے اعراض کر کے اس کی بادشاہت کی ہیبت کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ کر امید اور مناجات کی آنکھ اس کی طرف لگا لیتا ہے۔ پس خواہ مخواہ جوں ہی وہ عالی جاہ بادشاہ اس کی سرگوشی کے ارادے سے مطلع ہوتا ہے اور اس کی عرض حاجات کی امید کو دیکھتا ہے اس کے حق میں ایک خاص مہربانی کرتا ہے اور قبولیت اور پیار کی نگاہ سے اس کی طرف دیکھتا ہے اور تعظیم کے جتنے قول اور فعل اس خلیفہ سے صادر ہوتے ہیں ان کی وجہ سے بادشاہ کی عنایت ان پر اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ پس جس وقت وہ فرماں بردار بندہ اپنے آقا کی نعمتوں کو اپنے حق میں زیادہ سے زیادہ معلوم کر لیتا ہے تو تخت بوسی یا اس جیسی اور تعظیمیں جو کہ سرگوشی کی اجازت طلبی کا مقدمہ اور عرض حاجات کا توطیہ ہوتی ہیں بجالانے کے لیے ٹیڑھا ہوتا ہے اور اس تعظیم کے صادر ہونے کے

Marfat.com

باعث بادشاہ کی بے نہایت مہربانیاں اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے مناجات اور عرض مناجات کی دستوری دیتی ہیں۔ پس وہ مطیع بندہ مناجات کا اذن حاصل ہو جانے کے شکریے میں اپنی زبان سے وہ مدح اور تعریف کرنے لگ جاتا ہے جو اس کے مولیٰ کی شان کے لائق ہوتی ہے اور اپنے آقا کی تعظیم کو ظاہر کرنے والا فعل بجا لا کر مناجات اور عرض حاجات میں مشغول ہو جاتا ہے اور چوں کہ یہ وقت اس فرماں بردار بندے کے لیے نہایت ہی کمال اور عالی جاہ بادشاہ کے نہایت قریب اور سلطنت کی ہیبت اور بادشاہت کے غلبہ کے نہایت ظاہر اور واضح ہونے کا وقت ہے اور ایسے وقت میں مناجات کے بعض مضامین اور حاجات کے بعض مقامات میں بھول چوک کا اندیشہ ہوتا ہے لہٰذا اس کو حکم ہوتا ہے کہ ایسے وقت میں تھوڑی دیر مقام مناجات سے جدا ہو کر اپنے خیال اور عقل کو درست کر کے پھر محل قرب میں داخل ہو تا کہ اچھی طرح فوت شدہ چیز کا تدارک ہو سکے اور جب کہ اسطرح کے قرب اور اتصال کی حالتیں اس مطیع بندہ پر وارد ہوتی ہیں۔ نہایت قدردانی اور قبولیت کا قانون یہ تقاضا کرتا ہے کہ بیٹھنے کی اجازت دے اس بندے کی عزت افزائی کی جائے لیکن چونکہ بادشاہی دربار میں بیٹھ جانا سخت بے ادبی ہے اس لیئے بادشاہ کی حکمت عملی اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ اس بندے کو ایسی خدمات کی بجا آوری کا حکم دیا جائے جو بیٹھنے کے مناسب ہوں مثلاً وہ بادشاہ عالی جاہ اس کی طرف اپنا پاؤں دراز کر دیتا ہے تا کہ چاپی کی خدمت ادا کرنے کے لیے بیٹھ جائے اسی طرح جس وقت شرک سے پاک درست عقیدے والا، خالص نیت والا، بدعت سے بچنے والا، بد عادتوں سے خالی اور عمدہ خصائل سے مزین ایماندار اپنی جان کو بہیمی آلودگیوں،

Marfat.com

اور اندر کی گندگیوں سے صاف اور اپنے بدن کو حقیقی اور حکمی نجاستوں سے پاک اور اپنے دل کی تختی کو نقوش ماسوی اللہ سے صاف اور دل کو علائق غیر اللہ سے خالی کرکے اپنے دل و جان سے اللہ تعالٰے کی طرف متوجہ ہو کر نہایت محبت اور رغبت سے اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کے مضمون کو اپنے دل میں مضبوط کرکے تکبیر تحریمہ کہتا ہے صرف اسی عقد کے ساتھ رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے اور ایک خاص قسم کی عنایت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے کہ حدیث ہے اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلَا یَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْقِبْلَةِ وَفِی رِوَایَةٍ فَاِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهٗ۔

اسی معاملہ کی طرف اشارہ ہے اور تلاوت قرآن اور دعاؤں سے جس قدر تعظیمی اقوال اس سے ظاہر ہوتے ہیں اسی قدر اللہ تعالٰے کی رحمت اور فیوض اس کے حق میں مبذول ہوتے ہیں تا کہ غایت تعظیم کا لوطیہ یعنی نہایت قرب کی تمہید یعنی سجدہ بجالاتا ہے اور جب اپنے خالص عقل کی طرف ملاحظہ کرتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے مجھے ایسے رفیع مقام یعنی سجود پر مطلق ماذون کرکے کوئی مانع نہیں چھوڑا تو اس بڑی نعمت اور عطیہ کا شکر بجالانے کے لیے سیدھا کھڑا ہو کر جو

لہ بے شک میں نے اپنے منہ کو اس ذات کی طرف متوجہ کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے ۲ تم میں سے جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہو تو اپنے سامنے تھوک نہ ڈالے کیوں کہ اللہ تعالٰے اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے ۳ کیوں کہ رحمت اس کے سامنے ہوتی ہے۔

Marfat.com

حمد وثنا اس کی شان کے شایاں ہے بجالاکر اپنے ماتھے کو عاجزی کی مٹی پر گھس کر مناجات اور عرض حاجات میں مشغول ہو جاتا ہے اور چونکہ سجود نہایت ہی قرب اور تجلیات جلالی اور جمالی کے ظاہر ہونے کا مقام ہے۔ لہذا حاجات کے بعض مضامین میں بھول جانے کے گمان پر اس کو حکم ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اس رفیع مقام سے تھوڑی دیر اتار کر پھر فوت شدہ حاجت کے تدارک کے لیے آجانا اور جب وہ پاک مومن ان پسندیدہ حالات کو جن کے ادنی درجہ کا تکرار دو رکعتوں میں پایا جاتا ہے بار بار بجالاکر بیٹھنے کی قابلیت پیدا کر دیتا ہے تو بزرگی کے قانون کی محافظت کے لیئے نماز کے قعود کو عبادت سے خالی نہ چھوڑ کر اسے اس تشہد کے پڑھنے کا حکم ملا جو نہایت ہی تعظیمی اقوال پر مشتمل ہے اور ارکان نماز میں تکرار اس لیئے مقرر کیا گیا ہے کہ افعال تعظیمی کا بار بار بجالانا نہایت ہی اطاعت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ایک بار تعظیمی فعل بجالانے میں اس کے اتفاقی صادر ہونے کا احتمال باقی رہتا ہے اور قومہ میں بھی ایک تفصیل ہے جس کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ نماز کے ہر رکن میں ایک نئی تاثیر یعنی اور تازہ لذت ہے پس ضرور ہے کہ رکوع کو سجود سے ایک اجنبی فعل کے ساتھ جدا کرنا چاہیئے تا کہ ہر ایک رکن کی مستقل لذت نمازی کو حاصل ہو جائے۔ اس طرح دونوں سجدوں کے درمیان والے جلسہ میں بھی ایک گہرا بھید ہے اس کا بیان یہ ہے کہ جب کوئی بے حیثیت آدمی دفعتہً کسی بلند مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے، مثلاً اس کا ہاتھ پایہ تخت شاہی تک پہنچ جاتا ہے یا مستقل دستار سے بہرہ ور ہوتا ہے تو خواہ مخواہ ہم جنس اور ہم جولی اس امر کا اتفاقی ہونا خیال کرتے ہیں اور جب یہ امر بار بار متحقق ہو جائے

Marfat.com

تو وہ بیہودہ خیال باطل ہو جاتا ہے اور اسی طرح جب اس مٹھی بھر مٹی کو قرب کے ان اعلیٰ مرتبوں کے ساتھ جو سجود میں حاصل ہوتے ہیں معزز کرتے ہیں تو خواہ مخواہ سب جہان والوں کے دلوں میں بلکہ اس نمازی کے نفس میں اس امر کے اتفاقی ہونے کا خیال پیدا ہوتا ہے پس اس گمان کے دور کرنے کے واسطے ہر رکعت میں اس پاک مومن کو فاخرہ خلعت کے ساتھ دوبارہ معزز کیا جاتا ہے۔ ارکان نماز کے اسرار کی طرف اجمالی اشارہ یہ ہے لیکن اس کی تفصیل پس مقام کی تنگی کی وجہ سے عقلمندوں کی عقل کے حوالہ کی گئی ہے۔ اگر اتنی بات پر اچھی طرح مطلع ہو کر مداومت کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ اپنی استعداد کے موافق الہامات صادقہ کا مورد بن جائے گا۔ حضرت فاروق کے قول اُجَهِّزُ جَیْشِیْ وَاَنَا فِی الصَّلٰوۃِ کا بھید اس جگہ سے معلوم کر سکتے ہیں۔ اپنے دربار کے وقت میں مسلمانوں کے لشکروں کی وہ تدبیر جو کہ دین متین کی زیادہ قوت اور شوکت کا باعث تھی کیا کرتے تھے اسی واسطے جتنی فتوحات اور اسلام کی ترقیاں آپ کے زمانہ میں ہوئیں اور کسی زمانہ میں معلوم نہیں ہو سکیں۔

القصہ انسان کے دل میں ایمان اس بیج کی جا بجا ہے جو زمین میں چھپا ہوا ہے جونہی اس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اس کی عبودیت خدائی عالموں میں معلوم ہو گئی ہے تو فرشتوں کی اعلیٰ جماعت سے زبان حال کے ساتھ اس کی عبودیت اور قبولیت کی آواز نے جہان والوں کے کانوں کو زینت بخشی اور محض کلمہ شہادت کے صادر ہوتے ہی دربار میں پانچ وقت حاضر ہونے اور پاک ہونے کے بہت سے ان حکموں کے ساتھ جو دربار میں

Marfat.com

حاضر ہونے کے لیئے ایک مقدمہ میں معزز کیا گیا ہے اور بہت سے قولی اور فعلی آداب اور بلند اور آہستہ عرض داشت کے سکھانے سے ممتاز ہو گیا۔

پہلا افادہ

چوں کہ بموجب منطوق آیہ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ قِیَامًا دنیاوی مال اس جہان کی زندگی کا ستون ہے۔ بالکل ان اموال سے قطع تعلق کر لینے کا امر نہیں کیا گیا اور ممکن ہے انسان مسلمان ہوتے ہی مالدار بن جائے یا پہلے ہی سے مال دار ہو اسی واسطے زکوٰۃ کو نماز کا ضمیمہ بنا دیا گیا تاکہ جو مال کہ اکثر غفلت کا موجب ہوا کرتا ہے اور اس کی محبت سیاہ دلی کا باعث بنتی ہے مسلمان آدمی کے حق میں ایک قسم کی ہمیشہ کی حاضری بن جائے۔ اس کی شرح یہ ہے کہ جب آدمی مسلمان ہو اور اس نے جان لیا کہ میں ارکان اسلام کے ساتھ مامور ہوں اور عمدہ ارکان جن میں سے زکوٰۃ بھی ایک رکن ہے اس کے دل میں جاگزین ہو گئے اسی وقت اجناس اموال کی تفتیش میں لگ گیا کہ کون سا مال زکوٰۃ کے قبیل سے ہے اور کون سا نہیں اور جو پہلی قسم سے ہے اس کی کیا مقدار ہے اور اس مقدار کی زکوٰۃ کتنی ہے اور سال کا گذرنا جو زکوٰۃ کی ایک شرط ہے کسی وقت سے شروع ہوتا ہے۔ پس جب تک یہ اہتمام اس کے دل کو دامن گیر رہے گا خواہ عین ترقی اموال کی تدبیر میں ہو تو ایک قسم کی حاضری اس کو نصیب رہے گی اور جب نصیبت کا معنے اچھی طرح سمجھ لے گا یعنی جان لے گا کہ اتنا مال جو ہر سال میں نذرانہ اد۔

سلہ جو بنائی اللہ نے تمہاری گذران ۱۲

Marfat.com

تحفہ کے طور پر اس کے دربار میں حاضر کرنے کے لئے میرے ذمے مقرر کیا گیا ہے۔ وہ محض اپنا جلیل القدر انعام مجھ پر بڑھانے کے واسطے مقرر کیا گیا ہے اسی واسطے مستقل طور پر زکوٰۃ کا لینا جس طرح کہ قرآن شریف اور حدیث شریف سے سمجھا جاتا ہے امام اور خلیفہ کا حق ہے گویا اس طرح ادا کرنا خود اللہ جل جلالہ کے ہاتھ میں دینا ہے پس ہر سال زکوٰۃ کے ادا کرنے میں مسلمان آدمی اس شخص کی مانند ہے جس کو بے پرواہ عالی جاہ بادشاہ کی جانب سے ایک تاکیدی حکم دیا گیا ہے کہ اپنی ملکیت اور استعمال کی چیزوں میں سے ہر سال اس قدر نذرانہ عید یا جشن کے طور پر ہمارے حضور میں لایا کرو تاکہ ہم اس کو اپنی عنایت کے ہاتھ سے قبول کر کے تم کو اپنی مہربانیوں کا مورد بنا دیویں۔ پس دوسرے کارخانوں والے جن سے عید اور جشن کے موقع پر اس طرح کی نذر مطلوب نہیں بلکہ وہ ادا بھی نہیں کر سکتے۔ اس کے مرتبہ کی اس بلندی اور اس کی اس محبت اور عزت کے متفکر ہو جائیں جو بادشاہ کی درگاہ میں اس کو حاصل ہے وہ شخص ہمیشہ زیادتی اور ترقی میں رہتا ہے اور عین شغل اموال میں غفلت اس کے سامنے نہیں آتی

فائدہ

جس طرح طاقت اور سخاوت شعار بادشاہوں کا طریقہ ہے کہ نذر و نیاز کے مالوں کو اپنی خاص حاجتوں میں خرچ نہیں کرتے بلکہ عالی مقدار شہزادوں اور بڑے بڑے امیروں جیسے اہل عزت کے مخارج میں بھی ان کے خرچ کرنے کی تجویز نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک ایسے مالوں کا مصرف فقط حاجتمند لوگ ہیں۔ اسی طرح حضرت شہنشاہ نے زکوٰۃ کے مالوں کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر حرام کر دیا کہ در اصل آنجناب کے خرچ خاص حضرت رب الارباب

Marfat.com

کے مخارج میں سے ہیں اور تمام بنی ہاشم پر جن کو آپ کے ساتھ قرابت کا رشتہ ہے صدقے حرام کر دیئے اور ان مالوں کا مصرف صرف حاجت مند لوگ مقرر فرمائے۔ پس جن لوگوں پر صدقات حرام کیے گئے ہیں ان کو وہ عزت اور فخر حاصل ہوا ہے کہ وہ اس کے شکر کو کسی زبان کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے اگر فقط اسی نعمت کے مقابلہ میں صدہا قسم کی عبادتیں بجا لائیں ان کو لائق ہے اور اس جیسی بڑی نعمت کے مقابلہ میں کفران اور نافرمانی کس درجہ کی نالائقی ہے

تیسرا افادہ

روزے کی فرضیت میں بھی مومن آدمی کی توجہ سارے سال میں حکم الٰہی کی تعظیم کی طرف لگی رہتی ہے اور خود انتظار میں رہتا ہے اور تیاری کرتا رہتا ہے کہ جب رمضان شریف آئے گا تو اس طرح روزہ اور نماز تراویح ادا کروں گا اور قرآن کریم کی تلاوت کروں گا اور اس انتظار اور تیاری اور اخلاص میں لوگوں کی حالتیں مختلف ہوا کرتی ہیں اور اسی اختلاف کی وجہ سے ان کی قبولیت کے درجے مختلف ہو جاتے ہیں۔ پورے سال کے اس انتظار کی وجہ سے رمضان کو زکوٰۃ کے ساتھ ایک خاص قسم کی مشابہت ہوتی ہے جس طرح زکوٰۃ کے باب میں مذکور ہوا۔ اگرچہ سب امتوں پر روزہ فرض تھا لیکن اللہ جل شانہ، کی بے غایات عنایتوں سے اس امت مرحومہ کے بدنی ضعف اور عمر کی کمی اور بے ہمتی وغیرہ امور کے لحاظ سے اس مبارک مہینے کی تخصیص اور لیلۃ القدر کا تقرر ہوا تاکہ یہ لوگ بھی مشکل اعمال کی مزاولت کے سوا ہی ماہ موصوف اور شب قدر کی برکات کے ذریعہ سے پہلے لوگوں کی مانند یا ان سے زیادہ عالی درجوں پر کامیاب ہوں اور روزے سے ہر سال میں نفس پر ایک قوی

Marfat.com

لتار ہوتی ہے جس کا اثر پورے سال تک رہتا ہے اور آدمی کی شہوت اور اس کے غضب اور حرص کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ گو ہر انسان کو اس کی اطلاع نہ ہو

چوتھا افادہ

لیکن حج اس کے جا بجا ہے کہ بادشاہ نے ایک مقام کو مقرر کر کے اسے اپنی بے نہایت مہربانیوں کا مورد بنایا ہے اور جس شخص کو اس مکان میں طلب کرتا ہے اس کو بہت سا فیض پہنچاتا ہے اور اس کو اپنے ہمجنسوں میں معظم اور معزز بنا دیتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص بلانے کے سوا اس میں داخل ہو وہ اس پر بھی مہربانیاں کرتا ہے جن کا اس کو لیاقت ہے اور اس کو ابھی اپنے ہمجولیوں میں ایک طرح کی عظمت حاصل ہو جاتی ہے۔

القصہ اس مکان کو خوانِ لیغما بنا دیا ہوتا ہے۔ پس جو شخص بلانے پر وہاں حاضر ہو اس کے حال کے موافق اس پر اعزاز اور انعام فرماتا ہے اور جو شخص بلا طلب وہاں پہنچ جائے اس کو بھی خالی نہیں چھوڑتا اور کسی نہ کسی وجہ سے اس کو عزت اور انعام دے ہی دیتا ہے۔ اسی طرح بادشاہ مطلق جل شانہٗ نے خانہ کعبہ اور اس کے اردگرد کو جسے حرم کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے ساری دنیا سے ممتاز کر کے اپنے فیوض کا مورد بنا کر ہر کس و ناکس کیواسطے خوانِ لیغما کر دیا ہے پس وہاں بلائے ہوئے جو اشخاص یعنی بنی آدم حاضر ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ کی رنگا رنگ نعمتوں سے مالامال ہو جاتے ہیں۔ تمام گناہوں سے مغفرت عامہ بھی انہی نعمتوں سے ہے کہ اللہ تعالےٰ آدمی کو بخش کر اس طرح بنا دیتا ہے گویا ابھی پیدا ہوا ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں اور آئندہ کے لیے بھی اللہ جل شانہ کی عنایتیں اس کے شامل حال رہیں گی۔

اور حیوانات اور نباتات جیسی چیزوں سے جو بلا طلب وہاں پہنچ جاتی ہے وہ حرم کی حرمت سے معزز ہو کر اپنے امثال میں سے ایک وجہ کا امتیاز حاصل کر لیتی ہیں۔ پس ہر ایک کو چاہیئے کہ اس امر عظیم یعنی محض اعزاز اور اکرام کیواسطے ایسے عاجز کو ایسے مقام میں اپنے پروردگار کے بلانے کا دھیان کر کے عظمت حج کو اپنے دل میں پختہ کر لے۔

پانچواں افادہ

جاننا چاہیئے کہ حج بہت ہی نہایت فواید اور منافع والا امر ہے اور اس کی منفعت بارش کی مانند عام لوگوں کو کئی وجوہ سے پہنچتی ہے اور اس امر عظیم کے فوائد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ عام فائدہ ہے کہ فرمانبردار مومن اور سرکش کافر اور فاسق اور منافق بلکہ جن اور انس اور حیوانات اور نباتات اس میں شریک ہیں اور دوسری قسم فوائد مخصوصہ ہیں جو مخصوص لوگوں کو پہنچا کرتے ہیں یعنی بعض لوگوں کو ایک طرح کا فائدہ پہنچتا ہے اور دوسرے لوگوں کو دوسری طرح کا لیکن منفعت عامہ کا یہ بیان ہے کہ جس طرح صحیح تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ حکام کی عدالت اور اہل معاملات کی دیانت اور مالداروں کی سخاوت اور بخشش اور عام لوگوں کی نیک نیتی کے باعث وقت پر بارشیں ہونے اور فصلوں کی کثرت اور کاروبار کی برکت اور آفتوں اور بلاؤں کے دفع ہونے اور مالوں کی ترقی اور زیادہ سے زیادہ اہل ہنر اور کمال کے پیدا ہونے کی مانند آسمانی برکتیں نازل ہوتی ہیں اسی طرح دین حق کی شوکت دیندار بادشاہوں کے عروج اور ان کی حکومت کے ظاہر ہونے اور مذہب حق کے لشکروں کی قوت اور شہروں اور دیہات میں احکام شرع کے پھیلنے کے سبب سے زمین کے قطروں میں اسی طرح کی آسمانی برکتیں بلکہ

Marfat.com

ان سے سوگنا زیادہ ظاہر ہوتی ہیں چنانچہ برکات سماویہ کے نزول میں روم اور ترکستان کے حال کے ساتھ ہندوستان کے حال کا موازنہ کر سکتے ہیں بلکہ ہندوستان کے اس وقت یعنی ۱۲۳۳ ہجری کے حال کو کہ اس کا اکثر حصہ دارحرب بن چکا ہے آسمانی برکات کے نازل ہونے اور اولیائے عظام اور علماء کرام کے ظاہر ہونے میں اسی ملک اس وقت دوسو یا تین سو سال کے پہلے حال کے ساتھ قیاس کرنا چاہیئے ولیکن اس کے مخصوص فائدے سو شہید مومنوں اور غازی مسلمانوں اور طاقت ور بادشاہوں اور لڑائی کرنے والے جوانمردوں کی نسبت ان کا حاصل ہونا بیان کا محتاج نہیں اور صاف باطن لوگوں کی نسبت اس جہاد کا یہ فائدہ ہے کہ تھوڑے وقت میں بہت سی بڑی بڑی ترقیاں پاتے اور تھوڑی ریاضت سے ولایت کے مرتبوں پر کامیاب ہو جاتے ہیں اور علماء کی طرف نسبت کرنے سے اس کے یہ فائدے ہیں کہ علوم حقہ پھیلتے ہیں اور پڑھنے پڑھانے والے زیادہ ہوتے ہیں علماء قاضی، مفتی مجتہد کے مرتبوں پر فائز عام لوگوں کو مذہب کی طرف عام دعوت کر کے امامت باطنہ کے منصب پر کامیاب ہوتے ہیں اور عقائد حقہ اور احکام پسندیدہ کے پھیلانے کے باعث نیابت انبیاء کو حاصل کرتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ظہور ہوتا ہے اور عام صلحا کی طرف نسبت کرنے سے اس کے یہ فائدے ہیں کہ نیکوکار لوگوں کی عزت اور بدکاروں کی بے عزتی اور پسندیدہ جائز امور کی مشہوری اور ناپسندیدہ ناجائز امور کی گمنامی کی وجہ سے صلاح اور پرہیزگاری کی طرف ان کی رغبت زیادہ ہوتی ہے اور نیز اہل اسلام کے بادشاہوں کی اطاعت اور باعزت علماء اور بزرگ اور اولیاء کی تعظیم اور بڑی بڑی جماعتوں میں داخل اسلام ہونے کے باعث انکی عبادات

Marfat.com

سکے اجر کئی گنا بڑھ جاتے ہیں اور عام مومنوں کی طرف اس نسبت کرنے سے اس کے منافع یہ ہیں کہ معاملات میں ان کی نیتیں صحیح ہو جاتی ہیں اور اللہ عزوجل کی مہربانیاں اور دین حق کے انوار کے پھیل جانے کے باعث ان کے دلوں میں عبادت کی طرف محبت کے جذبات اور رسوم شرعیہ کے مشہور ہونے کے سبب سے ان کی متابعت اگرچہ تقلیداً ہو پیدا ہو جاتی ہے اور نیز برکات سماویہ کے نازل ہونے اور ذوالاقتدار بادشاہوں کی عدالت اور سخی لوگوں کی سخاوت کی وجہ سے ان کو معاش میں فراخی حاصل ہوتی ہے اور قوانین شرعیہ کی متابعت کے باعث ان کے امور معاشیہ اور معادیہ انتظام پاتے ہیں اور بدکاروں اور فاسقوں کی طرف نسبت کرنے سے اس کے فوائد یہ ہیں کہ بنی آدم کے دلوں میں حق مذہب کے انوار کی سرایت اور عام لوگوں کی عقلوں میں برے افعال کی برائی مضبوط ہو جانے اور حق مذہب کے مشہور ہو جانے کے باعث ان کے دلوں میں فسق و فجور سے کراہت پیدا ہو جاتی ہے یا حدود اور تعزیروں کے ڈر اور اپنے خویش و اقران کی طعن و تشنیع کے خوف کے مارے اظہار بدعات و منکرات سے دست کش ہو جاتے ہیں اور توبہ کی توفیق پاتے ہیں اور منافقوں کی بہ نسبت اس کے یہ فائدے ہیں کہ قتل کے خوف یا ایمانداروں کی عزت اور سرکشوں کی ذلت دیکھ کر بظاہر دین حق پر مستقیم رہتے ہیں اور ظاہر ہو کر کفار کی جماعت میں داخل نہیں ہوتے اور ان کے حق میں یہ امید بھی ہو سکتی ہے کہ حق مذہب کے انوار کے پھیل جانے اور آسمانی برکتوں کے نازل ہونے اور اہل اسلام کی شوکت دیکھنے اور اولیائے عظام اور علمائے کرام کے ساتھ میل جول کرنے اور ان کے انوار کے عکس اور ان بزرگوں کی نصیحتوں کے تاثیر کرنے کی وجہ سے مذہب حق کا نور ان کے دل کی تہ میں اتر جائے اور

ذمی کافروں کی طرف نسبت کرنے سے اس کے یہ فائدے ہیں کہ آسمانی برکتوں کے نازل ہو جانے سے ان کی معاش فراخ ہو جاتی ہے اور بادشاہوں کی عدالت کے باعث چوروں اور رہزنوں سے وہ مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اور امید ہے کہ اہلِ حق کے ساتھ خلط ملط رکھنے اور ان کی رسموں کے مشہود ہونے اور ان کے امورِ معاش اور معاد کے انتظام کے دیکھنے کے باعث اسلام کی طرف راغب ہو جائیں اور اہل حرب کی طرف نسبت کرنے سے اس کا یہ فائدہ ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے جائیں گے ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی کیوں کہ اگر وہ مارے نہ جاتے تو مدت تک اپنے کفر پر قائم رہتے۔ پس خواہ مخواہ ان کا کفر بڑھتا رہتا اور جس قدر کفر زیادہ ہوتا عذاب بھی زیادہ ہوتا۔ اور ان کے بیوی بچوں کے حق میں یہ فائدہ ہے کہ غلام ہو جانے کی وجہ سے ان کو اہلِ حق کی صحبت حاصل ہو جاتی ہے جس سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ وہ بھی ان کے رنگ میں رنگے جائیں گے۔ مختصر طور پر منافع جہاد بیان کیے گئے ہیں اور اس مقام پر اس کے فوائد کا مکمل طور پر احاطہ نہیں ہو سکتا۔

الغرض، شریعت کے کارخانہ میں اہل ایمان پر جہاد کا واجب ہونا دنیا کے کارخانے میں بارش اتارنے اور نہروں کے جاری کرنے کے قائم مقام ہے اور بعض بدطینت لوگوں کا ہلاک ہونا مثلاً وہ اہلِ اسلام جو کہ جہاد سے مانع ہوتے ہیں اور اپنے باطن کی خباثت اور کافروں کی محبت کے باعث غازیوں اور مجاہدوں کی مخالفت اختیار کر کے اپنے آپ کو ہمیشہ کی ہلاکت کے بھنور میں ڈال دیتے ہیں اور خبیث منافقوں کی جماعت میں اپنے آپ کو شامل کرتے ہیں اس قسم کے چند فاسد الاستعداد اشخاص کا ضائع ہو جانا جہاد کے عام

فائدوں میں خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ بارش ہی کو دیکھو کہ اس کے عام فائدے تمام مخلوقات کے حق میں ظاہر ہیں باآنکہ نہروں اور سیلابوں کی طغیانی کے باعث چند لوگوں کی عمارتیں گر بھی جاتی ہیں۔

خاتمہ

متفرق فائدوں کے بیان میں

اور یہ پانچ افادوں پر مشتمل ہے

فائدہ

جاننا چاہیئے کہ سرود کا سننا بغیر مزامیر کے اور بغیر ریش لڑکوں کے ساتھ میل جول کرنا بدون شہوت کے اگرچہ ممنوعات شرعیہ سے نہیں لیکن اس قسم کے امور کو راہ حق کے لیئے خصوصًا راہ نبوت کے طالبوں کے حق میں خالی خلل سے نہ سمجھنا چاہیئے اس کا بیان اس طرح ہے کہ اس قسم کے امور مبتدیوں کے حق میں بھی مضر ہیں اور منتہیوں کے حق میں بھی مضر ہیں۔ مبتدیوں کے حق میں ان کے مضر ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ تمام روحانی طبیبوں نے اس امر پہ اتفاق کیا ہے کہ راہ حق کے سالکوں کے لیئے حقوق نفس کا پورا لینا ضروری ہے اور حظوظ نفس یعنی نفس کے مزوں کے پیچھے پڑنا مضر ہے خاص کر ایسی مزے جن کی لذت صلب نفس میں واضح ہو جائے اور ان کی شیرینی سویدائے دل میں محکم بیٹھ جائے اور ان کی طلب میں نفس سرگشتہ و حیران رہ جائے زیادہ تر مضر ہیں، اور یہ حالات بالکل ظاہر ہیں کہ اس قسم کے امور حقوق نفس کی قبیل سے

نه دل کے اندر ایک سیاہ نقطہ ہے جو نفسانی خواہشوں کا محرک باعث ہوتا ہے

Marfat.com

نہیں کیوں کہ ان کے ترک کر دینے کی وجہ سے کبھی جسم میں ضعف اور ناتوانی نہیں ہوتی جیسے کھانے پینے کو چھوڑ دینے سے ضعف پیدا ہو جاتا ہے) اور نیز ان کے ترک کر دینے سے کبھی انتشارِ حواس اور طبیعت کی بے چینی اور عقل کی پراگندگی نہیں پیدا ہوتی جیسے نیند اور استراحت کے ترک کر دینے سے یہ امور پیدا ہو جاتے ہیں، اور علیٰ ہذا القیاس کبھی ان کے ترک کر دینے سے اس امر کا خطرہ نہیں ہوتا کہ کسی شرعی حرام میں واقع ہو جائے جیسے جماع کے چھوڑنے سے اس امر کا خطرہ ہوتا ہے) الغرض اس قسم کے امور کو کوئی عاقل حقوقِ نفس کے قبیل سے شمار نہیں کر سکتا۔ پس معلوم ہو گیا کہ اس قسم کے امور حظوظِ نفس کے سوا اور کچھ نہیں بلکہ اس قسم کے حظوظ سے ہیں جن سے طالب کو پرہیز کرنا انتہائی مؤکد و ضروری ہے کیوں کہ رسیلی آواز اور صورت دلبر ایسی چیزوں سے ہیں جن کی لذت دل کی تہ میں گھس جاتی ہے اور ان کا اثر دور دراز زمانہ تک نفس کے دامن میں لگا رہتا ہے اور ان کی طلب میں نفس کو بڑا جوش اور اضطراب رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اس قسم کے امور ان مباحات کی جنس سے ہیں جن کا من وجہٍ امورِ محرمہ سے پیوند لگا ہوا ہے اور بعض وقتوں میں بعض شخصوں کو کھینچ کر گناہوں تک لے جاتے ہیں مثلاً راگ کے سننے کے ساتھ دل کا کمال تعلق مزامیر اور باجوں کے سننے کی طرف کھینچ لے جاتا ہے اور بے ریش لڑکوں کے ساتھ کثرت سے اختلاط اور تنہائی میں ان کے ساتھ بیٹھنا شہوت کے پیدا ہونے کا سبب ہو جاتا ہے چنانچہ اہلِ فطانت اور تجربہ کاروں پر پوشیدہ نہیں اور اس قسم کے مباح امور سے پرہیز کرنا اہلِ تقویٰ اور نیکوکاروں کا شعار ہے چنانچہ بہت سی احادیث میں یہ مضمون بصراحت مذکور ہے اور کسی شخص کو اپنے تقویٰ اور صلاح کے بھروسے پر

Marfat.com

ایسے امور میں قدم نہ ڈالنا چاہیئے کہ کلام ہدایت التیام
اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ [1] اس قسم کے شبہات کے دور کرنے
میں کافی اور شافی ہے۔ ولیکن منتہیوں کے حق میں راگ کے سماع کا عادی
ہونا ایک اور قسم کا نقصان پہنچاتا ہے اور مردوں کے ساتھ دِل کا تعلق ایک
اور طرح کا ضرر پہنچاتا ہے ولیکن سماع غنا کے عادی ہونے کا نقصان پس اس
کی تفصیل ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہے۔ بیان اس کا اس طرح ہے کہ
ہر انسان سلیم الوجدان اپنے باطن میں دریافت کرسکتا ہے کہ کیفیت غضبیہ
اور ملکہ [2] شجاعت دو علیحدہ علیحدہ امر ہیں اگرچہ ہر دو کے آثار اور احکام
آپس میں ہم جنس اور ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں مثلاً ضرب و قتل
کہ غضب کے عارض ہونے سے بھی صادر ہوتے ہیں اور ملکہ شجاعت سے
بھی لیکن اوّل یعنی غضب جلدی زائل ہونے والے عوارض سے ہے اور اس
سے افعال کا صادر ہونا بے انتظام ہوتا ہے اور ثانی ملکات راسخہ سے ہے
اور افعال کا صدور اس سے انتظام اور استحکام کے ساتھ ہوتا ہے اور
اوّل کیفیات مذمومہ سے ہے اور ثانی ملکات محمودہ سے ۔ پس کیفیت غضب
کا طاری ہونا اور اس کے آثار کا صادر ہونا اگرچہ آثارِ شجاعت کے ظہور کا
مخل نہیں بلکہ اس کا مؤید ہے لیکن اس کیفیت کا غلبہ اور نفس پر اس کا
مسلط ہوجانا اور اس کے مقتضٰی کی اس طرح پیروی کرنا کہ جس کام کا غضب
حکم کرے اس کو کر ہی ڈالے خواہ عقل اور عرف کے مطابق ہو اور خواہ

---

[1] یعنی شیطان کا دخل انسان کے باطن میں ایسا ہے جیسے خون جو انسان کے رگ و ریشہ میں سرایت کرجاتا ہے۔ [2] ملکہ اس خلق کو کہتے ہیں جو بلا تکلف انسان سے صادر ہو۔

Marfat.com

مخالف ملکہ شجاعت کو بے رونق کر دیتا ہے اور جس طرح صاحب شجاعت متین باتمکین ہوتا ہے اسی طرح صاحب غضب سبک مزاج اور بے وقار ہوتا ہے۔ جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہو چکا تو اب اصل مقصود میں غور کرنا چاہیئے اور کمال تعمق سے نظر کرنی چاہیئے کہ وہ جوش اور ہیجان کہ آوازِ خوش کے سننے سے انسان کے باطن میں پیدا ہوتا ہے اگرچہ فی نفسہٖ امورِ قدسیّہ الٰہیہ سے نہیں کیوں کہ اس قسم کے حالات فاسقوں فاجروں بلکہ بدعتیوں اور کافروں کے نفس پر بلکہ سب حیوانات کے نفس پر وارد ہوتے ہیں لیکن انوارِ عبادت اور طاعات کے اختلاط اور خالق الارض والسمٰوٰت کی محبت کی آمیزش کے سبب سے سالک راہِ حق کے لیئے بظاہر ایک قسم کی تائید معلوم ہوتی ہے اور عارضی طور پر حالات محمودہ سے شمار ہو جاتا ہے لیکن حب ایمانی کے آثار و مقامات کے سامنے اس کی وہی مثال ہے جیسے کیفیت غضبیہ کو شجاعت کے سامنے اور جس طرح سونے یا چاندی کے ٹکڑے کے نیچے آگ جلاتے ہیں تو آگ کی تیزی کی وجہ سے اس ٹکڑے میں ایک جوش سا پیدا ہو جاتا ہے تاکہ پانی کی طرح ہو کر جھاگ اس پر ظاہر ہو جاتی ہے اور اس کا خلاصہ نیچے بیٹھ جاتا ہے۔ پس فی الحقیقت امرِ مرغوب وہی ہے جو نیچے بیٹھ جاتا ہے اور جھاگ جو اوپر چڑھ آئی ہے کسی کام کی نہیں فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ؕ [1] ... اسی طرح راگ کے سننے والے کے تمام باطن کو گھیر لیتا ہے یہ منجملہ ان امور کے ہے جن کیطرف نفس کو رغبت ہوتی ہے اور احکام بہیمہ جو کہ انوارِ قدسیہ سے ملے ہوئے ہیں اس قدر ابھرتے ہیں کہ گویا آسمان پر سر بلند کرتے ہیں اور حب ایمانی کے

---

[1] وہ جھاگ ہے سو جاتا ہے سوکھ کر اور جو کام آتا ہے لوگوں کے سو رہتا ہے زمین میں

احکام وآثار تہ میں بیٹھ کر پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور یہ جوش اور ہیجان امور معتد بہا میں کسی طرح کارآمد نہیں۔ ہاں ایک قسم کا طلسم ہے جو عالم ملکوت کے تماشائیوں کے نظارہ کے لیئے ظاہر ہو گیا ہے پس اس قسم کے امور کے پیچھے پڑ جانا اور ان کے حاصل کرنے کے سببوں کا عادی ہو جانا حب ایمانی کے مقامات کو بے رونق کر دیتا ہے کیونکہ حب ایمانی کے صاحب کا مقام سراسر اطمینان و تسکین اور وقار و تمکین ہے اور اہل وجد کا کام سراسر اضطراب اور پیچ و تاب ہے ولیکن امردوں کے ساتھ دل لگانے کا نقصان پس اس کا بیان اس طرح ہے کہ ان کے حق میں اگرچہ حظوظِ نفسانیہ سے محفوظ ہونا چنداں مضر نہیں لیکن تہ دل میں کسی پیر کا راسخ ہو جانا ان کے حق میں زہر قاتل ہے اور دل کا تعلق امردوں کے ساتھ اسی قبیل سے ہوتا ہے یا اس کی طرف کشاں کشاں لے جاتا ہے چنانچہ صاحب وجدان سلیم پر پوشیدہ نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اکابر سالکانِ راہِ حق سے جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم" اس قسم کے امور سے کچھ منقول نہیں بلکہ جو کچھ ان کے کلام ہدایت التیام سے اہل فطانت کے ذہن میں ظاہر ہوتا ہے وہ ان امور سے پرہیز و اجتناب کا اشارہ اور ان کی کراہت کا شعار ہے چنانچہ ماہرین اہل حدیث پر یہ امر پوشیدہ نہیں ولیکن جناب سرور کائنات علیہ التسلیمات والتحیات" کا ان امور کی تحریم پر تصریح نہ فرمانا پس ایک حکمتِ غامضہ پر مبنی ہے۔ بیان اس کا اس طرح ہے کہ یہ امور بالفعل مفاسد شرعیہ میں سے کسی مفسدہ پر مشتمل نہیں باوجودیکہ ان امور کی طرف نفس کی کمال رغبت کی وجہ سے اور مخلوقات کے تمام اصناف میں ان کے کمال رواج کے سبب سے ان سے پرہیز کرنا عام لوگوں کے حق میں۔

Marfat.com

نہایت دشوار دکھائی دیتا تھا۔ پس اگر اس قسم کے امور سے شریعت میں صریح نہی وارد ہوتی تو قطع نظر اس سے کہ ان امور کے سبب سے کوئی مفسدہ ظاہر ہو یا کوئی مضرت ان پر مترتب ہو محض ان امور کے کرنے سے ایک معصیت شرعیہ کا ارتکاب لازم آجاتا اور اکثر امت مرحومہ شقاوت عصیاں میں گرفتار ہو جاتی بنا بریں صرف ان امور کی کراہت کے شعار پر اکتفا کی گئی۔ پس طالب راہ حق کو مناسب ہے کہ اس قسم کے امور کا عادی نہ ہو جائے اور اپنے دل کے سویدا میں ان کو جگہ نہ دے اور ان کی طلب میں سرگشتہ و بیقرار نہ ہووے صمیم قلب سے ان کی طرف التفات نہ کرے ہاں اگر بطور اتفاق کبھی اس قسم کے امور پیش آجائیں تو ان کے انکار پر زور دینا چنداں ضروری نہیں اور اس کام کے کرنے والوں کے حال سے تعرض نہ کرنا چاہیئے تا تشدد فی الدین اور تحریم حلال نہ لازم آئے اور اگر اپنے عقیدت مندوں بلکہ تمام طالبان راہ حق پر جنہوں نے حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا جوئی میں کمر ہمت چست کی ہوئی ہے اس امر کی کراہت ظاہر کرے اور اس امر سے ممانعت کا ارشاد کرے تو احسن و اولیٰ ہوگا۔ بہر حال جن لوگوں نے ان امور کو قرب الٰہی کا وسیلہ جان کر عبادات شرعیہ کی مد میں داخل کر رکھا ہے۔ پس یہ لوگ بلا شک اہل بدعت ہیں۔

دوسرا افادہ

جو کچھ اس کتاب میں تخلیہ (از اخلاق رذیلہ) اور تحلیہ (با خلاق جمیلہ) کا ذکر مرقوم ہوا ہے وہ دو دو جہ پر متحقق ہوتا ہے۔

وجہ اول

طریقہ اصحاب یمین کا ہے اس کا بیان یہ ہے کہ مرد مسلمان اپنے اقوال

Marfat.com

اور افعال کو میزانِ شرع سے تول کر ضروری مقدار تخلیہ اور تحلیہ کا حاصل کر کے اپنی سعی جمیل پر اجر جزیل کا امیدوار ہوتا ہے اور ان حظوظ نفسانیہ اور لذات جسمانیہ سے جو جائز و مباح ہیں پرہیز نہیں کرتا مثلاً مال و منال کے جمع کرنے اور امتعہ اقمشہ[1] کے فراہم کرنے میں نہایت کوشش کرتا ہے اگرچہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر وغیرہ نفقاتِ واجبہ کے ادا کرنے اور اقربا و خویشاوندوں پر خرچ کرنے میں سستی اور تساہل نہیں کرتا علیٰ ہذا القیاس پس اس شخص کی سعی مشکور[2] ہو گی اور اس کا صاحب بقدر اپنے اعمال کے ماجور ہو گا اور اپنی طاعات و عبادات کے حساب پر جنت کے درجات سے کامیاب ہو گا۔

دوسری وجہ

طریقہ سابقین ہے۔ اس کا بیان اس طرح ہے کہ یہ لوگ صرف قدرِ ضرورت پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اپنی عالی ہمت کے بدولت کارِ عزیمت کو اختیار کرتے ہیں اور ماسوی اللہ سے اپنا تعلق قطع کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے اہل و عیال اور مال و منال اور اپنے مساعی و اعمال اور جوارح و اعضاء سے منقطع العلاقہ ہوتے ہیں اور ان سب چیزوں کو اپنے منعم حقیقی اور مولائے حقیقی کا مال سمجھتے ہیں۔ مثلاً اپنے ہاتھ کو اپنا ہاتھ نہیں جانتے اور اپنے سر کو اپنا سر خیال نہیں کرتے اور تمام حشمت و شوکت اور مال و منال اور تمام اسباب دنیا کو حضرت حق جل شانہٗ کا ملک سمجھ کر ان پر کسی قسم کا بھروسہ ہرگز نہیں کرتے اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی رضا جوئی

---

[1] امتعہ جمع متاع یعنی اسباب خانہ و اقمشہ یعنی فرش و جامہائے منقش رجمع قماش۔

[2] یعنی اس کی کوشش کی قدر دانی کی جائیگی۔

Marfat.com

میں ان کے صرف کرنے میں کسی طرح کا دریغ اور قصور نہیں کرتے اور یہ وسوسہ ان کے خیال میں کبھی نہیں گزرتا کہ ہماری زندگانی اور معاش کسطرح گزرے گی مثلاً اگر ان کو طعام کی طرف کچھ حاجت ہو اور اس حوال میں اسکے خیرات کر دیتے ہیں، اپنے مولائے حقیقی کی رضا سمجھیں تو اس کے خرچ کر دینے میں کچھ صرفہ نہ کریں گے حتیٰ کہ جو مشقتیں اور کوششیں انہوں نے اپنے مولیٰ کی رضا حاصل کرنے میں کی ہیں ان کو بھی ہرگز اپنا ملک نہیں سمجھتے مثلاً اگر ان کے تمام اعمال حق جل شانہ کسی سرکش کافر کو بخشدے یا بلا سبب نیست و نابود کر دے تو ہرگز گلہ کا حرف اور شکایت کی حکایت ان کے وہم و خیال میں بھی ہرگز نہ گذرے گی کہ ہمارے اعمال مفت جاتے رہے یا کوئی چیز ہماری تھی جو ہمارے ہاتھ سے نکل گئی بلکہ جانتے ہیں کہ مالک حقیقی نے اپنے خاص ملک میں تصرف کیا ہے ہمارا ان کاموں کے ساتھ کسی طرح کا کوئی علاقہ نہیں بلکہ ان اعمال کا ہمارے ہاتھ سے صادر ہونا اس چیز کی مثل ہے جیسے اس کا مالک ایک صندوق میں جو محض اس کا مملوک ہے رکھ دے پس اس صندوق کو اس چیز سے ہرگز کسی طرح کا تعلق نہیں مثلاً اگر مالک اس چیز کو بالکل برباد کر دے تو صندوق کو ہرگز اعتراض کی مجال نہیں بلکہ بعضے ان بزرگواروں کو ایسا مقام عطا کرتے ہیں کہ اس مقام میں قیام کرنے کے لئے لوازمات سے یہ بات ہے کہ اس مقام کے صاحب کے دل سے فوارے کی طرح رحمت ربانی اور عام لوگوں کی خیر خواہی جوش زن ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر ان کو اطلاع ہو کہ ان کے بڑے بڑے اعمال بعضے گنہ گاروں کو عطا فرما دیئے گئے ہیں اور انہیں اعمال کے سبب سے ان کا کاروبار درست ہو گیا ہے اور ان کا حال بد مآل

رو بہ اصلاح ہو گیا ہے تو البتہ ان بزرگوں کو ان کے اعمال کے ذریعے ان گنہگاروں کی ہلاکت سے نجات پانے کے سبب سے بڑی خوشی اور فرحت پہنچے گی اس لیئے کہ خدائے تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے نے ان کے اعمال کے سبب سے نجات پائی ہے چنانچہ شیخ سعدی شیرازی نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یہ بزرگ ایک رات مناجات میں اس بیت کے مضمون کو ادا کرتے تھے بیت

چہ بودے کہ دوزخ زمن پر شدے : مگر دیگراں را رہائی بدے

القصہ جب یہ معنی یعنی امور دنیا و عقبیٰ سے تبری اور بے تعلقی اس کے دل کے اندر جائے گیر ہو جاتی ہے اور اس کی طبیعت کی تہ میں مستحکم ہو کر بیٹھ جاتی ہے اور مقام فنائے ارادہ پورا پورا اسے حاصل ہو جاتا ہے تو عنایت غیبی اس کو برگزیدہ کر کے بمنزلہ چیلہ خاص کے کر دیتی ہے جس طرح کہ بادشاہان ذوالاقتدار اپنے بعض مطیعین کو تمام رعایا سے ممتاز کر کے چیلہ خاص کا خطاب اسے دے دیتے ہیں پس جس طرح چیلہ خاص کو اپنے مولیٰ کی امتعہ و اقمشہ میں تصرف کرنے کی مطلق اجازت ہوتی ہے اور اپنے مولے کی تمام سلطنت کو اپنی طرف نسبت دے سکتا ہے۔ مثلاً بادشاہ ہندوستان کے چیلہ خاص کو حق پہنچتا ہے کہ کہے ہماری سلطنت شہر کابل سے لے کر سمندر کے کنارے تک ہے۔ اسی طرح ان مراتب عالیہ اور مناصب رفیعہ کے صاحبان عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے مطلق ماذون و مجاز ہوتے ہیں اور ان بزرگواروں کو حق پہنچتا ہے کہ تمام کلیات کو اپنی طرف نسبت کریں مثلاً ان کو جائز ہے کہ کہیں عرش سے فرش تک ہمارے مولے کی

Marfat.com

سلطنت ہے اور سب چیزوں کی طرف ہماری نسبت متساوی ہے یا اسطرح کہیں کہ کسی چیز کو ہمارے ساتھ خصوصیت نہیں کہ وہ چیز ہماری طرف منسوب ہو اور اس کے سوا دوسری چیزیں ہماری طرف منسوب نہ ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب

تیسرا افادہ

جو حالات و مقامات اور فضائل اس رسالہ میں مندرج ہیں جو شخص ان سے متصف ہو جائے یا صرف ان کی دریافت علمی سے بہرہ مند ہو جائے اس کو لازم ہے کہ ان مومنوں کی تعظیم و تکریم اور حق شناسی میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کرے جو ان امور سے عاطل اور غافل ہیں بلکہ ہر ایک کے ساتھ اس کی تعظیم کا حق بجا لاوے کیوں کہ ہر مسلمان اللہ جلّ شانہٗ کا نام پاک کہنے سے کوتاہی نہیں کرتا پس اوّلاً تو عظمت اس نام کی خاطر اس کی تعظیم کرنی چاہیئے یہ نام پاک نہایت جلیل القدر نام ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز وزن نہیں رکھتی اور اس کی کنہ کمال میں ادراک نہیں پہنچ سکتا اور اس کے اجر اور ثواب کی نہایت نہیں۔ ثانیاً اپنے ابتدا اور انجام کے حال کا ملاحظہ کر کے تکبّر کی بُری صفت سے بری ہو کر اپنا بازو پست کرے کیوں کہ ابتدائے آفرینش میں ہر کوئی محض بے عقل اور بالکل ناکارہ ہوتا ہے اور انجام کسی کو معلوم نہیں کہ کیا ہوگا پھر اپنے حق میں خود بینی اور غیر کے حق میں بد بینی کس بھروسہ پہ کرے ثالثاً حضرت حق جل شانہٗ کی عموم رحمت کے لحاظ سے ہر ایک کی تعظیم میں کوشش کرنی چاہیئے کیوں کہ اس کی رحمت و قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ ایک لمحہ میں انسان کو خواہ مومن ہو خواہ کافر قطب الاقطاب بنائے کافر کو ایک لمحہ میں نعمت ایمان سے فائز کر کے اسی وقت اس کو نعمت قطبیت سے مشرف کرے اور اس کی رحمت

ے عاطل یعنی خالی جو ان صفات سے موصوف نہیں ہوئے۔ غافل۔ بے خبر ۱۲

Marfat.com

اور انعام محنت اور استعداد پر موقوف نہیں بلکہ محنت اور استعداد بھی اس کے انعام عام میں سے ہے اگر کسی کو بڑے عرصہ میں نہایت سخت سخت محنتیں کرنے کے بعد کوئی نعمت عطا ہو تو یہ خیال نہ کرے کہ بخشش الٰہی ایسی محنت کے سوا کسی کو حاصل ہوتی ممکن نہیں ہو سکتا ہے کہ اس سے ہزار درجہ سے بڑھ کر بلا محنت ایک لحظہ میں عطا فرمائے کسی نے کیا خوب کہا ہے بیت

داد حق را قابلیت شرط نیست　　بلکہ شرط قابلیت داد اوست

چوتھا افادہ

جاننا چاہیئے کہ جو کچھ تہذیب اخلاق یعنی خصال رذیلہ سے اپنے نفس کو خالی کرنا اور اخلاق فاضلہ سے اپنے آپ کو موصوف کرنا اور اصلاح اعمال و عبادات کے متعلق پہلے تفصیل وار بیان ہو چکا ہے یہ سب کچھ اس شخص کے حق میں ہے جو خدائے تعالےٰ کی رضا کا طالب ہو اور باوجود رضائے مولیٰ کے حضرت ذوالجلال کی بارگاہ میں مقبولیت اور عزت اور اعتبار حاصل کرنا چاہیئے اور مطلق نجات کا دارومدار ان امور پر منحصر نہیں بلکہ نجات کا مدار صرف کلمہ توحید پر ہے کہ صدق دل اور اعتقاد درست سے پڑھ لے اور برے عقیدہ اور کلمہ کفر سے بچتا رہے اگرچہ بڑے بڑے کبیرہ گناہ جیسے زناء وغیرہ اس سے صادر ہو جائیں لیکن جس شخص نے تصدیق کامل اور اذعان دل سے کلمہ اسلام کہہ لیا وہ ضرور نجات پائے گا اور بہشت میں پہنچے گا اور جو شخص کلمہ کے مضمون پر اعتقاد کامل اور تصدیق صحیح رکھتا ہو گا وہ ضرور ہے کہ ناشائستہ کاموں کو قبیح ہی جانے گا اور دل میں ان سے بیزار اور پشیمان ہو گا گو بالکل ان کو ترک نہ کر سکے بلکہ ہر روز چند بار بلکہ سو سو بار ان کا مرتکب ہو اور گناہوں کا ارتکاب بھی

Marfat.com

مختلف صورتیں رکھتا ہے پس گناہ کا ارتکاب اس صورت سے کہ گناہ کرتا جائے اور عین مشغولی گناہ کی حالت میں خدا تعالیٰ کو غفور و رحیم جاننے اور یہی جاننا گناہ کرنے پر اس کی دلیری اور جرأت کا موجب ہو جائے یہ صورت ارتکاب معاصی کی صورتوں میں سے بدترین صورت ہے کیوں کہ اس صورت سے گناہ کرنا گویا حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ سے استہزا کرنا ہے معاذ اللہ من ذٰلک۔ یہ صورت مرتکب گناہ پر غضب الٰہی کے متوجہ ہو جانے کے باعث ہو جاتی ہے اور جو شخص گناہ کرنے کے وقت میں اپنے آپ کو ہلاک شدہ اور گیا گذرا ہوا اور مستحق عذاب کا جانے گو بعد میں توبہ بھی نہ کرے اس شخص کا انجام انشاء اللہ تعالیٰ نیک ہو گا اور اس کی نیک انجامی کا تعین مشیت خداوندی کے حوالہ ہے اگر چاہے تو اسے نیک عمل کی توفیق دے دے جو تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور سب خطاؤں کو محو کر دے یا کسی شفیع کو اس کی شفاعت کی توفیق اور قوت دے کہ اس کی شفاعت اس کے حق میں قبول فرمائے یا بدون ان دونوں امر کے طور پر اس کی آمرزش دے یا اس کے گناہوں کی سزا دنیا میں یا قبر میں یا حشر میں یا جہنم میں بھگتا کر بہشت میں پہنچا دے۔

پانچواں افادہ

چوں کہ مرد مسلمان کی زندگی اور موت سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے مطابق ہونا کمال ایمان کی علامت ہے اور زندگانی میں تو اس کام کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہے اور موت کے بعد مردہ بدست زندہ ہوتا ہے جو کچھ اغیار چاہتے ہیں کرتے ہیں لہٰذا مرد مسلمان محب سنت اور مبغض بدعت کو چاہئے کہ جس وقت قریب الموت ہونے کے آثار نمودار ہونے لگیں توبہ

Marfat.com

اور استغفار کر کے اپنے ایمان کو ارحم الراحمین کے سپرد کر دے اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا ہر وقت میں معین کام میں زیادہ کوشش کرنی چاہیئے کہ غفلت اور بے ہوشی کے طاری ہونے کا وقت سے ئے اور اپنی تجہیز یعنی گور و جنازہ اور دفن و کفن کے واسطے وصیت تجویز کر کے لکھ کر نگاہ رکھے اور دفن کرنے والوں کو اس بات پر آگاہ کر دے کہ جو شخص کوئی عمل خلاف طریقہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میری تجہیز و تکفین اور دفن میں کرے گا قیامت کے دن اس سے مؤاخذہ کروں گا اور خداوند تعالیٰ کے روبرو اس کا دامن پکڑوں گا اور معاملہ دفن و کفن میں جس بدعت کا رواج ہو نہایت اہتمام سے اس کی مخالفت کرے جیسے قبروں پر قبہ بنانا اور چونا گچ لگا کر قبروں کو پختہ بنانا اور مقبروں کی سجاوٹ میں تکلف کرنا اور چراغ بہت روشنی کرنا کیوں کہ یہ اعمال لعنت کے موجب ہیں خصوصاً جس جگہ ان کو اعمال صالحہ سے شمار کرتے ہوں [1] اَعَاذَنَا اللّٰہُ وَجَمِیْعَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنَ الْبِدْعَاتِ وَرَزَقَنَا اِتِّبَاعَ الْمُصْطَفٰی فِیْ جَمِیْعِ الْحَالَاتِ۔

راہ ولایت کے سلوک کے طریقے کے بیان میں

اور

یہ باب چار فصل اور ایک تکملہ پر مشتمل ہے

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو بدعات سے پناہ میں رکھے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی تمام حالات میں ہمیں نصیب کرے

Marfat.com

فصل پہلی

طریقہ قادریہ کے اشغال کے بیان میں۔ اور یہ چار فصل ایک تمہید اور دو ہدایت پر مشتمل ہے۔

تمہید

اشغال طریقہ قادریہ کا خلاصہ مع کسی قدر تغیر کے جو سہولت اور سلوک اور جلد کامیاب ہونے کا موجب ہو اور نہایت کے ہدایت میں درج ہو جانے کا اثر اس میں ظاہر ہو" اس فصل میں تحریر کیا گیا اور چونکہ تمام اشغال ذکر اور فکر میں مندرج ہیں اس لیئے اس فصل کو دو ہدایت پر تقسیم کیا گیا۔

پہلی ہدایت

ذکر کے طریقوں کے بیان میں اور یہ ہدایت چار افادوں پر مشتمل ہے :

پہلا افادہ

پہلے پہل ذکر یک ضربی کرنا چاہیئے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کی ہیئت پر دوزانو بیٹھ کر لفظ مبارک اللہ کو وسط سینہ سے بڑی شدت اور بلند آوازی سے نکال کر اپنے منہ کے سامنے ضرب لگائے اور اس لفظ مبارک کا تلفظ کرتے وقت ایسا خیال کرے کہ اس لفظ کے ہمراہ ایک نور اس کے منہ سے نکلا ہے اور جس وقت ضرب تمام ہو جائے گی اس وقت ایک لمبی سی آواز گھڑیال کی آواز کی طرح خیال میں رہے گی بیان اس کا یہ ہے کہ جب انسان زور سے آواز نکالنا چاہتا ہے پہلے اس سے کہ سنائی دینے والی آواز پیدا ہو ایک جنبش ظاہر ہوتی ہے اور اس جنبش کو صورت خیالی کہہ سکتے ہیں اور جس وقت زور کی جہری آواز تمام ہو جاتی ہے اس کے تمام ہونے کے

Marfat.com

بعد اور پہلے اس سے کہ دم اپنی جگہ پر آجائے اور منہ لب اور زبان کی ہیئت و شکل اپنی پہلی حالت کی طرف عود کرے ایک ایسا امتداد صوتی خیال میں رہتا ہے کہ کان کو اس کے سننے سے کچھ حصہ نہیں لیکن آواز کرنے والا جانتا ہے پس اس کی پچھلی آواز متخیل کو زیادہ تر کھینچے اور اس کی آواز کے کھینچنے کے ساتھ نور متخیل کو زیادہ لمبا اور پھیلا ہوا چادر نورانی کی طرح بنا کر اپنے منہ کے سامنے سر پر ڈالے اور تمام بدن کو سر سے پاؤں تک اس کے ساتھ احاطہ کرلے پھر اس آواز متخیل سے بھی سکوت اور خاموشی اختیار کر کے اس طرح خیال کرے کہ چادر نورانی ہر طرف سے اس کے بدن میں اندر چلی گئی ہے اور سینہ کے وسط میں جاکر جمع ہو گئی ہے اور پھر چند بار بہ سبب تکرار اس نور کے تہ بہ تہ ہو کر تمام جسم کی جگہ وہی نور قرار پکڑے گا اور اس سکوت میں اپنے لحاظ کو ذات بحت کی طرف متوجہ کرلے اور پھر اس لحاظ کے ٹھہرنے اور نور کے سینہ میں جمع ہونے کے بعد پھر اسی طرح ذکر کرے اور اس ذکر کو کثرت سے لگاتار کرتا رہے تاکہ قابو میں آجائے ۔

دوسرا افادہ

ذکر یک ضربی کے راسخ ہونے کے بعد بطریق مستور ذکرِ دو ضربی شروع کرے اس کا طریق اس طرح ہے کہ نماز کی ہیئت پر دو زانو بیٹھ کر لفظ مبارک اللہ کو وسطِ سینہ سے زور سے بلند آواز کے ساتھ نکال کر داہنے زانو میں ضرب کرے پھر متخیل آواز کے امتداد کو آہستگی سے داہنے کندھے تک کھینچکر وسط سینہ تک پہنچائے اور اس طرح خیال کرے کہ اس لفظ کے ہمراہ نور برآمد ہوا ہے اور زانو اور پہلو اور

اور کاندھے اور داہنے ہاتھ کے جابجا تمام وہ نور ہو گیا ہے یعنی یہ سب اعضا باطل و نابود ہو گئے ہیں اور اس نور نے ان کی جگہ لے لی ہے۔ پھر ذرا سی دیر سکوت کرے اور اس سکوت میں نور کا اعضاءِ مذکورہ کے جابجا ہونا لحاظ میں رکھے تا اس کے ذہن میں اس نور کی صورت جابجا ان اعضاء کے خوب بیٹھ جائے بعدازاں اسی لفظ کو اسی نور کے ہمراہ سینہ کے وسط سے داہنے شانہ تک کھینچ کر دل پر شدت اور زور سے ضرب لگائے اور ایسا خیال کرے کہ وہی نور جو اس کی داہنی جانب پر محیط ہو گیا تھا دل میں اتر گیا ہے پھر تھوڑی دیر سکوت کرے اور اس سکوت میں اسطرح خیال کرے کہ وہی نور جو اس کے دل میں اتر گیا تھا اس شخص کے تمام بدن کے اندر سرایت کر گیا ہے

تیسرا افادہ

طریقہ ذکر سہ ضربی کا یہ ہے کہ چار زانو بیٹھ کر ایک ضرب داہنی طرف میں اس طریق سے لگائے جو مذکور ہوا اور دوسری ضرب بائیں جانب اس طریق سے لگائے اور تیسری ضرب دل میں لگادے

چوتھا افادہ

ذکر چار ضربی کا طریق یہ ہے کہ چار زانو بیٹھ کر ایک ضرب طریق مذکور پر داہنی جانب میں لگادے اور دوسری بائیں جانب میں اور تیسری دل میں اور چوتھی اپنے روبرو لگادے اس وضع پر کہ اس چوتھی ضرب کے ساتھ یہ خیال کرلے کہ گویا جو نور اس کے ساتھ بر آمد ہوا ہے نیچے سے احاطہ کرتا ہے تاکہ اس شخص کو سارا گھیر لیا ہے اور وہ شخص بالکل اس میں محو و مستغرق ہو گیا ہے بلکہ اس شخص کے بدن کی جگہ وہ نور قرار پکڑتا ہے۔

Marfat.com

فائدہ

اس طریق مذکورہ پر اس ذکر کی غایت اور نتیجہ یہ ہے کہ اسم ذات کے ذکر کا تمام اثر ذاکر کے بدن پر اجمالاً و تفصیلاً احاطہ کر لے اور بشریت کی کی ظلمت تمام بدن سے عموماً اور اذکار مذکورہ سے خصوصاً نکل جائے اور فنائے جسمانی کی تمہید ہو جائے اور فکر ذکر کے ساتھ مختلط ہو جائے اور اور ذکر سے مراقبہ کی طرف انتقال کرنے میں قریب تر ہو خلاصہ یہ کہ جب اذکار چہارگانہ کے آثار یک ضربی سے لے کر چہار ضربی تک ظاہر ہو جائیں اس وقت فکر کے ساتھ مشغول ہونا چاہیئے۔

دوسری ہدایت

اقسام فکر کے بیان میں اور یہ سات افادہ پر مشتمل ہے

پہلا افادہ

پہلا مراقبہ وحدانیت کا مراقبہ ہے اور اس کا طریق یہ ہے کہ حق تبارک وتعالےٰ کی وحدانیت کو کہ لاشریک لہٗ اس کا طریق مبین ہے ہر جگہ لحاظ کرے کہ ہر زمان و مکان میں وہی ذات پاک یگانہ ویسے ہمتا موجود ہے اور اس ملاحظہ کی تین صورتیں خیال میں گزرتی ہیں۔ اول یہ کہ ہر چیز کی نفی کر کے اس کی جگہ حق تعالیٰ کے وجود کو سمجھے۔ دوسرے یہ کہ وجود حق تعالیٰ کو ان چیزوں کا عین خیال کرے۔ یہ دونوں طریق مراد نہیں بلکہ ان دونوں طریق سے پرہیز اور اجتناب کو لازم سمجھے اور تیسری صورت جو اس جگہ مراد ہے وہ یہ ہے کہ اس کے وجود کو یگانہ اور تمام اشیاء کا غیر ہر جگہ میں تصور کرے۔ نہ ان چیزوں کی نفی کرے اور نہ ان کو

Marfat.com

عینِ خداوند تعالٰے کا جاننے مثال اس کی اس طرح ہے کہ ہر شخص جانتا ہے جس معنی سے فارسی میں لفظ "ہست" کے ساتھ اور ہندی میں لفظ "ہے" کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں وہ معنی ہر جگہ موجود ہے اور کسی چیز کا عین نہیں بلکہ ہر چیز کا غیر ہے باوجود آنکہ کوئی چیز اس سے خالی نہیں۔

دوسرا افادہ

مراقبہ وحدانیت کے استحکام اور استقرار کے بعد مراقبہ صمدیت کرے اور اس کے دو مرتبے ہیں ایک ابتدا اور ایک انتہا ہے۔ اس کی ابتداء سے تو یہ مراد ہے کہ اللہ تعالٰے کی طرف تمام چیزوں کے محتاج ہوتے اور اس کے تمام اشیاء سے مستغنی اور بے نیاز ہونے کا اجمالاً ملاحظہ کرے پس جب یہ مرتبہ مستحکم ہو جائے تو اس کے انتہا کے حاصل کرنے کی طلب کرے اور اس سے یہ مراد ہے کہ اپنے محتاج ہونے کا اس کی طرف تمام امورِ معاش ومعاد میں تفصیل وار ملاحظہ کرے بایں طور کہ یہ ملاحظہ نہایت محبت اور الفت اور نہایت عجز اور زاری کے ساتھ ممتزج اور ملا ہوا یعنی اس طرح ملاحظہ کرے کہ مجھے ہر چیز میں اس کی طرف حاجت ہے اور اس کی امداد اور اعانت کے بغیر کسی کام کا سر انجام نہیں ہو سکتا خواہ بڑا کام ہو یا سہل اور ہلکا سا کام ہو امورِ معاش سے ہو یا امورِ معاد سے اور اس مراقبہ سے اس کو بڑی الفت اور محبت اور ایک راہ جناب کبریائی میں حاصل ہو جائے گی کہ اپنی جان اور مال اور عزت وآبرو کو اس کی مرضی میں بلکہ صرف اس کے نام پہ فدا کرنا سہل اور آسان معلوم ہوگا بلکہ اس کو اپنے فخر واعتبار اور عزت اور مرتبے کی ترقی کا سبب شمار کرے گا اور یہ امر اس کے اعتقاد میں

Marfat.com

بخوبی مستقر و مستحکم ہو جائے گا۔ مثال اس کی اس طرح ہے کہ جس شخص کو ہمیشہ کے لیے کسی بادشاہ کی طرف سے انعام و جاگیریں موروثی آباً عن جدٍ ملی ہوئی ہیں اور تمام اس کی معاش اور عزت و اعتبار کا کاروبار بادشاہ ہی کے وسیلہ سے بنا ہوا ہے۔ اگر اس بادشاہ کی طرف سے کسی کام کے سرانجام کے لئے مامور ہو تو اس مہم کے بہم پہنچانے میں جانبازی کو بھی اپنا فخر سمجھے گا اور اس مراقبہ سے ایاک نعبد و ایاک نستعین کے معنی بخوبی جانتے ہیں اور اس مراقبہ کے ثمرات سے توحید الٰہی کا انکشاف ہے کہ باوجودیکہ کثرت کارکنندوں کے صاحب اس مراقبہ کو ایک ہی فاعل اور ایک موثر ہی ہر فعل اور ہر جنبش سکون میں ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ فاعل حقیقی کی ذات پاک ہے

تیسرا افادہ

اس مراقبہ کے بعد شغل دورہ کرے اور اس شغل کے ارکان چار اسم ہیں اسماء حسنیٰ سے یعنی سمیع اور بصیر اور قدیر اور علیم ان چاروں میں سے ہر ایک کے ساتھ اسم ذات کو ضم کر کے پس مراقبہ کے طور پر بیٹھ کر خاطر کو جمع کر کے حضورِ دل سے اپنے خیال میں کہے کہ اللہ سمیعٌ اور اس کو ناف سے "جو لطیفہ نفس کا مقام ہے" وسط سینہ تک کھینچے جو لطیفہ سر کا مقام ہے اور اس طرح سمجھے کہ اس کی روح جو تمام بدن میں ہر چیز کے سمجھنے اور ادراک کرنے والی چیز ہے صرف ذہن ہے اکٹھی اور ذرا اہم ہو کر ذکر مذکور کے ہمراہ ناف سے وسط سینہ تک پہنچ گئی ہے اور اگر ناف سے وسط سینہ تک روح کا انتقال کرنا اس پر دشوار ہو تو ایسا خیال کرے کہ ان دونوں اسموں یعنی اللہ اور سمیع کے

Marfat.com

درمیان اس طرح پر گھری ہوئی ہے کہ لفظ اللہ اس کے اوپر ہے
اور لفظ سمیع اس کے نیچے ہے پس اس تدبیر سے روح کا انتقال ان
دونوں اسموں کے انتقال کے ہمراہ آسان ہو جائے گا پھر اللہ۔ بصیرٌ
کے ہمراہ بطور مذکور لطیفہ اخفیٰ تک جس کا مقام سر میں تالو کے مقابلہ میں
ہے پہنچا دے پھر اللہ قدیرٌ کو اخفیٰ سے چوتھے آسمان تک پہنچائے
اور اپنی روح کو اس کے تابع اور ہمراہ کرے پھر اللہ علیمٌ کو وہاں سے عرش
معلیٰ تک پہنچائے اور اس ذکر استعانت سے روح کو چوتھے آسمان اور
عرش مجید پر روح کو کچھ دیر تک یعنی گھڑی آدھ گھڑی تک جتنا ہو سکے
ٹھیرا کر اس جگہ روح کو چپ و راست دَور و سیر کرائے اور کبھی ایسا
ہوتا ہے کہ ان مقاموں میں روح کا ٹھیرنا مشکل ہوتا ہے بلکہ بوجھل
چیز کی طرح خود بخود نیچے گر پڑتی ہے پس اس کی تدبیر اس طرح ہے
کہ چڑھنے کے وقت آسمانوں میں سوراخ کے طور پر خیال سا راستہ بن جائے
گا تو وہاں روح کے ٹھیرنے اور اقامت کرنے کے لئے اس راستہ
کو خیال کی کوشش سے بند کرے تا روح اس جگہ توقف کرے۔ پھر
انہیں بدرقوں کے ساتھ عرش مجید سے لطیفہ نفس تک اسی وضع و ترتیب
سے جو مذکور ہو چکی ہے نزول کرے یعنی اللہ علیمٌ کے ذکر کے
ساتھ عرش سے چوتھے آسمان تک اور اللہ قدیرٌ کے ذکر کے ساتھ
چوتھے آسمان سے لطیفہ اخفیٰ تک اور اللہ بصیرٌ کے ذکر کے ساتھ
اخفیٰ سے سر تک پھر اللہ سمیعٌ کے ذکر کے ساتھ سر سے لطیفہ نفس
تک اترے اور آہستہ آہستہ اس ذکر کو زیادہ کرے تا کہ اس کے
آثار ظاہر ہوں منجملہ اس کے آثار کے ذاکر کی روح کی نورانیت ہے

Marfat.com

اور ارواح انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام اور ملائکہ عظام کے ساتھ ملاقات کرنا اور جنت و دوزخ اور آسمانی مقامات کی سیر کرنا جیسے سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور وغیرہ اور لوح محفوظ کی سیر کرنا اور وہاں کے واقعات کا منکشف ہونا اور انہیں امور کی خاطر روح کو آسمان پر ٹھیرا کر وہاں دورہ اور سیر کرانا مناسب ہے اور وہاں کے عجائبات کا دیکھنا مختلف طور پر واقع ہوتا ہے ہر کوئی بموجب اپنی قوت ادراک اور اپنی استعداد اور اپنے حال کے مناسب دیکھتا ہے اور ارواح اور ملائکہ کی ملاقات کے ضمن میں ان کے ساتھ ہم کلامی کا موقع بھی مل جاتا ہے اور کبھی کسی نیک صلاح پر جو سالک کی راہ کے مفید ہوتی ہے یا اور کسی امر پر اس کو اطلاع دیتے ہیں اور اس کی بدولت سالک کو ایک قسم کی لطافت اور ذات پاک الٰہی کے ساتھ قرب اور انس میسّر ہو جاتا ہے اور اپنے جسم سے بیگانگی سی حاصل ہو جاتی ہے اور ایک اس قسم کی نورانیت بہم پہنچتی ہے جو کہ شغل نفی میں اعانت و امداد کرتی ہے اور ہر چند روح بشری عالم قدس اور سماوات میں عروج کرنے کے قابل نہیں لیکن ذکر الٰہی اس کا بدرقہ ہو گیا ہے پس جہاں پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتی تھی بدرقہ مذکورہ کی معاونت سے پہنچ جاتی ہے

چوتھا افادہ

بعد ازاں شغل نفی کو شروع کرے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ بمقتضائے فرمودۂ خداوندی اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ[1] وَالاَرضِ انوار الٰہی ہر جگہ موجود ہیں

---

[1] اللہ آسمانوں کی اور زمین کی روشنی ہے۔

Marfat.com

جس طرح کہ وجود اور ہستی ہر جگہ ثابت ہے چنانچہ مراقبہ وحدانیت میں وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے اور انوار اس وجود کو لازم ہیں پس جس جگہ وجود ہے اس جگہ انوار بھی متحقق ہیں اور جس جگہ وجود کا احاطہ معلوم ہو چکا ہے اسی طرح اس کے انوار کا احاطہ سمجھنا چاہیئے اور باوجود آنکہ انوار سب جگہ موجود ہیں لیکن انسان کی قوت دراکہ اشیائے کثیفہ ظلمانیہ یعنی اجسامِ فلکی و عنصری کے خیالات کے اختلاط کی وجہ سے ان کے ادراک سے محجوب اور محروم ہے نہ انوار کی غیبت اور دوری کی وجہ سے اور ذات بحت تک واصل ہونے کے لیے حجب کا طے کرنا جن سے مراد انوار ہیں ضروری امر ہے اور اکثر لوگوں کے حق میں بدون ان کے ادراک کے ان کا طے کرنا محال ہے اور جو بعض بلند فطرت والوں کو بدون انکشاف انوار کے ذات بحت کا وصول میسر ہو جاتا ہے پس یہ اگر لوگوں کے انکشاف انوار کی طرف محتاج ہونے میں قدح نہیں کرتا لیس ان انوار کے ادراک کے لیے اپنی قوت دراکہ کو خیالاتؔ مذکورہ سے پاک اور صاف کرنا چاہیئے تاکہ انوارِ الٰہی مدرک ہو جاویں اور جونہی طالب کی قوت دراکہ کا آئینہ خیالات مذکورہ سے پاک اور صاف کرنا چاہیئے خیالات مذکورہ کے زنگ سے مصفا اور مصقول ہو گا فوراً وہ انوار جو ہر جگہ موجود ہیں بلا دقت دریافت ہونے لگ جائیں گے اور اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ شغل نفی کرے اور شغل نفی کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے خیال سے اشیاء کو نابود و نیست کرے اگرچہ فی الحقیقت کوئی چیز نیست نہ ہو گی اور حقیقتاً اشیاء کو نیست و نابود جاننا بالکل خیالِ باطل اور محض جھوٹا وہم ہے جو کچھ موجود ہے

ؔ یعنی اشیائے کثیفہ ظلمانیہ جیسے اجسام فلکیہ اور عنصریہ کے خیالات

Marfat.com

وہ موجود حقیقی تبارک وتعالیٰ کے موجود کرنے سے موجود ہے اور اس کے
وجود پاک کے ساتھ ہر موجود چیز کو ایک خاص ربط حاصل ہے پس کسی چیز کے
وجود کی فی الواقع نفی کرنا ممکن نہیں اور اس امر کا قصد کرنا گویا خدا تعالیٰ کا مقابلہ
کرنا ہے علاوہ ازیں نفی واقعی کے ساتھ کوئی غرض بھی متعلق نہیں کیوں کہ غرض تو اپنے
مدرکہ کا صاف کرنا ہے جب مدرکہ صاف ہو گیا اپنا مدعا حاصل ہو جائے گا
نفی واقعی سے کچھ مطلب نہیں ہر چند تمام عالم کی نفی کرنا ایک دشوار سا کام نظر
آتا ہے لیکن اس جگہ صرف دو مرتبے ہیں اور بس۔ کیوں کہ تمام عالم کی نفی اور عالم
کے ایک جز کی نفی برابر ہے۔ انسان کو اپنے خیال کا ایک مچھر کے پر سے خالی کرنا
اور تمام افلاک سے خالی کرنا یکساں ہے ہاں البتہ اپنے وجود کی نفی کرنا ایک
مشکل سا کام ہے اس لیے نفی کے دو مرتبے مقرر کرنے چاہئیں۔ اول اپنی
نفی دوسری تمام عالم کی نفی اور دوسرے مرتبہ کے سہل اور ...... پہلے مرتبے
کے دشوار ہونے کا سبب یہ ہے کہ قوت دراکہ اپنے آپ کے علم اور دانست
سے ہر وقت ممتلی اور پر ہے اور اپنے غیر کا دریافت کرنا کبھی کبھی ہوتا ہے
پس دوسری نفی میں کسی چیز کو اپنی قوت دراکہ میں داخل ہونے سے منع کرنا
ہے اور پہلی نفی میں جو چیز قوت دراکہ میں قرار پذیر اور جائے گیر ہو چکی ہے
اس کو نکالنا چاہتا ہے پس باہر کی چیز کو داخل ہونے سے روکنے اور اندر گھسی ہوئی
چیز کو باہر نکالنے میں جو فرق ہے وہ پوشیدہ نہیں کہ اول برنسبت دوسری
کے نہایت سہل اور آسان ہے یا اس کا فرق اس طرح ہے کہ جس شخص نے
بارش کبھی کبھی دیکھی ہے اس کو بارش کی نفی کرنا آسان ہے بہ نسبت اس

ل یعنی کھوکھلا پن اور خالی ہونا

Marfat.com

شخص کے جو بارش میں کھڑا ہے۔ اور متواتر قطرے اس کے بدن پر پڑ رہے ہیں بنا ئے علیہ خود اپنی نفی میں جسم کی نفی سہل تر ہے لیکن جسم کے جس مقام پر علم اور دانست کا قرار ہوتا ہے اس کی نفی دشوار تر ہو جاتی ہے اور کبھی سر کی نفی جو کہ ادراک اور امتیاز کا مقام ہے مشکل ہو جاتی ہے اور بعض لوگوں کو جو کہ اپنے سانس اور دم کی آمد ورفت پر زیادہ مطلع رہتے ہیں ان کو اپنے حلق اور سینہ کی نفی میں سخت مشکل پڑتی ہے الغرض جس چیز پر اطلاع اور آگاہی زیادہ تر ہو اس کی نفی بھی مشکل اور سخت تر ہوتی ہے پس پہلے پہل تمام عالم کی نفی کر کے اپنے بدن کی نفی کرے اور اس جگہ کی نفی سے شروع کرے جس کی نفی دشوار معلوم ہوتی ہو کہ اس عضو کی نفی سے تمام نفس کی نفی یکبارگی ہو جائے گی اور اصل اور عمدہ نفی کے حاصل کرنے میں کسی کامل صاحب نفی کی توجہ ہے کہ اپنی نفی کر کے ہمّت کیسا تھ متوجہ ہو کر القا کرے اور اس کلام کے مبتدی پر اوّل اوّل نفی کا ظہور مختلف صورتوں سے ہوتا ہے کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ سینہ اور شکم کے مقام میں اوّل ایک خلاء سا معلوم ہوتا ہے اور کبھی اپنے آپ کو بے سر گمان کرتا ہے اور کبھی اپنے آپ کو بغیر دونوں ہاتھوں کے خیال کرتا ہے اور کبھی سمجھتا ہے کہ میں چھوٹا سا ہو گیا ہوں اور کبھی اپنے آپ کو بغیر ضخامت اور جثہ کے ایک طول کا طول خیال کرتا ہے گویا ایک گوشت کی نلکی سی ہے کہ دم بدم لمبی اور باریک ہوتی چلی جاتی ہے اور سہل طریقہ اس تصور کا یہ ہے کہ اپنے سینہ یا شکم میں خلا کا خیال کرے جس طرح توپ کا گولہ ایک طرف سے دوسری طرف پہنچ جاتا ہے اور اس مقام کو خالی چھوڑ جاتا ہے پھر اس خیالی سوراخ کو آہستہ

لے یعنی دل سے بھلا دینا

Marfat.com

آہستہ فراخ تر اور کشادہ تر کرتا جائے تاکہ انجام کو پہنچے اور اس کی سخت ترین صورت یہ ہے کہ ایک معنوی غیبی چیز جس سے مراد فنا ہے عالم غیب سے اس کی طرف متوجہ ہو کر یکبارگی اس کے جسم کو نیست و نابود کر دے جیسے سخت پتھر ایک کمزور ٹھیکری پر پڑ کر اس کو چور کر دیتا ہے اور کبھی اس کا تصور اس طرح سے بھی کر سکتے ہیں کہ اس کی جان نکل گئی ہے یا گوشت کا ٹکڑا جس کا نام دل ہے وہ اس کے وجود سے نکل کر معدوم ہو گیا ہے اور چونکہ جسم بغیر جان اور دل کے باقی نہیں رہ سکتا پس وہ جسم بھی بے جان ہو کر مضمحل ہو گیا ہے اگرچہ اس کام کے واقف کے نزدیک ان مختلف صورتوں کا بیان کرنا تطویل بلاطائل* ہے لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مجمل نفی کا بیان کرنے سے اس کی صورتوں میں سے کسی صورت کا تعین کسی بڑے زیرک قوی الذکاء کو بھی میسر نہیں ہوتا اور گاہ گاہ دریافت کرنے بہت سی صورتوں کے کند ذہن غافل کو بھی ان مذکورہ صورتوں کے علاوہ کوئی اور ہی صورت ظاہر ہو پڑتی ہے غرض کہ اس کی مختلف صورتوں کا دریافت کرنا فائدہ سے خالی نہیں جس وضع پر اس کی ابتداء نمودار ہوئی اس کو بخوبی اپنے خیال میں پکڑ کر اس کے زیادہ کرنے میں کوشش کرے تاکہ تمام بدن کی نفی انجام کو پہنچے اور نفی کی دشواری کے وقت میں کلمہ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا فَاعِلَ اِلَّا اللّٰہُ . . . کو دونوں کلموں کے معنی سمجھ کر جس جگہ کی نفی مشکل ہو پڑھے اسی جگہ پر قوت خیال کے ساتھ ضرب کرے انشاء اللہ یہ شغل اس کے لیے کافی ہو گا اور کبھی بعد نفی کے ایک اس قسم کا خلل ظاہر ہوتا ہے کہ اگر خیال کرے کہ تلوار کی ضرب اس کے بدن پر لگے تو بدن اس کا مانع اور

---

* یعنی بے فائدہ کلام کو طول دینا

مزاحم نہ ہوگا بلکہ جس طرح خلاء میں سے ضربِ خالی نکل جاتی ہے اسی طرح اس کے درمیان میں سے خالی کی خالی نکل جاتی ہے اور کبھی ایک تاریکی کا جل کیطرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس کے گرداگرد ایک نورانی چمک باریک خط کی طرح ہوتی ہے لیکن وہ خط نورانی مکدر اور تاریکی کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے جیسے شعلہ آگ کا کنارہ دھوئیں کے اختلاط کے سبب سے بہت مکدر اور تاریک دکھلائی دیتا ہے اور نیز وہ خط نورانی بالاستقلال نہیں محسوس ہوتا بلکہ تاریکی کے ضمن میں دریافت ہوتا ہے اگر اس کی طرف استقلال کی نظر متوجہ کریں تو اسی وقت معدوم ہو جاتا ہے اور سوائے تاریکی کے کوئی دوسرا امر مدرک نہیں ہوتا پس اس تاریکی کا نام رکھتے ہیں نورِ نفی اور اس شغل نفی کو بخوبی مزاولت کرنی چاہیئے کہ امورِ مکدرہ سے جو خس وخاشاک حکم میں ہیں اسی شغل کے سبب سے طالب کا ذہن مصفا ہوتا ہے اور سالکوں کو اکثر اوقات اس شغل کی حاجت پڑتی ہے

فائدہ

طالب کو چاہیئے کہ شغل نفی کے ساتھ مشغول ہونے کے دنوں میں شغل یادداشت بھی کرے اور اس کی حقیقت شغل دائمی ہے۔ ذاتِ بیچون وبیچگون کی طرف نشست وبرخاست اور کسب وکار اور مصیبت وآزار اور کھانے پینے وغیرہ ہر وقت میں ادھر ہی دھیان لگا رہے باایں ہمہ کہ کوئی امر اس التفات سے مانع نہ ہو جیسے جب کسی شخص کو کسی چیز کی محبت یا کسی کام کا اہتمام دل میں راسخ ہو جائے تو حوائج ضروریہ اور اعمال معاشیہ کے اشتغال کے وقت اس کا دل کما ینبغی اس امر کی طرف متوجہ رہتا ہے چنانچہ ہر صاحب وجدان پر پوشیدہ نہیں پس جو لوگ حق سبحانہ وتعالےٰ کی یاد سے غافل ہیں ان کو چاہیئے کہ تمثیل مذکور کو اپنے وجدان سے دریافت کر کے خدائے تعالیٰ

Marfat.com

کی یادداشت کو ممتنعات عقلیہ یا محالات عادیہ سے نہ شمار کریں بلکہ اس کو سہل اور آسان سمجھ کر اس کے حاصل کرنے پر کمرِ ہمّت چست باندھ لیں اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ جس طرح بعض اشخاص کو بعض چیزوں کی یادداشت حاصل ہوتی ہے لیکن وہ اس یادداشت کے حاصل ہونے پر متنبّہ نہیں ہوتے مگر بوقت حاصل ہونے کسی ایسے امر کے جو اس چیز کی یادداشت حاصل ہونے پر مشعر ہو مثلاً ہر شخص کو اپنے بدن کی طرف التفات دائمی حاصل ہے اور اس علم کا علم نہیں ہوتا مگر جب کسی شخص کے ساتھ بیٹھے یا کوئی درد پہنچے اسی طرح بعض سالکوں کو خدائے تعالیٰ کی یادداشت حاصل ہوتی ہے اور اسکے حصول کا شعور نہیں ہوتا مگر بوقت عارض ہونے غفلت یا کسی اور امر کے یادداشت میں خلل انداز ہو اور یادداشتِ حق کے ملکہ کے بعد دوسری یادداشت کو بھی اس کے حق میں ضم کرنا چاہیئے جس کا بیان دوسرے باب میں مفصّل گزر چکا ہے۔

پانچواں افادہ

جب اپنی نفی اور تمام عالم کی نفی طالب کے قابو میں آگئی تو اب نفی النّفی اور فناء الفناء کو شروع کرے یعنی جس چیز کے ساتھ اپنی اور تمام موجودات کی نفی کرتا تھا اب اس کو معدوم اور نلیست تصور کرنا چاہیئے اور چونکہ نفی النفی نیستی محض ہے اور اس کی علامت غفلت اور ربودگی اور قوت ادراکہ کا محض خالی ہونا ہے یہاں تک کہ اگر اس شکل میں کمال ملازمت کرے گا تو اس کا بدن معدوم ہو جائے گا اور اس سے کچھ اثر باقی نہ رہے گا اگرچہ یہ غفلت کی حالت طالب کو پسندِ خاطر نہ ہو گی لیکن چونکہ آئندہ کار آمد ہے اس لیئے اس کو مہمل نہ چھوڑے بلکہ عمل میں لائے اور نفی النفی کے ناپسند ہونیکا سبب

Marfat.com

یہ ہے کہ اس شغل میں ادراک اور دریافت کا نابود کرنا ہے اور جب ادراک نہ رہا کچھ معلوم نہیں ہوتا اور انسان کی دل لگی اور مانوسی ادراک ہی کے سبب سے ہوتی ہے اور اگرچہ شغل نفی میں بھی ہر چیز کو اپنے ادراک سے دور کرتا تھا لیکن اس کے خیال میں ایک صفائی سی باقی رہتی تھی اور دل لگی کا سبب بنی رہتی تھی جسطرح صاف طبیعت والے میدان مصفا میں مانوس ہو جاتے ہیں اسی طرح نفی میں بھی ایک قسم کی انسیت ہوتی ہے برخلاف نفی النفی کے کہ اس کام میں انسیت کا مدار بالکل کچھ باقی نہیں

چھٹا افادہ

شغل نفی کی تکمیل و اتمام کے بعد دو صورتیں پیش آتی ہیں۔ کبھی تو توحید صفاتی منکشف ہو جاتی ہے اس کا مجمل بیان اس طرح ہے کہ صاحب اس شغل کا اپنے آپ کو اسطرح گمان کرتا ہے کہ جو کثرت جہان میں ہے وہ اس سے صادر ہو رہی ہے اور اس کی تصویر اسطرح نمودار ہوتی ہے کہ اپنے بدن کی فراخی اور نہایت کشادگی خیال میں بیٹھ جاتی ہے اور یہ فراخی اس مرتبہ تک پہنچتی ہے کہ اس کا خیال عالم اجسام سے جس میں سب سے اوپر عرش مجید ہے اس کے تمام اطراف سے متجاوز ہو جاتا ہے اور تمام جہان کو اپنے آپ میں دیکھتا ہے۔ افلاک و عناصر، جبال و بحار، اشجار و احجار، حیوان و انسان سب کو اپنے جسم کے اجزاء و اعضاء خیال کرتا ہے اور اس حالت میں مکانوں کے مکانات پر اطلاع اور زمین کے بعض مقامات پر سیر جو اس کی جگہ سے دور دراز فاصلہ پر ہوتی ہیں بطور کشف حاصل ہوتی ہیں اور اس کا وہ کشف مطابق واقع ہوتا ہے لیکن اپنے آپ کو واقعی تمام عالم کا کل نہ سمجھے بلکہ اس طرح خیال کرے کہ یہ اعتقاد مخالف واقع اس مرتبہ

Marfat.com

آثار سے ہے اور اس حالت میں توقف اور درنگ نہ کرے کہ یہ منزل مقصود کا راہِ راست نہیں اگرچہ فی الجملہ راستہ ہے لیکن راہِ راست سے بہت دور اور سیر و سلوک کی دشواری اور مسافت کے لمبا ہونے کا باعث ہے اس حالت سے انوار کی طرف جو کہ ذات پاک کا حجب ہیں انتقال کا قصد کرے اور کبھی بعد تمامی شغل فنا کے زنگارنگ کے انوار دکھائی دینے لگتے ہیں اور یہی صورت طالب کی مقصد برآری کا راستہ ہے اور وہ انوار ذات بحت حضرت جلّ وعلا کے حجب ہیں اور ان کے طے کرنے کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں ، اگر عنایت الٰہی شاملِ حال ہو تو ایک لحظہ بھر میں ہزارہا حجب طے ہو جاتے ہیں لیکن طالب کے ایک حجاب سے دوسرے حجاب کی طرف انتقال کرنے کے لئے سبب عادی یہ ہے کہ ان انوار میں سے ہر ایک کو اپنی قوت خیالیہ سے اس قدر وسیع کرے کہ تمام جہان کا احاطہ کر کے قید مکان سے فضائے لامکان کی طرف تجاوز کرے بعد ازاں انتقال کا پختہ ارادہ دل سے اٹھا کر اس امر کی درخواست بارگاہ خداوندی سے کرے اور اپنی نظر خیالی سے اس نور میں اس قدر غور کرے کہ ایک اور نور اس نور کے اندر ہی سے ظاہر ہو جائے گا اور اس کو بھی پہلے نور کے طریقہ پر وسیع کرے اور اس سے تیسرے نور کی طرف انتقال کر جائے اور لگاتار اسی طرح انوار کی سلسلہ جنبانی کرتا جائے اور بسا اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ انسان ان ہی حجب میں اٹک جاتا ہے اور اس کو اصل مقصود کی طرف رستہ نہیں ملتا اور ان سب حجابوں سے آخر ایک حجاب لطیف بے رنگ ہے کہ اس کو نسبت بےرنگی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی اس حجاب میں بھی بعض سالکوں کو توقف اور اٹکاؤ لگ جاتا ہے اور کبھی بعض طالب اسی کو مقصود اصلی سمجھ کر اسی جگہ ٹھہر جاتے ہیں ۔

ساتواں افادہ

جس شخص کو عنایت خداوندی اور جذبہ غیبی کی امداد سے سب حجاب طے ہو جائیں وہ ذات بحت کی معرفت کے مقام میں پہنچ جاتا ہے اور اس جگہ عمدہ عمدہ حالات اور رنگا رنگ اطوار پیش آتے ہیں اور جو خوض وفکر اس جگہ کرنا پڑتا ہے اس کا نام سیر فی اللہ رکھتے ہیں اور یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ اس مقام میں تفاوت اور تبدل احوال نہیں ہوتا بلکہ بموجب مضمون آیۂ

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ہر وقت اس ذات پاک کی ایک جدا سے جدا شان جلوہ گر ہوتی ہے اور صرف طالب کے احوال کے تبدل سے غیب میں بھی تبدل وتفاوت اس کی بصیرت کی آنکھ میں ظاہر ہوتا ہے اور چونکہ بمطابق حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام آدمی کا دل ایک پر کے ریشہ کے حکم میں ہے جو صاف میدان میں پڑا ہوا ہے اور ہواؤں کے جھونکے اس کو الٹا سیدھا زیر وزبر کرتے رہتے ہیں۔ انسان کے دل کو قرار نہیں لہٰذا شیون ذات کو بھی اس طرف سے قرار نہیں بلکہ دم بدم متبدل ہوتے رہتے ہیں اور شیون الٰہیہ کے تفاوت کے سبب سے یہ بات ہوتی ہے کہ معاملات مختلفہ بمطابق استعدادات بنی آدم کے پیش آتے ہیں اور سیر فی اللہ کا بیان بڑی لمبی چوڑی تفصیل رکھتا ہے کہ اسکی تحریر ان اوراق میں دشوار ہے لیکن جو سلوک کہ متعارف ہے اس فن کی تصنیف شدہ کتابوں میں منضبط ہے پس وہ مقام معرفت تک ختم ہو جاتا ہے ؛ پس بس

ل ہر دن..... وہ ایک نئی شان میں ہے۔

دوسری فصل

اشغالِ طریقہ چشتیہ کے بیان میں نئے طریق پر جو قوت اثر اور جلدی سے تھوڑے سے زمانہ میں بہت سے فوائد کے ظاہر ہونے کا موجب ہوں۔ اور مجاہدات اور ریاضات متعارفہ کے لحاظ سے آسان دکھلائی دیں اور یہ فصل چار ہدایتوں پر مشتمل ہے

پہلی ہدایت

اشغالِ طریقہ چشتیہ کے بیان میں اور یہ ہدایت پانچ افادوں پر مشتمل ہے

پہلا افادہ

طالب کو چاہیئے کہ پہلے باوضو دو زانو بطور نماز بیٹھ کر اس طریقہ کے بزرگوں حضرت معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہ حضرات کے نام کا فاتحہ پڑھ کر بارگاہ خداوندی میں ان بزرگوں کے توسط اور وسیلہ سے التجا کرے اور نیاز بے انداز اور زاری بے شمار کے ساتھ اپنے کام کے فتح باب کے لیے دعا کرکے ذکر دوضربی شروع کرے۔ اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ لفظ مبارک اللہ کو دو بار متصل کہے اور دونوں کے اتصال کیواسطے پہلے لفظ کے آخر کو ضمہ دے اور اس دو بار کہنے کو ایک ذکر قرار دے اور دو ذکروں کے درمیان فرق اور امتیاز کے لیئے لفظ اللہ کو جو دوسری بار دونوں ذکروں میں کہے گا وقف کے طور پر کہے یعنی حرف "ہا" کو جزم دے کر پڑھے اور خوب زور کے ساتھ سینہ نکال کر اور جہر اور شدت اور مد کے ساتھ کہے اور دوسرے لفظ کو جہر اور شدت اور مد اور قوت میں پہلے زیادہ کرے اور پہلے کیساتھ خیال کرے کہ ایک نور اس کے سینہ سے نکل کر اس کے لب تک پہنچکر وہاں ٹھہر گیا ہے اور دوسری بار میں اسی جگہ سے نکل کر بہ نسبت قوت اور کثرت کے جو دونوں انوار کے مجتمع ہونے

Marfat.com

سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے منہ سے باہر آکر اس کے سر کے اوپر پہنچ گیا ہے پس اس نور کو بلند تر ابقدر ایک ہاتھ کے تصور کرے اور اسی ذکر کو حضورِ دل سے تکرار کرتا رہے اور حضورِ دل کے لیے اتنا قدر بھی کافی ہے کہ جانے کہ یہ اسم مبارک اس ذات پاک کا نام ہے جو اپنے نام کے ہمراہ ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے۔ اس نام پاک کا اپنے مسمّائے پاک و منزہ سے غائب ہونا ممکن نہیں۔ اس کریم مطلق کے فضل کامل سے پختہ امید یہ ہے کہ ذاکر کو بہت جلد نور معلوم ہونے لگ جائے گا۔ پس یہ ذکر اس قدر کرے کہ وہ نور چھا جائے سائبان کی طرح اس پر ہو جائے پھر بہ سبب کثرت تہ بہ تہ ہونے کے اس کے تمام بدن پر پہنچ کر اس کے بدن کو اندر باہر سے گھیر لے اور اس کا بدن اس نور میں گم ہو جائے

دوسرا فائدہ

جب یہ معنی بخوبی حاصل ہو جائے اور اس کی مشق اور ملکہ اسطرح میسّر ہو جائے کہ ہر وقت بلا تکلف اسی طرح کرے اور ذاکر کے قابو میں آجائے تب دوسرا ذکر شروع کرے اور وہ ذکر لفظ الا اللہ سے ہے۔ اس میں بھی قوت اور شدّت اور جہر اسی طور پر مطلوب ہے جس طرح پہلے میں مذکور ہوا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس کلمہ کو نیچے کی جانب اپنے دونوں زانوؤں میں درمیان ضرب کرے اور نور کو جس قدر ذکر اول میں اوپر کی جانب بلند خیال کرتا تھا اس میں اتنا ہی نیچے کی جانب خیال کرے اور اس نور کو نیچے سے اوپر لاتا جائے تاکہ نور فوقانی اور نور تحتانی آپس میں مل کر ایک نورانی ستون کی طرح ثابت ہو جائے کہ گویا اس کا بدن اس کے اندر گم ہو گیا ہے۔

تیسرا فائدہ

پھر ملائمت اور آہستگی کے ساتھ تیسرا ذکر شروع کرے اور اس ذکر میں پہلے ذکر کے طور پر صرف لفظ اللہ کے بدون ضرب اور شدت اور جہر مفرط کے اور اس لفظ مبارک کو اپنے خیال میں اس نور کے اندر جو اس کے بدن کی جا بجا ہے بھی وہی ہوگیا ہے جاروب یا مصقلہ کی طرح گردش اور حرکت دے کہ اگر کچھ کدورت اپنے بدن وغیرہ کے خیال سے اس میں رہ گئی ہو اسکو مصفّٰی اور مصقول کرے اور تمام وہ نور صاف اور چمکیلا اور خوب روشن اور براق ہوجائے ۔

چوتھا فائدہ

جب یہ نور اس طرح صاف ہوجائے کہ اس کا شعاع ہر طرف سے دور دور جا پڑے اور تصفیہ اور تصیقل بھی ذاکر کے قابو میں آجائے اس وقت چوتھا ذکر شروع کرے اور وہ ذکر نفی و اثبات یعنی "لاالٰہ الااللّٰہ" ہے ۔ پس لا کو اپنے خیال میں کھینچ کر زمین و آسمان کا محیط کر دے اور تمام دورہ کو اپنے اندر گھیر کر "الٰہ" کو اپنے اندر تمام کر دے اور لا کے کھینچنے کا طریق یہ ہے کہ اپنے منہ کے سامنے ممتد اور وسیع خیال کرے تا آنکہ عرش مجید تک جا پہنچے ۔ پھر اسکو متحرک تصوّر کرے کہ تمام عالم میں جنبش کھا کر دائرہ کی طرح ہو کر پھر اپنے مقام میں پہنچ گیا ہے اور لفظ الااللّٰہ کے ساتھ جانب فوق میں عرش مجید کے اوپر ضرب کرے اور لاالٰہ میں ہر چیز کی معبودیت کی نفی فی الواقع اور فی الحقیقت اور اپنے وجود اور تمام اشیاء و کائنات کی نفی اپنے خیال سے لحاظ درست اور تصوّر خیت کے ساتھ مستقر اور مستحکم کرے اور ضرب الااللّٰہ میں ذات بحت کی طرف اشارہ کرے جو جو کلام مجید کا منطوق ہے یعنی "الرحمٰن علی العرش استویٰ"

لہ یعنی مصفی ۱۲ ؎ یعنی رحمان تبارک و تعالیٰ عرش مجید پر جا برا جا ۱۲

Marfat.com

اس ذکر کے تکرار کے ساتھ اس ذات بحت کا نور عرش کے اوپر سے دریائے موجزن کی طرح اس کی کثرت اور وسعت سے آئے گا کہ تمام عالم کو محیط ہو جائے بلکہ تمام عالم اس میں گم ہو جائے گا۔ جس طرح پہلے ذکر میں فقط ذاکر کا جسم محو و گم ہو گیا تھا اس طریق سے ذکر نفی و اثبات طالب صادق کیلئے حصول کمالات مقصودہ میں کافی ہے بہ فہم درست چاہیئے اور اس ذکر کو کثرت اور مبالغہ سے کرے۔ اللہ تعالٰے کے فضل سے ترقیات کے لیے کسی دوسرے شغل کا محتاج ہرگز نہیں ہو گا۔

پانچواں فائدہ

اس ذکر سے منزل مقصود کی طرف انتقال کرنے کا طریق یہ ہے کہ اس نور کے استقرار کے بعد جو عرش کے اوپر فائز ہو کر تمام عالم کو محیط ہو گیا ہے اسی نور میں مراقبہ کرے اور ذکر کو چھوڑ دے اور مراقبہ کا طریق یہ ہے کہ اپنی نفی اور تمام عالم کی نفی جو نور مذکور کے احاطے کے طفیل حاصل ہوئی تھی قصدی لحاظ سے ملحوظ کر کے اسطرح اپنے قابو میں لائے کہ اولاً بدوں لحاظ نور کے بھی اپنی اور تمام کائنات کی نفی اسے آسان ہو جائے اگرچہ نفی اس نور سے منفک نہیں ہوتی لیکن اس شخص کو چاہیئے کہ نفی کو مقصود لذاتہ بنا کر شغل نفی کو مستحکم کرے پھر استحکام نفی کے بعد یا توحید صفاتی ظاہر ہوگی یا انوار کا مشاہدہ ہوگا۔ دوسرا طریق مطلب یابی کا راستہ ہے یعنی جس طریق پر فصل اول میں مذکور ہوا ان نورانی حجابوں سے تجاوز کرتا جائے تا کہ سب سے اخیری حجاب سے جو نسبت بیرنگی سے نامزد ہے فائز ہو اگرچہ اس طریقہ کی نسبت کو مہتاب کے نور کے ساتھ جو پھیلا ہوا ہو تشبیہ دیتے ہیں لیکن فی الحقیقت بیرنگ ہے۔ ایک گونہ رنگ جو معلوم ہوتا ہے اس میں غور کرتے ہی بے معلوم ہو جاتا

Marfat.com

ہے کوئی رنگ خیال میں نہیں گزرتا اور جب اس حجاب اخیر سے بھی تجاوز واقع ہو جائے گا تو ذات بحت کا وصول جو منتہائے سلوک ہے متحقق ہو جائے گا ٭

دوسری ہدایت

فوائد متفرقہ کے بیان میں اور یہ ہدایت دو افادہ پر مشتمل ہے:

پہلا افادہ

آسمانوں کے حالات کے انکشاف اور ملاقات ارواح اور ملائکہ اور بہشت اور دوزخ کی سیر اور اس مقام کے حقائق پر اطلاع اور اس جگہ کے مکانوں کے دریافت اور لوحِ محفوظ سے کسی امر کے انکشاف کے لیئے یا حَیُّ و یا قَیُّوم کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یاحیّ کو ذکر خیالی سے سینہ کے درمیان سے لب تک لائے اور اپنی روح کو اس کے نیچے پیوستہ کر دے اور پھر لفظ یاقیوم کو سینہ سے نکالے اور چونکہ اس لفظ مبارک کا تلفظ پہلے لفظ کے تلفظ کے متصل واقع ہوتا ہے اس لیئے ضرور ان دونوں مبارک اسموں کا اثر دوسرے لفظ کا تلفظ کرتے وقت قوت پکڑ جاتا ہے پس لفظ اخیر کے تلفظ کے ہمراہ دونوں لفظ مبارک کی استعانت سے بایں طور کہ یہ اسم مقدس روح کے نیچے ہو جائے اور روح دونوں اسموں کے درمیان رہے۔ روح کو عرش کے اوپر پہنچائے اور اس جگہ پہنچ کر توقف کرے اور دور دسیر کرے اور سیر و دور میں اختیار رہے خواہ عرش کے اوپر سیر کرے یا اس کے نیچے اور آسمانی مواضع میں سیر کرے یا زمینی بقاع میں، جیسے کعبہ معظمہ یا اور اماکن متبرکہ اور پھر عرصہ کے بعد جب اس عالم کی بیداری اور خبرداری چاہے انہیں دونوں اسموں کی امداد سے اوپر سے نیچے کیطرف انتقال کرے۔ یاحیّ کے ذکر خیالی کے ساتھ اس جگہ سے انتقال کرنیکی تیاری

Marfat.com

کرے اور یا قیوم کی ہمراہی سے تدریجاً اپنے مکان کی طرف پہنچے اور نزول میں آسمانوں کو جدا جدا ملحوظ رکھے۔

افادہ دوسرا

کشفِ قبور کیلئے ذکر سُبُّوحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْحِ۔ مقرر ہے اس کا طریق اس طرح ہے کہ پہلے اسم یعنی سبّوح کے ساتھ ناف سے دماغ تک یعنی لطیفہ اخفیٰ کے مقام تک پہنچیا اور دوسرے اسم یعنی قدوس کے ساتھ وہاں سے عرش مجید کے اوپر اور تیسرے اسم کی ساتھ اس جگہ سے انتقال کر کے ضرب کے طور پر دل میں مارے اور دل کے دروازہ فوقانی سے داخل ہو کر دروازہ تحتانی سے باہر نکل کر قبر کی طرف متوجہ ہو اور اگر ایک بار میں مدعا حاصل نہ ہو تو تنگ دل نہ ہو اور اس تکرار میں حضور اور توجہ اور التجا اور زاری سے کوشش کرے اور فضل الٰہی سے پختہ امید رکھے کہ کشف مطلوب حاصل ہو جائے گا اور اس کشفِ قبور کو ناواقف لوگ قربِ الٰہی کا سبب جانتے ہیں اور حقیقت میں یہ دوری کا موجب ہے۔

تیسری فصل

اشغالِ طریقہ نقشبندیہ کے بیان میں اور یہ فصل ایک تمہید اور دو ہدایت پر مشتمل ہے۔

تمہید

لطائف ششگانہ جو انسان کے اندر ہیں ان کے مواضع کو معلوم کرنا چاہیئے۔ لطیفہ قلب بائیں پستان کے نیچے ہے اور لطیفہ روح داہنے پستان کے نیچے اور لطیفہ سر دونوں کے درمیان وسط سینہ میں اور مقام

لطیفہ نفس عین ناف ہے اور لطیفہ خفی کا مقام پیشانی ہے جہاں سر کے بال ختم ہو کر پیشانی شروع ہوتی ہے اور سجدہ کے سبب سے اسی جگہ نشان پڑتا ہے اور لطیفہ اخفیٰ تالو کے مقام میں سر کی اگلی جانب میں واقع ہے جس جگہ بچوں کے سر میں جنبش اور حرکت محسوس ہوتی ہے۔

پہلی ہدایت

اقسام ذکر کے بیان میں اور اس ذکر کے بیان میں جو طریقہ نقشبندیہ میں رائج ہے اور یہ ہدایت چار افادوں پر مشتمل ہے:

پہلا افادہ

چھیوں لطیفوں کو اسی ترتیب پر جو تمہید میں مذکور ہوئی ہے بخوبی ذاکر بنانا چاہیئے اس حیثیت سے کہ خود ان کے ذکر پر آگاہ اور مطلع ہو اور تلقین کرنے والا جس نے اپنے لطیفے میں ذکر کو جاری کیا ہوا ہے پوری ہمت کے ساتھ طالب کے لطیفہ میں اس ذکر کو القا کرے اور دعا اور التجا کے وسیلہ سے محض فضل الٰہی سے مدد چاہے اور قوت اور ہمت کے ساتھ توجہ کرے اور توجہ کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ جنبش ظاہر ہو جائے از قبیل جنبش فیض نہ اس معنی کر کہ ہاتھ رکھنے سے معلوم ہو بلکہ اس معنی کر کہ التفات کرنے سے معلوم ہو جائے بلکہ ترقی کر کے اور کاموں کے عین اشتغال کے وقت انسان کو اپنی طرف متوجہ کر لے اور ایسا نہ چھوڑے کہ اس سے بالکل غفلت کرے پس اس حرکت کو نام پاک الٰہی کے متقارن اور ہمراہ جانے اور اسطرح سمجھے کہ اس حرکت کیساتھ اللہ اللہ کہتا ہے اور اس نام پاک کے مسمّٰی کے ساتھ حضور اور انس پیدا کرے۔ پس ان لطائف کے اذکار کی جدا جدا مزاولت اور مشق کر کے یکبارگی سب سے ذکر کرے یہاں تک کہ ان کا ذکر آن واحد میں معلوم ہوا کرے اور اس ذکر

لطائف کو اچھی طرح پختہ کرے اور روح کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ جس وقت چاہے اس شغل میں مشغول ہو سکے۔ مرشد تلقین کرنے والا اگر اس کا کرنا اور زیادہ فرمائے تو اس کے حکم کی تعمیل کرے اور لطائف ششگانہ میں سے ہر ایک کیلئے ایک جداگانہ نور ہے جو ان بزرگواروں کی کتابوں اور رسالوں میں مفصل مذکور ہے لطائف کا ذکر کثرت سے کر کے ہر لطیفہ کو اپنے نور سے منور کرے اور اگرچہ یہ نورانی کرنا لطائف کا بہتر اور خوب تر ہے لیکن راہ سلوک میں طول مسافت پیدا کرتا ہے اور اس راستہ کا طول چنداں ضروری نہیں۔ جب انسان حجب نورانیت میں پہنچتا ہے خود بخود انوار لطائف کا معائنہ کر لیتا ہے اور مزاولت اور مشق کے بعد ہر لطیفہ کو اپنے نور سے بلکہ جس نور سے چاہے رنگین کر سکتا ہے اور اذکار لطائف کے وقت میں صرف یہی مطلب بڑی کوشش اور محنت سے بمشکل انجام پذیر ہو سکتا ہے اور بعد ازاں حجب نورانیت کے مقام میں بغیر کوشش اور محنت کے حاصل ہو سکتا ہے۔ پس ابتداء میں لطائف میں اپنے انوار کے الوان سے رنگین کرنے میں کوشش کرنا ایسا ہے جیسے سکندر نامہ کے مضامین کی تقریریں کریما خواں کو تعلیم کرنا پس مناسب اس طرح ہے کہ ادنیٰ مراتب کو بطور ضرورت استعمال کریں اور وقت کو تیغ براں سمجھ کر بہت جلدی ان مراتب سے گزر جائیں اور بلند مقامات میں مطابق استعداد روح کے توقف کریں۔

دوسرا افادہ

بعد ازاں حبس نفس کے ساتھ نفی و اثبات کرے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ دو زانو مؤدب ہو کر رو بقبلہ بیٹھے اور اپنا دم بند کر کے زبان تالو سے لگا کر لا کو لطیفہ نفس سے کھینچے اور لطیفہ سر پر قدرے توقف کر کے پھر لطیفہ خفی پر بھی تھوڑا سا وقفہ کرتا جائے اور لطیفہ اخفیٰ تک پہنچے۔ غرض کہ

Marfat.com

ایک خیالی حرکت نفس سے اخفیٰ تک کرے اور اس حرکت کی امتداد کے درمیان مقام لطیفہ سر اور اخفی میں لحاظ کو بالاستقلال متوجہ کر کے ان کے امتیاز کے لیئے قرار کرے اور الا کو لطیفہ اخفیٰ سے کھینچ کر لطیفہ روح کی طرف متوجہ ہو کر الا اللہ کو لطیفہ قلب میں ضرب کرے اور ان خیالی حرکتوں میں کوئی ظاہری جنبش اعضاء میں سے کسی عضو پر حتیٰ کہ سر اور منہ اور لب اور زبان پر بھی بالکل نہ واقع ہو اور اس ذکر کو بلحاظ عدد طاق عمل میں لائے ایک بار ذکر کر کے اپنے دم کو چھوڑ دے پھر اطمینان اور دم کے ٹھیر جانے کے بعد دوسری بار کرے جب حبس نفس کی برداشت زیادہ ہو جائے ذکر کے عدد میں بھی زیادتی کرتا جائے اور زیادت کا ادنیٰ مرتبہ اکیس بار ہے اور جب اکیس بار سے تک پہنچ جائے گا اور اس کی خوب مزاولت اور مشق کر لے گا اور ایک ایک نشست میں سینکڑوں دفعہ تک نوبت پہنچا لے گا اس وقت البتہ اس کے لطائف میں گرمی اور صفائی پیدا ہو جائے گی اور اس ذکر سے ایسا معلوم کرے گا کہ گویا ایک گھومتا ہوا شعلہ ہے کہ اس کے تمام لطائف کا احاطہ کر کے خط آتشیں کی طرح ممتد ہو گیا ہے۔

تیسرا افادہ

نفی و اثبات کی خوب مشق کرنے کے بعد سلطان الذکر کو عمل میں لائے اور اس کا بیان یہ ہے کہ جو جزو انسان کی ہے اس کے لیے ایک وحدت ثابت ہے اور ہر ایک تعین کی شناخت کے لیئے اس کا ایک جداگانہ نام مقرر ہے سوائے نام کل کے۔ پس وہ جزو بھی ایک وجہ سے تمام اجزائے انسانی پر مشتمل ہے بنابراں اس کے لیے ایک زبان بھی مقرر ہے اور بموجب ارشاد حضرت حق تبارک وتعالیٰ کے کہ،

لہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَہُوْنَ ....

.... وہ تمام اجزا ذکر الٰہی کرتے ہیں ولیکن انسان کی سمجھ میں نہیں آتا لیس حقیقت سلطان الذکر کی یہ ہے کہ اپنے تمام اجزا کے ذکر کو ایک قسم کے ادراک سے دریافت کرے اور اس پر بخوبی آگاہی اور پوری اطلاع حاصل کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے بدن کی ہر جگہ کو بالعموم والشمول لطائف ششگانہ کی طرح سمجھے اس لیئے کہ بالکل ظاہر ہے کہ لوگوں کی نظر میں لطائف کے مقامات اور باقی بدن بالکل مساوی ہیں جب لطائف کے مقامات سے ذکر کو پہچان لیا اور اس کی کیفیت پر اطلاع پائی اسی طرح اپنے تمام بدن کے ساتھ ذاکر ہو اور تلقین کرنے والے کو چاہیئے کہ خود سلطان الذکر کرکے بطور مذکور طالب پر القاء کرے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کبھی تو تمام بدن میں جنبش ظاہر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے ہاتھ پاؤں یا دوسرے اعضا بغیر اس کے ارادہ کے اپنی جگہ سے منتقل ہو جاتے ہیں اور کبھی رعشہؔ کیطرح حرکت ظاہر ہو جاتی ہے اور کبھی رونگٹے کھڑے ہونے کی سی حالت ہو جاتی ہے یا چیونٹیاں سی اس کے بدن پر چلنے لگتی ہیں اور تمام بدن میں خنکی اور سبکی معلوم ہوتی ہے اور کبھی ذاکر کے بدن میں ایسی خشکی سرایت کر جاتی ہے کہ سخت گرمی کے وقت اسکو سردی معلوم ہونے لگتی ہے اور اسطرح ہلکا ہو جاتا ہے کہ گویا اس کے تمام بدن سے آلائش کو دور کر دیا گیا ہے جیسے کوئی

لہ یعنی اور کوئی چیز نہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تنزیہہ کرتی ہے مع اس کی حمد وثنا کے ولیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے ۔ لہ ایک بیماری کا نام ہے کہ اس سے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا میں لرزہ اور کپکپی پڑ جاتی ہے۔

Marfat.com

شخص حمام میں کیسہ مالی سے غسل کرے اور ظاہری غسل میں یہ سب کی صرف چمڑے پر ہی رہتی ہے اور سلطان الذکر میں اندر صاف ہو جاتا ہے ۔ اور یہ بھی خارق عادت امور میں سے ہے کہ سخت اختلاج کی مانند اس کا تمام بدن قابو میں نہیں رہتا اور یہ بھی ایک محض کرامت ہے سلطان الذکر والا تمام بدن اور در و دیوار اور خس و خاشاک اور خار و سنگ سے بے شبہ اونچی آواز سے ذکر سنتا ہے اور ہم نشینوں کا سن لینا کرامت مذکورہ میں زیادتی ہے اور کبھی سلطان الذکر والے کو ایک نور معلوم ہوتا ہے ۔

فائدہ

پیر و مرشد کو مرید میں سلطان الذکر وغیرہ سے ذکر لطائف کے حصول کے دریافت کرنے کا بھی یہ طریق ہے کہ پیر اپنے آپ کو خالی کر کے اس کیطرف متوجہ ہو اس وقت جو کچھ اپنے آپ میں محسوس کرے جان لے کہ یہ اسکے مرید کے ذکر کا عکس ہے اور اسکے شغل کی کیفیت ہے ۔

چوتھا افادہ

جب سلطان الذکر لقدر مذکور قابو میں آ جائے اور ارادے کے وقت تکلیف کے سوا ہی ظاہر ہو جائے تو نفی کا شغل کرے اور نفی کے شغل کے ساتھ یادداشت کے شغل کو جوڑ لے اس کے بعد نفی النفی کا شغل کمائے ۔ پس خواہ مخواہ سالک پر یا تو توحید صفاتی کھل جائے گی یا حجب نورانیت ظاہر ہو جائیں گے اور دوسرا امر کامیابی کا طریق ہے پس سالک کو چاہیئے کہ جسطرح پہلی فصل میں مذکور ہو چکا ہے اس پردے سے نکل جائے اور اس پردے کو طے کرتے ہوئے مراقبہ صمدیت کا شغل کرے تاکہ انجام کار اس پردے تک پہنچ جائے جس کا نام نسبت بیرنگی ہے اگرچہ اس طریقے کی نسبت کو دریا کے اس پانی سے نسبت دیتے ہیں جو خس و خاشاک اور ریگ و خاک کی آلودگی سے

Marfat.com

صاف ہوتا ہے لیکن گہری نظر کے بعد قابل تعبیر کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی اور نسبت بیرنگی کے بعد ذات بحت کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور متعارف سلوک ختم ہو کر سیر فی اللہ پیش آتی ہے اور سیر کی اثناء میں بہت عمدہ حالتیں اور عجب مقامات ظاہر ہوتے ہیں اور جس مرشد کے حضور میں طالب سیر فی اللہ میں ترقیاں کرے گا وہی مرشد وہاں کے مقامات کی حقیقتوں سے آگاہ کر دے گا

فائدہ

اس طریقہ کے عوام یعنی حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے بیت

اوّل ما آخر منتہی است ہ آخر ما جیب تمناتہی است

پس طالب کو چاہیئے کہ اسی امر کی تلاش میں رہے جس کو آنجناب نے جیب تمناتہی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور اس کا اجمالی مطلب یہی ہے کہ طالب اپنے ارادوں اور قصدوں سے اس طرح خالی ہو جائے جیسے اس کتاب کی چوتھی فصل میں انشاء اللہ بیان ہوگا ؛؛؛

دوسری ہدایت

متفرق افادوں کے بیان میں اور اس میں دو افادے اور ایک فائدہ ہے

پہلا افادہ

کشف ارواح اور ملائکہ اور ان کے مقامات اور زمین و آسمان اور جنت و نار کی سیر اور لوح محفوظ پر مطلع ہونے کیلئے دورے کا شغل کرے اور اس کا طریقہ پہلی فصل میں مفصل طور پہ بیان کیا گیا ہے پس زمین و آسمان اور بہشت و دوزخ کے جس مقام کی طرف متوجہ ہو اس شغل کی مدد سے وہاں کی

Marfat.com

سیر کرے اور اس جگہ کے حالات دریافت کر کے وہاں کے رہنے والوں سے ملاقات کرے اور بعض اوقات میں ان سے بات چیت میسر ہو جاتی ہے اور آئندہ یا گزشتہ یا کسی دنیوی یا دینی امر کی صلاح اور مشورہ معلوم ہو جاتی ہے۔

دوسرا افادہ

جاننا چاہیئے کہ آئندہ واقعات کے کشف کے لیئے اس طریقہ کے بزرگوں نے کئی طریق لکھے ہیں اور سب سے بہتر یہی ہے کہ رات کے تیسرے پہر کو جاگ کر نہایت ہی حضور قلب کے ساتھ کمال آداب اور مستحبات کے ساتھ وضو کرکے اس کے بعد وہ ماثور دعائیں جو گناہوں کے کفارے کے لیے مقرر کی گئی ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں پوری التجا کے ساتھ پڑھے اور اس کے بعد نہایت ہی خضوع اور خشوع اور قلب و قالب کے اطمینان کے ساتھ سارے آداب و مستحبات پورے کر کے صلوٰۃ تسبیح ادا کرے اور تمام نماز میں گناہوں کے کفارے کی دعائیں اور اللہ جل شانہ کی درگاہ میں اپنے گناہوں کی معافی کی التجا کو ملحوظ خاطر رکھے۔ پھر تہ دل سے تمام گناہوں سے توبہ کرے اور اس حد تک التجا کرے کہ اس کے دل میں گناہوں کی معافی کے قبول ہونے کا ظن پیدا ہو جائے۔ پس اشغال طریقت میں سے جس شغل کی مہارت رکھتا ہو اسی میں مشغول ہو جائے اور اس سارے شغل میں اللہ تبارک و تعالےٰ کی درگاہ میں اس مطلوب واقعہ کے کشف کے واسطے اس طرح التجا کرتا رہے کہ اس کی تمام ہمّت اسی واقعہ کے انکشاف کیطرف متوجہ ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ کی جانب سے پختہ امید ہے کہ اوپر سے الہام کے نازل ہونے یا تہ دل سے اس واقعہ کے ظاہر ہو جانے کے باعث انکشاف ہو جائے گا اور وسوسوں کے وارد ہونے اور الہام کے نازل ہونے میں یہ فرق ہے کہ الہام ایک ایسا امر ہے جو دل میں نازل ہو کر

Marfat.com

ٹھیر جاتا ہے اور مضبوط ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور وسواس ٹھیرتا نہیں اور اس کے آنے جانے کا کوئی مقرر طریق نہیں چور اور کیسہ بُر کی مانند ایک طرف سے آتا ہے اور دوسری طرف سے چلا جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز دل کو ایک طرف سے دبا کر چلی گئی ہے اور دوسری طرف ہے اگر طریق مذکور سے واقعہ کا انکشاف نہ ہو تو چاہیئے کہ نہایت التجا کے ساتھ اللہ تعالٰی کے حضور میں دعا کرے کہ اے اللہ میں بے خبر ہوں اور تو سب چیزوں کو جانتا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ میں نے اس طریق سے فلاں واقعہ کے انکشاف کیواسطے کوشش کی ہے اور مقصود حاصل نہیں ہوا۔ پس اپنے بندوں میں سے کسی کی زبان پر وہ کلام جاری کر جس سے میں اپنا مطلب معلوم کر لوں اس کے بعد اپنے کانوں کو ان آوازوں کی طرف متوجہ کرے جو لوگوں سے سونے یا جاگنے کی حالت میں صادر ہوتے ہیں اور فال کے طور پر ان کے کلام سے اپنی مراد کا استنباط کر لے۔ اگر اس طرح سے بھی انکشاف مطلوب حاصل نہ ہو تو چاہیئے کہ اسی وقت یعنی رات کے تیسرے پہر کو انکشاف واقعہ مطلوبہ کی نیت پر دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں تین دفعہ سورۂ فاتحہ اور تین دفعہ آیۃ الکرسی اور پندرہ دفعہ سورۂ اخلاص پڑھے بعد ازاں سر سجدہ میں رکھ کر نہایت خضوع اور خشوع کے ساتھ حصول کشف کی نیت پر ایک سو بار کلمہ "یَا خَبِیْرُ اَخْبِرْنِیْ" کہے پھر دعا کر کے سو رہے۔ انشاء اللہ تعالٰی اشارۃً خواہ صراحتہً خواب میں اس واقعہ کا حال ظاہر ہو جائے گا۔

فائدہ

اشغال مبتدعہ میں سے شغل برزخ بھی ہے جو کہ اکثر متاخرین میں مشہور ہو گیا بلکہ بعض بزرگوں کے کلام سے بھی پایا جاتا ہے اور شغل مذکور

Marfat.com

کی صورت یہ ہے کہ وسوسوں کے دور کرنے اور ارادے جمع ہونے کیلئے پوری تعیین اور تشخیص کے ساتھ شیخ کی صورت کو خیال میں حاضر کرتے ہیں اور خود نہایت ادب اور تعظیم اپنی ساری ہمت سے اس صورت کیطرف متوجہ ہوتے ہیں گویا بڑے ادب اور تعظیم کے ساتھ شیخ کے روبرو بیٹھتے ہیں اور دل کو بالکل اس کی طرف متوجہ کر لیتے ہیں اور اس شغل کا حال تصویر کے حال سے معلوم کر سکتے ہیں۔ اس لیئے کہ تصویر کا بنانا کبیرہ گناہ ہے اور اس میں دیکھنا خاص کر تعظیم اور توقیر کے ساتھ حرام ہے اور حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسلام کا قول مَا ہٰذِہِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْ اَنْتُمْ لَہَا عَاکِفُوْنَ۔

اپنے اطلاق سے اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ تصویروں کے سامنے عکوف منع ہے؛ ادب اور تعظیم اور محبت کے ساتھ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر حضور کو لازم پکڑنا عکوف ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جو شخص ظاہری صورت کیساتھ یہ عمل کرے بلاشک گنہ گار ہے اور اس گنہ گار اور راہِ حق کے طالب کے عمل میں فرق صرف اتنا ہی ہے کہ اوّل میں تو ایک کاغذ یا اس جیسی چیز پر رنگین تصویر ہوتی ہے اور ثانی میں چہرے کے رنگ اور بالوں اور خط وخال سمیت پوری تصویر صفحہ خیال میں منقوش ہوتی ہے اگرچہ ظاہر میں تو یہ بت پرستی نہیں لیکن باطن میں صاف بت پرستی ہے کاغذی صورت تصویر کے دقائق کو خیالی صورت کی مانند بیان نہیں کرتی حالانکہ بے جان ہونے میں دونوں برابر ہیں پس تصویر کی معنی میں کاغذی صورت سے خیالی صورت زیادہ ہے اس لیئے کہ دونوں میں صرف اسی صورت میں فرق کر سکتے ہیں کہ پہلی صورت میں تو شریعت کے ظاہری انتظام میں خلل آتا ہے اور دوسری صورت میں تو ظاہری انتظام کو تو کچھ نقصان نہیں پہنچتا

لیکن اس کام کے کرنے والے کے نفس میں اس کی تاثیر کے لحاظ سے جو خرابی موجود ہے وہ دوسری صورت میں پہلی صورت سے کہیں بڑھ کر ہے پس اس وجہ سے چاہیئے کہ حرام ہو اور اس سے قطع نظر شغل برزخ کا رواج ناقص لوگوں کو پہلی صورت تک پہنچا دیتا ہے اور وہ ظاہری تصویریں بنا کر جو تعظیمی حرکتیں تصویر والوں کے سامنے کرتے ہیں ان تصویروں کے سامنے بجا لاتے ہیں اور صاف بت پرستوں کی صورت میں ہو جاتے ہیں اور اس صریح حرام کام کی طرف شغل برزخ کے پہنچا دینے میں کچھ شک نہیں پس چاہیئے کہ یہ بھی حرام ہو اور شریعت محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بت پرستی کی پیش بندی کیلئے مطلقاً تصویر سازی حرام ہو گئی ہے اور دوسری شریعتوں میں تشکل کا حال اور مردے یا زندے غائب کی خصلتیں معلوم کرنے کی مانند بعض صحیح اغراض کے لحاظ سے جائز تھی پس جب تصویر سازی میں شارع علیہ السلام نے اس قدر احتیاط فرمائی ہو تو آپ کی متابعت کرنے والوں کو چاہیئے کہ اسی احتیاط کے طریقہ کو اختیار کر کے شغل برزخ کو حرام اور برا جانیں اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا پورا واقف ہے وہ جان لے گا کہ اس مبارک زمانہ میں اس کا استفادہ ہوتا تو بلا شک اس سے منع فرماتے اور اسکی حرمت ظاہر ہوتی

چوتھی فصل

مجددی طریقہ کی اصلاحات کے حل کرنے کے بیان میں

اور اس میں ایک تمہید اور ایک مقصد ہے۔

تمہید

جاننا چاہیئے کہ حضرت شیخ عبد الاحد اور انہیں جیسے طریقہ مجددیہ کے

Marfat.com

(بزرگوں کے نزدیک لطائف کے مقامات اس طرح پر ہیں کہ لطیفہ قلب کا مقام بائیں پستان کے نیچے ہے۔ اور لطیفہ روح کا مقام لطیفہ قلب کے مقابل داہنے پستان کے نیچے اور لطیفہ سر کا مقام بقدر دو انگشت بائیں پستان سے اوپر وسط سینہ کو مائل اور لطیفہ خفی کا مقام اس اندازے پر داہنے پستان کے اوپر وسط سینہ کو مائل اور لطیفہ اخفیٰ کا مقام سینے کے درمیان اور لطیفہ نفس کا مقام پیشانی کے آغاز میں جہاں اوروں کے نزدیک لطیفہ خفی کا مقام ہے۔ پہلے چاہیئے کہ لطائف مذکورہ کو ذکر سے جاری کرے اور ان کو ذاکر بنائے اور اس کا یہ طریقہ ہے کہ طالب مؤدب ہو کر نہایت خضوع اور خشوع اور التجا کیساتھ باوضو اپنے مرشد کے سامنے خاموش ہو کر بیٹھ جائے اور دل کو جمع کر کے خیالات کو دور کرے اور زبان اور باقی سب اعضاء کو ہلنے سے بالکل روک رکھے اور اسم مبارک اللہ کو دل سے کہے اور مرشد کو چاہیئے کہ تمام خشوع کے ساتھ مرید کی تلقین کی طرف متوجہ ہو جائے اور اپنے لطائف میں ذکر کر کے درست ہمت کے ساتھ طالب کے لطائف میں ان کا القاء کرے اور جب لطائف ششگانہ کا ذکر معلوم ہو جائے تو سلطان الذکر کے حاصل ہونے کیلیئے لطیفہ نفس پر بہت توجہ کرنے سے سلطان الذکر حاصل ہو جاتا ہے اور لطائف کے ذاکر ہو جانے اور سلطان الذکر کے حاصل ہونے کے بعد لا الٰہ الا اللہ کا ذکر جو کہ نفی اور اثبات ہے اس حد تک استعمال کرے کہ غفلت نہ آ جائے اور اس ذکر سے اپنے بدن کی نفی مقصود ہے لیکن جب تمام عالم کی نفی اس سے زیادہ آسان ہے اور بدن کی نفی میں بھی اس کو دخل ہے لہذا لاچار تمام عالم کی نفی کو اپنے دل میں ٹھہرا لینا چاہیئے اور اس کے بعد لا الٰہ الا اللہ کے ذکر سے اپنے بدن کی نفی کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور اس کا طریق یہ ہے کہ لا کو ناف سے کھینچ کر دماغ تک

Marfat.com

پہنچائے اور جن جن مقاموں سے لا کا گذر ہوا اپنی نفی سمجھا جائے اور الٰہ کو لطیفۂ روح تک پہنچائے الا اللہ کو قلب میں ضرب کرے اور لطیفہ روح کے مقام اور بدن کی اس تمام جانب کو لفظ الٰہ کے ساتھ نفی کردے اور الا اللہ کے لفظ کیساتھ لطیفہ قلب کے مقام اور باقی تمام بدن کی نفی کرکے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اثبات کا ملاحظہ کرے اور اس ذکر اور نفی دونوں کو خیالی قوت سے کمائے اور زبان سے ہرگز تلفظ نہ کرے اور اس ذکر کے تکرار اور شغل کے ہمراہ قوتِ خیالیہ میں نفی کے خیال سے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بدن کی نفی اسطرح پختہ اور مضبوط ہو جائے گی کہ اپنے تمام وجود بلکہ تمام عالم کی نفی قوتِ خیالیہ میں ہمیشہ قائم رہے گی اور جس وقت نفی کا شغل طالب کے خیال کی تہ میں جم جاتا ہے درویشی کے معاملے ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں خاص کر دوائر کا انکشاف کہ شغل نفی کے سوا کما حقہٗ ان کا انکشاف متصور نہیں اور جس قدر نفی زیادہ کامل ہو گی اسی قدر انکشاف زیادہ ہو گا پس مراقبات دوائر سے پہلے نفی کی تکمیل اور ترقی میں کوشش کرنی چاہیئے اور بدن کا مطلقاً نہ معلوم کرنا کمال نفی ہے اور نفی کے کمال میں اس چیز کے سوا جو دوائر کے انوار کو معلوم کرتی ہے اور کوئی چیز باقی نہیں رہتی اور اس کے بعد نفی النفی اور فناء الفنا پیش آئے گا اور وہ مدرک چیز بھی باقی نہ رہے گی اور محض غفلت طاری ہو جائیگی اور مراقبات دوائر کیساتھ مزید نفی کی کوشش کرتا رہے گا جس وقت نفوس محبت کے کمال اور انتہا کو پہنچے گا اور نفی النفی اور فناء الفناء حاصل ہو جائے گی اگرچہ نفی اور نفی النفی کے طریقہ کا شغل اس طریقہ کے بزرگوں کے کلام میں صریح طور پر مذکور نہیں لیکن دوائر کے انکشاف اور معاملات کے ظہور اور انوار کے رسوخ کیلیئے اس شغل کا ہونا ضروری ہے اور اس جیسے اشغال

Marfat.com

کے ان بزرگوں کی تصریح نہ کرنے کا یہ سبب ہے کہ ان کی تاثیر کی قوت کے باعث مریدوں پہ نفی اور نفی النفی طاری ہو جاتی ہے پس صرف ان کی توجہ ان اشغال سے بے پرواہ کر دیا کرتی تھی لیکن نفی کے حاصل ہونے کے سوا دائروں کا انکشاف اور ان کے انوار کا رسوخ بہت مشکل معلوم ہوتا ہے خواہ وہ نفی صرف شیخ کی تاثیر سے حاصل ہو خواہ خود اپنے کمانے سے حاصل ہو واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

مقصد اس طریقہ کے مستعملہ الفاظ کی تفسیر کے بیان میں

مراقبہ احدیت سے دوائر کا شغل معلوم ہوتا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ عزّ وجل کی ذات مقدس کی وحدانیت کا لحاظ کرے اور اس لحاظ کو اس قلب سے نکال کر اوپر کی طرف متوجہ کر کے عرش مجید سے بھی اوپر کو لے جائے یہاں تک کہ اس کا اثر ظاہر ہو جائے اور اس کا اثر یہ ہے کہ دل کے اوپر کی جانب سے نورانی اسطوانے کی مانند لمبا سا نور ظاہر ہو کر عرش مجید تک پہنچتا ہے اور اس نورانی اسطوانے کا شعاع تمام جہان کو گھیر لیتا ہے پس اس نور کا جواہر وہی اسطوانہ ہے جس کی جڑوں کے اوپر کی جانب میں ہے اور اس کا سر عرش مجید تک پہنچ کر اس کا شعاع سارے جہان میں پہنچ جاتا ہے اور اس نور کا ظاہر ہونا دائرہ امکان کا شروع اور اس نور کا عرش مجید تک پہنچنا نصف دائرہ کے حاصل ہونے کی علامت ہے اور اس سے آگے بڑھ جانا اس کے پورا ہونے کی علامت ہے اور صرف اس لمبے نور کا ظاہر ہونا امکان کا دائرہ نہیں ہے کیونکہ اس طرح کی وسعت اور فراخی جس کا مبتدا اور منتہی مقرر اور ممتاز نہ ہو وہی دائرے کی حقیقت ہے پس دائرہ اسی وقت ہوگا کہ نور کا شعاع ہر طرف پھیل کر تمام جہان کو گھیر کر عالم امکان سے تجاوز کر جائے اور اس کا کوئی اندازہ اور حد نہ ہو اور چونکہ یہ دائرہ عالم امکان کو گھیر لیتا

Marfat.com

ہے۔ اسی واسطے اس کا نام دائرہِ امکان رکھا گیا ہے اور سیر قلبی کے دوائر میں سے یہ پہلا دائرہ ہے اور دوسرا دائرہ ولایت قلبی کا ہے جس کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں اور اس دائرے میں اقربیت کا مراقبہ کرنا ہوتا ہے اور اس دائرے میں دل کے نیچے کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے اور تمام دل آفتاب کی مانند ہو جاتا ہے کیوں کہ اس کی ساری طرفوں اور اس کی ہر جگہ سے نور چمکتا ہے اور جو انوار کہ ہر جہت سے پیدا ہوتے ہیں دائرہ اول کی مانند موجودات ممکنہ سے تجاوز کر کے لامکان کی حد تک پہنچ کر غیر متناہی ہو جاتے ہیں اور اصل قلب باقی رہتا ہے اور یہ نہیں کہ قلب بالکل نیست و نابود ہو جائے اور صرف انوار ہی باقی رہ جائیں بلکہ تمام اطراف سے دل مصدر انوار بن جاتا ہے مگر نادر طور پر قلب نہیں بھی رہتا اور اس دائرے اور پہلے دائرے میں دو طرح کا فرق ہے اوّل تو یہ ہے کہ پہلے دائرے میں نور کا چشمہ قلب کی فوقانی جانب ہے اور اس دائرے میں تمام قلب انوار کا سرچشمہ بن جاتا ہے دوم آنکہ پہلے دائرے میں پھیلا ہوا نور اسی دِل کے اوپر والے لمبے نور کا شعاع ہے اور اصلی نور تو اتنا ہی ہے کہ ستون کی مانند دل سے اوپر کو گیا ہوا ہے اور باقی دائرہ آفتاب کے شعاع کی طرح اسی ستون سے پیدا ہوا ہے اور اس دائرے میں سارے کا سارا دائرہ اصلی نور جو دِل سے نکل کر عالمِ امکان سے متجاوز ہو گیا ہے اور کبھی اس دائرے میں توحید کا بھید کھل جاتا ہے یعنی وہ پھیلا ہوا وجود کہ تمام ممکنات کے وجود کو ایک ہی جاننے لگتا ہے اور کثرت کی وجہ سے جو امتیاز ہیں سب اس کی آنکھ میں نابود ہو

لہ یعنی دائرہ ولایت قلبی ۱۲

جاتے ہیں اور اس کی بصیرت کی آنکھ اسی پھیلتے ہوئے وجود پر پڑتی ہے اور اس وقت قلب فنا ہو کر صرف نور ہی نور باقی رہ جاتا ہے۔ تیسرا دائرہ ولایت کبریٰ کا دائرہ ہے اور تین دائرے اور ایک قوس اس ولایت کے ضمن میں ہیں پہلے دائرے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات پاک کی معیت کا مراقبہ کرے اور اس طرح سے شروع کرے کہ اس کی ذات پاک کی بے خوفی اور بیچگونی اور مکان اور جہت سے نہایت پاک ہونے کے باوجود اپنے نزدیک اور ہمراہ جانے اور اپنے آپ کو اس سے دور اور غائب نہ جانے بلکہ اپنے کاموں میں اس کو شامل اور شریک سمجھے اور معیّت کو اقربیت لازم ہے اور اقربیت کو معیت لازم نہیں اس لیئے کہ معیت کیواسطے قرب کے باوجود اعانت اور مددگاری بھی ضروری ہے جب تک کوئی شخص دوسرے کا مددگار نہ ہو اس کو اسکے ساتھ معیت حاصل نہیں ہوتی اگرچہ وہ اقرب ہی ہو اور یہاں یہ معلوم ہوگیا کہ سیر اور سلوک میں اقربیت معیت سے مقدم ہے اور جس شخص نے معیت کو اقربیت پر مقدم کیا ہے پس قرب یا معیّت کے ظاہری معنی کو متحد یا متقارب جان کر اقربیت کی زیادتی کا لحاظ کرکے اس ترتیب کو اختیار کیا ہے لیکن سلوک میں فی الحقیقت اقربیت معیّت سے بہت پہلے آتی ہے اسی واسطے اقربیت کا مراقبہ پہلے چاہیئے اور صرف نزدیک اور ہمراہ ہونا معیت کا معنی نہیں بلکہ اس لفظ سے کاموں میں شامل ہونا اور اعانت اور اور امداد اور ایک رنگ سے رنگین ہونا سمجھا جاتا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ فارسی میں ہمراہی کا لفظ اور ہندی میں ساتھی کا لفظ اسی سے خبر دے رہا ہے اور قرآن مجید کی یہ آیتیں اس معنی پر عادل گواہ کافی ہیں

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے استمداد اور استعانت کے موقع پر مع کے لفظ کو استعمال فرمایا ہے پس ظاہر ہو گیا ہے کہ معیت میں اعانت ضروری ہے اور اقربیت اعانت کے سوا متحقق ہوتی ہے پس اقربیت کا مراقبہ معیت کے مراقبے سے اول چاہیئے ہر حال میں اسی طرح سے مراقبہ کرتا ہوا اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی معیت کا لحاظ طالب کے ذہن میں پختہ ہو جائے اور کمال رسوخ کی یہ علامت ہے کہ تنہائی میں اپنے آپ کو تنہا نہ جانے مثلاً اگر فرض کیا جائے کہ تنہائی میں اس کو کوئی گناہ پیش آئے تو جس طرح لوگوں کے سامنے یہاں تک شرمندہ ہوتا ہے کہ اسے گناہ کی طاقت نہیں رہتی اور اس کے اعضا گناہ کی طرف چلنے سے خود بخود رک جاتے ہیں اور سست ہو جاتے ہیں اسی طرح اللہ جل شانہ کے قرب اور معیّت کے لحاظ کا اثر اس میں ظاہر ہونا چاہیئے اور دوسرے کے سامنے گناہ کے قصد سے جو رکاوٹ پیش آتی ہے پیش آئے اور اس دوسرے شخص کے حال کے موافق کمال اور نقصان میں درجے مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً بازاری ناآشنا آدمی پیش آئے اور انسان کو گناہ کرنے سے روکے یا باپ یا استاد یا مرشد یا طاقت ور عادل انتقام لینے والا بادشاہ آجائے اور اس کی وجہ سے رکاوٹ پیش آجائے پس ہر شخص جانتا ہے کہ پہلی اور دوسری صورت میں فرق ہو گا بلکہ باپ سے اور طرح کی رکاوٹ ہو گی اور استاد سے اور طرح کی علیٰ ہٰذا القیاس

ے حاشیہ صفحہ گذشتہ : اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ے اور بیشک مرا پروردگار میرے ساتھ ہے عنقریب مجھ کو رستہ دکھائے گا ے بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے

پس اس اللہ تعالیٰ سے کس قدر شرم جو وجوہ عنایات اور کمالات کو جامع ہے اور مخلوقات کے وصفوں کو اس کے وصفوں سے ہرگز نسبت نہیں۔ اگر باپ کی عنایت سے شرمندہ ہوتا ہے تو اس کی عنایات کا کچھ ٹھکانہ نہیں اور اگر استاد یا مرشد کی تعظیم گناہ سے روکتی ہے تو اس کی تعظیم کا قیاس کرنا چاہیئے اور اگر بادشاہ کی ہیبت گناہ سے مانع ہوتی ہے۔ پس سچے بادشاہ عادل مطلق کی ہیبت کو سمجھ سکتے ہیں کہ اس ظاہری بادشاہ سے اس کو کیا نسبت ہے و علیٰ ہذا القیاس اگر جنگل اور میدان میں ہو تو اپنے آپ کو تنہا نہ جانے اور اگر عبادت کی خلوت میں ہو تو اپنے محبوب اور مطلوب کو اپنی آنکھوں کے سامنے بلکہ تمام چیزوں سے زیادہ قریب سمجھ کر سراسر انسیت والفت ہی معلوم کرے اور وحشت اور بیگانگی کا کچھ اثر معلوم نہ کرے جب یہ آثار مترتب ہوں تو معیت کے معنوں کے حصول کا شکر ادا کرے اور یہ معیت اس وقت ولایت کبریٰ کی علامت ہوگی کہ اس دائرے کا نور مذکورہ دونوں دائروں کی نسبت صفائی میں بہت ہی زیادہ اس کے ہمراہ ہو اور اصلیت یہ ہے کہ مختلف رنگوں والے نور ذات پاک کا حجاب ہیں ان کا طے کرنا ضروری ہے پس شغل کے کمال اور اس کی خوبی اور دائروں کی تفاوت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب اور عزت کے موافق یہ حجاب طے ہوتے ہیں۔ ایک دائرے میں کم اور دوسرے میں زیادہ یہاں تک کہ ذات بحت کے ادراک تک پہنچ جاتا ہے۔ دوسرے دائروں میں محبت وغیرہ کے ساتھ اقربیت کے لحاظ کی مانند دائرے کے آثار کا ظاہر ہونا جس کے آثار پہلے بیان کے بموجب واضح ہو جاتے ہیں۔ اس دائرے میں اکمال نہیں گو ان آثار کا حاصل ہونا نہایت ہی عجیب اور مرغوب کمال ہے لیکن اس ولایت

لہ یعنی اللہ تعالیٰ کی یہیں ۱۲

Marfat.com

کا معنی جو سلوک کا مقصود ہے انوار دوائر کے انکشاف کے سوا حاصل نہیں ہو سکتا اور دائرے کی حقیقت اپنے کمال تک نہیں پہنچتی۔ پس دوائر کی تکمیل دونوں چیزوں سے ہے اوّل انوار کا انکشاف دوم قرب و معیت و محبت وغیرہ آثار کا حاصل ہونا اور دائرہ کا صاحب اپنی عزت اور سعی کے موافق کامیاب ہو سکتا ہے لیکن نچلے دائرے والا بلند دائرے والے کی طرح اپنے مطلوب پر فائز نہیں پہنچ سکتا مثلاً اگر صاحب دائرۂ قلبی اپنے کسی مطلب کو پہنچتا ہے لیکن جس طرح دائرہ محبت والا کامیاب ہوتا ہے دائرۂ قلبی والا کامیاب نہ ہو گا اس کے بعد یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ[1] یعنی ذات پاک کے ساتھ اپنی محبت اور اپنے ساتھ اسکی محبت کا مراقبہ ہے اور اس موقع پر اڑھائی دائرے ہیں اور اس کی یہ وجہ ہے کہ محبت کے تین مرتبے ہیں۔ اوّل ابتدائی مرتبہ جو آدمیوں کے درمیان دوستی اور آشنائی کے جا بجا ہے۔ ابتدائی محبت میں محب اپنے فائدے اور محبوب کی رضا اور خوشنودی دونوں باتوں کا لحاظ کرتا ہے اور اپنی اور محبوب کی جانب کی پاس خاطر نہیں چھوڑتا اور یہ پہلا دائرہ ہے اور جب محبّت نے ترقی اور محبّ کی جانب نیستی اور فنا ہونے لگی پہلا دائرہ ختم ہوا اور دوسرا دائرہ شروع ہو گیا اور اس دائرے میں اپنے آپ بلکہ تمام مخلوقات پر جانب حق کی ترجیح پیدا ہو جائے گی لیکن اس ترجیح سے وہ عقلی علمی ترجیح مراد نہیں کہ نفع و نقصان کا موازنہ کرکے اور سمجھ کر ترجیح دے گا بلکہ وہ ترجیح مراد ہے کہ اس کے تہِ دل سے فوارے کی طرح جوش مارتی ہے اور جب نیستی اور فناء اعلےٰ مرتبہ پر پہنچ گئی

---

[1] وہ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اسے دوست رکھتے ہیں۔

Marfat.com

اور محبت کی جانب سے کوئی نشان نہ رہا تو دوسرا دائرہ ختم ہوا اور قوس شروع
ہوئی اور اس کا نام یہ قوس اس واسطے ہے کہ نصف ثانی یعنی محب کی جانب
وہاں بالکل نہیں ہے جب تک قوس کی ابتدا سے جانب محب کا خیال
نسیاً منسیاً ہو جائے گا پھر قوسِ محبت پوری ہو جائے گی اور اسی میں
فناء الفناء کا مقام حاصل ہو جاتا ہے بعد ازاں اسم "الظاھر"
کا مراقبہ ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ظاہر اور باطن اللہ تعالیٰ کے دو نام
ہیں اور نام کے بے شمار مظہر ہیں اور ہر نام کا مصداق اس کی پاک ذات
میں موجود ہے جس قدر عرفان زیادہ دقیق ہوگا مظاہر کی شناخت کمال کو
پہنچے گی اور اس کی پاک ذات میں مصداقوں کا امتیاز بہتر اور زیادہ کامل
ہوگا اور تمام جہان اور اجسام اور وہ افعال اور احکام جو تکوین اور تشریع
میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اسم ظاہر کے مظہر ہیں اور جو کارخانے اس کی رازقیت
سے متعلق ہیں اسی کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہیں اور اسی طرح کتاب
کے نازل کرنے اور رسولوں کے بھیجنے وغیرہ کے جو کارخانے ہدایت کی شان
سے متعلق ہیں دوسرا مظہر ہیں اور ایسا ہی ابلیس سے لے کر ہر دوسرائی
تک لوگوں کو گمراہ کرنے کے کارخانے اور اسی طرح دو اور مظہر یعنی ثواب
اور عذاب اور بہشت اور دوزخ وغیرہ کہ پہلے دونوں مظہروں پر مترتب ہوتے
ہیں۔ بالجملہ اسم ظاھر کے مظاہرہ کا ملاحظہ کر کے ان بے شمار عوام ظہور
کی جہت سے اس مبارک اسم کے مسمیٰ اس کی پاک ذات کا ملاحظہ کرے اور
یہ نہ جانے کہ یہ ملاحظہ ممکن نہیں بلکہ اجمالی طور پر نہایت ہی آسان اور سہل
ہے اور جب بصیرت کی آنکھ زیادہ تیز ہو گی اس کی تیزی کے موافق تفصیلی
ملاحظہ بھی زیادہ آسان ہو جائے گا اور اسی دقیقہ کے باعث اس صیغہ

Marfat.com

سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ زِنَۃَ عَرْشِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ .....

.... کے ساتھ عارف کی تسبیح غیر عارف کے ہزار مرتبہ تسبیح کہنے کے برابر بلکہ بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ جب صیغہ مذکورہ کے ساتھ تسبیح کہنے والا وسیع المعرفت عارف ہو اور اس کا لحاظ تمام خلق کو گھیر لے اپنے لحاظ کے مطابق ثواب کا مستحق ہو گا غیر عارف کے برخلاف کہ اس کے لحاظ کو کچھ وسعت نہیں بالجملہ جسطرح چاہے اس مراقبہ کا شغل اختیار کرے اور جب مراقبہ کے فیوض کے موارد کہ بالذّات تو لطیفہ نفس ہے اور بالتبع باقی لطائف ہیں اس کے فیوض سے کما ینبغی فیض حاصل کر لیں گے۔ اس مراقبہ کے آثار ظاہر ہو جائیں گے اور منجملہ اس مراقبہ کے آثار ایک اثر فنائے نفس ہے یعنی نفس اپنے آپ اور اپنے افعال سے بیخبر ہو جائے گا اور اس کے اخلاق سدھر جائیں گے یعنی اس کی بد عادتیں نیک عادتوں سے تبدیل ہو جائیں گی اور اس مراقبہ کے فیوض کے ورود میں نفس کے مستقل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ عقل اسم ظاہرؔ کے مظاہر کا ادراک کر سکتی ہے برخلاف اسم باطنؔ کے اس کے مظاہر کے ادراک میں الہام اور کشف کے سوا اور کوئی راستہ نہیں اور چونکہ لطیفہ نفس کا محل یعنی سر عقل اور ادراک کا محل ہے اسی واسطے اس لطیفہ کو اسم ظاہر کے لطیفے کے فیوض کے ساتھ زیادہ اختصاص حاصل ہو گیا ہے اور ان آثار کی ترتیب کا یہ سبب ہے کہ اس مراقبہ کی وجہ سے تمام حرکات و سکنات اور اسباب اور مسبّبات کا صدور اللہ تعالےٰ کی پاک ذات کی طرف سے اسطرح اس کے دِل میں منقّش ہو گا کہ کسی ایک تاثیر سے بھی اسکو غفلت نہ ہو گی اور امید وار توقع اور محبّت صرف اسی پاک ذات سے متعلق ہو جائیں گے۔

Marfat.com

اور سالک کی نظر میں اس کے غیر کا کچھ اعتبار نہ رہے گا اور غیر کو اس طرح آلہ سمجھے گا جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم ایک آلہ ہے پس عالی ہمت کریم الطبع کے لیئے تو صرف اس پاک ذات کی محبت اور الفت کی وجہ سے جو کہ اس قدر کمالات کے ظہور کا باعث ہے آثار مذکورہ پورے کے پورے مترتب ہو جائیں گے اور جو شخص علو ہمت اور کرامت طبع میں ادنی مرتبے پر ہو گا اس کو بعض آثار محبت کی وجہ سے اور بعض آثار خوف کی وجہ سے حاصل ہوں گے اور بمقتضائے "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" ..... ہر ایک اپنے مقصود پر کامیاب ہوگا اور یہ دائرہ بھی اسی وقت ظاہر ہوگا جب کہ آثار کے ظاہر ہونے کے سوا انوار میں بھی کما ینبغی ترقیاں ظاہر ہوں جیسے پہلے مفصل طور پر بیان ہو چکا ہے اور اگر یہ دائرہ محبت کے دوائر سے مقدم ہوتا تو بہت بہتر ہوتا اس لیئے کہ یہ دائرہ محبت کے دائروں میں بڑی امداد دیتا ہے۔ پس حسن ترتیب اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ یہ دائرہ محبت کے دائروں پر مقدم ہو پھر اسم الباطن کی سیر کرنی چاہیئے اس کا بیان یہ ہے کہ ان ہی ظاہری چیزوں کا باطن ہے جو اللہ تعالےٰ کے اسم باطن سے فیض حاصل کر رہا ہے اور اس کی مثال بادشاہت کا انتظام ہے جو کہ نہایت ظاہر ہے اور اس کا باطن بادشاہ کی عقل اور تدبیر ہے پس چاہیئے کہ اپنی سمجھ کے مطابق بطون کے مظاہر کو معلوم کر کے ان مظاہر میں اسم باطن کے اثر کے اعتبار سے اس کے مسمی کا مراقبہ کرے اور اس ولایت کو ولایت علیا کہتے ہیں اس لیئے کہ یہ ملاء اعلےٰ کی ولایت ہے اور ملاء اعلیٰ سے وہ فرشتے مراد ہیں جو امر کی تدبیر کرنے والے اور احکام الٰہیہ کے اخذ کرنے والے ہیں جو حکم نافذ ہوتا ہے پہلے وہ اسکو اخذ کرتے ہیں پھر جہان میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ تمام

عوالم اجسام اور ان ارواح کا باطن ہیں جو اجسام کے مدبر ہیں اسی واسطے ان کے کمال کو اسم الباطن سے تعلق ہے اور جسم انسانی سے اس مراقبہ کے فیض کا مورد آگ اور پانی اور ہوا ہے کیوں کہ یہ تینوں عنصر انسانی جسم میں باطن ہیں اور مٹی ظاہر ہے۔ اسی جہت سے یہ تینوں اسی کے فیض کے مورد ہیں اور اور صدور آثار میں ان عناصر کا بدل جانا اس کا اثر ہے کیوں کہ آگ اپنی حقیقت سے بدلتی نہیں بلکہ اپنی طبیعت کے مقتضیٰ پر رہتی ہے پس اسکی طبیعت کا مقتضیٰ اللہ تعالےٰ کی رضامندی میں ظاہر ہوتا ہے، مثلاً آگ کا مقتضیٰ غلبہ اور علو ہے جو کہ انسان میں غرور اور تکبر پیدا کرتی ہے اور کبھی دعویٰ خدائی تک پہنچا دیتی ہے اور شیطان کیلئے آگ کا مقتضیٰ لعنت کا باعث بنا اور اسکو عمیم الرحمت خدا کی بارگا سے بالکل ناامید کر دیا گیا اور جب اس مراقبہ کے فیض سے مستفیض ہو گی تو احکام الٰہیہ کی فرماں برداری میں بلند ارادے اور ان میں سبقت اور مسارعت کی سعی اس میں پیدا ہو جائے گی اور انسانی اخلاق میں ہوا کا مقتضیٰ حرص اور خواہشیں ہیں اور اس کا بدلنا اسطرح ہے کہ حرص اور خواہش مرضیات الٰہیہ کی طرف مشغول ہو جائے اور دنیوی زینت سے منحرف ہو جائے اور انسان میں پانی کا اثر سستی اور افتادگی اور تسفل ہے اور اس کی اصلاح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے سست ہو جائے اور اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ کی بارگاہ میں گر پڑے اور رب العزت کی عظمت کے سامنے پست ہو جائے اور اس سیر میں اسم الباطن کی تجلیات ظاہر ہوتی ہیں اور یہ سیر بھی اپنے آثار کے ظاہر ہونے کے باوجود تب ہی تمام ہوگا کہ اسی سیر کے موافق نورانی حجابوں کو قطع کیا جائے پھر تجلی ذاتی دائمی کا سیر ہے اور اس کا معنیٰ ظاہر ہے یعنی وہ تجلی جس کا منشاء محض ذات ہے اور دائمی سے یہ مراد ہے کہ یہ تجلی زمین و آسمان کی مانند مستقر

Marfat.com

ثابت ہے اگرچہ اس تجلی کے استقرار اور ثبوت میں بے شمار تفاوت ہے لیکن دائمی سے ظاہری معنی کے سوا کوئی اور امر مراد نہیں اور انبیاء و مرسلین اور اولوالعزم کے کمالات کا ظاہر ہونا اسی تجلی میں سے ہے۔ پس اس سیر کے تین درجے ہیں اوّل اس لحاظ سے کہ انبیاء علیہم السّلام کے کمالات کا منشا ہے یعنی اسطرح سے علوم ہدایت کا ظاہر ہونا کہ ان میں کسی طرح کی غلطی واقع نہ ہو سکے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام میں یہ بات ہمیشہ حتیٰ کہ خواب میں بھی موجود ہوتی ہے کیوں کہ ان کا وجود با جود فیوض کا منبع ہوتا ہے اور اگرچہ ان کو خبر نہ ہو لوگوں کو ان کے منافع پہنچتے رہتے ہیں پس ان کا وجود چراغ کی مانند ہے کہ اس کی روشنی سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں گو چراغ کو خبر نہیں ہوتی۔ پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ اپنے کام میں ہیں اسی واسطے ان کے فیوض تجلی ذاتی دائمی سے متعلق ہیں فرشتوں کے برخلاف کہ وہ ہمیشہ اپنے کام میں مستغرق نہیں رہتے بلکہ حکم اور فرمان پہنچنے کے وقت کام بجالاتے ہیں پھر بے کار اور منتظر اور مستعد رہتے ہیں اسی واسطے ملائکہ کے کمالات کا منشاء تجلی ذاتی دائمی نہیں ہوتی اور وہ انوار اور تجلیات جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کے ثمرات ہیں اسی میں حاصل ہوتے ہیں۔ اس سیر کے فیض کا مورد دو وجہ سے خاک کا عنصر ہے اول یہ کہ استقرار اور ثبات مٹی کی خاصیت اسی لیئے اس سیر کے موافق ہے دوم یہ کہ اس تجلی میں ظہور کے معنی ہیں کیوں کہ اسطرح کہہ سکتے ہیں کہ سارا جہان تجلی ذاتی دائمی ہے اور عالم ظہور ظاہر ہے اور عالم کے ظہور سے اس تجلی کا ظہور سمجھ لینا چاہیئے اور انسان میں مٹی کا عنصر بھی ظاہر ہے اور انسان میں تواضع اور فروتنی کا پیدا ہو جانا مٹی کے عنصر میں اس سیر کے فیض کے ظہور کا اثر ہے۔ اپنے مالک کے سامنے تواضع اور فروتنی کرنا اور اس کے حکم کے قبول کرنے

Marfat.com

سے سرکشی نہ کرنا اس سے مقصود ہے۔ اگرچہ اپنے مالک کے احکام کی بجاآوری میں اس کے دشمنوں پر ایک قسم کی تعلّی پائی جائے اور جو پستی پائی کی وجہ سے ہے وہ اس تواضع کا غیر ہے کیوں کہ تسفل میں مطلقاً اپنی پستی ہوتی ہے اور تواضع کا یہ معنی ہے کہ دوسرے کے سامنے اپنے آپ کو پست کر لے پس تواضع ہر وقت میں ایک جدید امر ہے جو پیش آتا ہے تسفل کے برخلاف کیوں کہ یہ ایک ایسا امر ہے جو ہمیشہ ساتھ لگا رہتا ہے کبھی جدا نہیں ہوتا اور جس طرح پہلے بیان ہو چکا ہے ان آثار کے ظہور کا امتیاز کرنا چاہیئے اس لیئے کہ کبھی عقلمند انسان صفات نفسانیہ میں سے کسی ایک صفت کے تصوّر کو اس کا حصول سمجھنے لگ جاتا ہے اور جو گفتگو کہ ایک فلسفی حکیم اور کامل عارف کے درمیان جاری ہوئی ہے اس امر کے بیان کرنے کیلیے ایک پوری مثال ہے

منقول ہے کہ ایک فلسفی حکیم اور ایک کامل کی آپس میں ملاقات ہوئی۔ ملاقات کے بعد ایک شخص نے غائبانہ عارف سے حکیم کا حال پوچھا عارف نے فرمایا کہ اس میں اخلاق نہیں اور یہ بات کسی نے حکیم کو پہنچائی حکیم نے اخلاق کی توضیح میں ایک عمدہ اور سنہری کتاب تالیف کر کے بھیج دی۔ عارف نے کہا میں نے تو کہا ہے کہ اس میں اخلاق نہیں یہ نہیں کہا کہ وہ اخلاق جانتا نہیں پس اس نے جان لیا کہ اخلاق کا علم اور چیز ہے اور اس کا حاصل ہونا اور چیز اور کبھی اس کا حاصل ہونا عبارت کی وجہ سے اور کبھی شیطانی مکر سے اور کبھی نفسانی دھوکے سے کمالات کا تصوّر ان کے حاصل ہونے سے مشتبہ ہو جاتا ہے اور انسان جہل مرکب کی لاعلاج بیماری میں رہتا ہے اور یہ بدنصیبی کی صریح علامت ہے اور حصول وہی معتبر ہے جو تہ دل سے جوش مارتا ہے وہ نہیں جو زور کے ساتھ اپنے اوپر باندھ لیا جاتا ہے اور اس سیر کے پورا کرنے کیواسطے جسطرح

کئی بار مذکور ہو چکا ہے انوار کا تبدل ضروری ہے اور اس تجلی کے سیر کا دوسرا درجہ منشاءِ کمالات رسالت ہے، رسولوں کے خصائص کو سمجھ کر اس کے منشاء کی طرف انتقال کرے اور منشاء ہونے کی وجہ سے حضرت ذات کا مراقبہ کرے، مخلوقات اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وساطت اور ایلچی گری کے ظہور سے رسالت اور نبوت میں امتیاز ہو سکتا ہے اور ناصح اور واعظ ہونا اور حجتوں اور دلیلوں کے بیان کرنے میں بہت کوشش کرنا اور معجزات کا قائم کرنا اور مناظرہ اور مقابلہ اور مخاصمہ کرنا انبیاء کے برخلاف رسولوں کو لازم ہے کیوں انبیاء کو مقابلہ کرنا لازم نہیں اور مرسل الیہ کے حق میں رسول کا قول معتبر ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ معتبر اور سچے ایلچی کو جب کسی قوم کیطرف بھیجتے ہیں اس قوم کی فرماں برداری کرنے یا نہ کرنے میں اس کی بات مقبول ہوتی ہے اور کمالات اولوالعزم کا منشا ہونے کے لحاظ سے مراقبہ کرنا اس تجلی کی سیر کا تیسرا درجہ ہے اور کفار کے ہلاک کرنے اور مومنوں کی اصلاح کے بارے میں قوی ہمت کی بجا آوری کیساتھ باقی رسولوں سے اولوالعزم کا امتیاز ہو سکتا ہے پس کفار کے ہلاک کرنے میں رسولوں میں سے اولوالعزم کی قوی ہمت کو بڑا بھاری دخل ہے رسول تو صرف امت کا حال ظاہر کرتے ہیں اور کفار کے ہلاک کرنے میں اللہ تعالیٰ کے قہر یہ ارادے کیلئے اعضائے النعانی کے جا بجا نہیں ہوتے اور اولوالعزم ملائکہ کی مانند عضو کے قائمقام ہوتے ہیں۔ اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں اول آنکہ فرشتے اور اولوالعزم رسول وساطت میں برابر ہوں دوم آنکہ فرشتے مستقل ہوں اور رسول تابع سوم آنکہ اس کے برعکس یعنی رسول مستقل ہو اور فرشتے تابع اور تیسری صورت ایک بڑا درجہ ہے جو جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ مختص ہے اور اس کا ظہور جیسا کہ چاہیئے بدر کے دن ہوا اور صحابہ میں

Marfat.com

سے حاضرین بدر رضوان اللہ علیہم تعالٰی اجمعین کو حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی معیّت میں ہونے کے طفیل اس خاصیت سے بڑا حصہ ملا ہے۔ بالجملہ انبیاء میں سے رسولوں کا امتیاز اور رسولوں میں سے اولوالعزم کا امتیاز اس سیر کے مراقبے اور اس کے آثار حاصل ہونے کے واسطے ضروری امر ہے اور آثار کے حاصل ہونے میں کلام کا وہ خلاصہ جو ہر مقام کی سیر کے منتہا تک پہنچنے کی دلیل ہو یہ ہے کہ اس موقع پر تین امور کا ہونا ضروری ہے اول انوار کا بدلنا جو مکرر سہ کرر مذکور ہوا دوم صفات کا بدلنا چنانچہ یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے اور تازہ یہ ہے کہ جس صفت اور شان میں مراقبہ کیا جائے اسی صفت اور شان میں سے کسی حصہ کا حاصل ہونا بھی تبدل صفات میں سے ہے۔ پس کمالاتِ نبوّت کا منشاء ہونے کے لحاظ سے جو شخص ذات کا مراقبہ کرے گا اس کو نبوت کے معانی میں سے کسی معنی پر ضرور کامیاب کر دیں گے۔ اس کا ادنیٰ درجہ نیک خوابیں ہیں اور اسی طرح دوسرے درجہ میں رسالت کا معنی اس پر فائز ہو گا اور غافلوں اور جاہلوں اور سرکشوں کے سمجھانے اور پڑھانے اور مناظرے کا اس کو الہام کیا جائے گا اور تیسرے درجہ سے سرکشوں اور نافرمانوں کے ہلاک کرنے اور مطیعوں اور مخلصوں کے انعام اور اکرام کے بارے میں اس کو قوّی ہمّت بخشیں گے اور اس مدعا کو عام طور پر اسطرح جاننا چاہیئے کہ اسماءِ الٰہی میں سے جس اسم کا مراقبہ کرے گا اسی سے کچھ پالے گا۔ جو شخص اس کی رزاقیت کا مراقبہ کرے گا اور اس مراقبے کو کمال تک پہنچائے گا رزاقیت کی کچھ شان اس میں جلوہ گر ہو جائے گی۔ اس کریم مطلق کی بے نہایت مہربانی اس کا باعث ہے کہ ئے عادی عادت ہے کہ مثلاً جو شخص کھانا کھانے کے

لے یعنی سخی اور فیاض لوگوں کی

وقت ان کے سامنے جائے اور طمع کی آنکھ اس پر لگائے البتہ اس کو ایک لقمہ دیں گے اور اسی مثال سے اس کلام کے مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ یعنی یعنی جو شخص اسم "محیی" کا مراقبہ کرے گا گویا اس کی شان احیاء کے سامنے جا کھڑا ہوا ہے پس حق سبحانہ وتعالیٰ کے کرم کا مقتضا یہ ہے کہ شان احیا سے کچھ اثر اس شخص کو بخشے۔ سوم اللہ جل شانہ کی خاص عنایت اس کا بیان اس طرح پر ہے کہ جب خاص بندہ خدا تعالیٰ کے کسی کام کو خوبی سے سرانجام دیتا ہے دو چیزوں کا مستحق ہو جاتا ہے ایک ثواب دوسرا انعام۔ ثواب اگرچہ بے حساب ہو لیکن مزدوری کی جا بجا اور اس کام کا نتیجہ اور اس کے مناسب ہے اور انعام خلعت فاخرہ کے قائم مقام ہے رضائے مولیٰ جس کا سبب ہے۔ جب انسان اس سے کامیاب ہوتا ہے کما حقہ دونوں کا امتیاز کر لیتا ہے۔ مستجاب الدعوات ہونا اور ملاء اعلیٰ میں عزت پانا انعام کی مثال ہے اور وہ انعام ایسی چیز ہوتا ہے جو ہر کام میں کارآمد ہوتا ہے بہشت میں اللہ تعالےٰ کا دیدار انعام ہے اور حور و قصور و غلمان اجرت اور مزدوری ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ ... اور روایت صحیحہ کے بموجب زیادتی سے دیدار خداوندی مراد ہے اور انسان کی ہیئت مجموعی ان اخیر کے دو درجوں کے فیض کا مورد ہے اس فیض کے ورود میں کسی عنصر اور لطیفہ کو کوئی خصوصیت نہیں اور اسکا یہ سبب ہے کہ جامعیت کے لحاظ سے رسولوں اور اولوالعزم کے کمالات کا منتہی ذات پاک ہے اور انسان کے تمام اجزا کی اصلاح ان کمالات کے صاحبوں کا اصلی مقصود ہے اسی لیئے ان دونوں درجوں کے فیض کا محل ورود مجموعی ہیئت ہوتی ہے پھر حقیقت کعبہ کے ظہور کے اعتبار سے حضرت ذات کا مراقبہ کیا جاتا ہے۔ حضرت ذات کا تمام مخلوق کیواسطے مسجود ہونا کعبہ کی

حقیقت ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے اور حقانیت کی وجہ سے معظم ہونا اس مراقبہ کا اثر ہے اہل حق اس سیر والے کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی رضا مندی اور خوشنودی کا باعث جانتے ہیں، اسی واسطے بعض صحابہ رضی کے خیال میں گذرا تھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرنا چاہیئے اور حضرت آدم صفی اللہ صلوات اللہ علیٰ نبینا وعلیہ تمام ملائکہ کے مسجود اور قبلہ بنے اور حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے بزرگوں یعنی والدین اور بڑے بھائیوں نے سجدہ کیا، پھر حضرت ذات سے حقیقت قرآنی کے ظاہر ہونے کے اعتبار سے اس کا مراقبہ کیا جاتا ہے اور اس کی بے چونی کی وسعت کا مبدا اس کا منشاء ہے پہلے وسعت بیچونی کا تصور کرنا چاہیے اور اس کا طریق یہ ہے کہ ظہور افعال کے اعتبار یا کسی طرز سے ذات پاک کی وسعت کو ذہن نشین کریں لیکن ظہور افعال کے اعتبار سے اس طرح ملاحظہ کریں کہ ہر حرکت کے پیچھے جو جہانوں میں ظاہر ہوتی ہے حقیقت میں محرک وہی ہے پس اگر چیونٹی کا پاؤں ہلتا ہے تو اس کے ہلانے سے ہلتا ہے اور اگر فلک الافلاک گردش کرتا ہے تو اسی کے حرکت دینے سے گردش کرتا ہے اور اگر ہم اس کی تحریک کا سبیل اور طریق دریافت کرنا چاہیں تو بیچون اور بیچگون کہنے اور لیس کمثلہ شیئ کے پڑھ دینے کے سوا کوئی امر معلوم نہیں ہوتا پس جس طرح کہ اس کے افعال میں ایسی وسعت ہے کہ اس نے تمام جہان کو گھیر ہوا ہے اس طرح اس کی بیچونی اور بیچگونی کو بھی سمجھنا چاہیئے اور یہ بیان اس کی بیچونی کی بہ نسبت بہت تھوڑا ہے پھر کلام پر بےچون کی وسعت کو پہچاننا چاہیئے۔ اس لحاظ سے کہ کلام ہر چیز کو بیان کرتی ہے اس میں اس قدر وسعت ہے کہ معدومات

Marfat.com

اور موجودات سب اس میں سماجاتے ہیں اور اس وجہ سے کہ خواص محکی عنہ کا اثر اس میں پایا جاتا ہے اس کو بیچون کہہ سکتے ہیں اور حقائق عالم پر مشتمل ہونے اور مہیمن ہونے کے باعث قرآن شریف میں بے نہایت لمبی چوڑی وسعت ہے انسانی علم کو اس کے منتہیٰ تک پہنچنا محال ہے اور چونکہ ازلی حقیقت کا ظہور اسی سے ہے اس لیئے بیچون ہے اور اس کی بیچونی کی ایک بات یہ بھی ہے کہ عرب کے مستعملہ حروف اور کلمات سے اس کے مرکب ہونے کے باوجود اس جیسے ایک جملے کی ترکیب بغیر خدا سے نہیں ہو سکتی اور اس کا باعث یہ ہے کہ اس کلام کی ترکیب میں بیچون ذات نے ایسا بیچون امر امانت رکھا ہے کہ ہزاروں فصیح و بلیغ اس کی کنہ کو نہیں پہنچ سکتے اور انسان جو کہ خاص صفت کلام کا مظہر ہے اور آدم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسلام بھی اس صفت کی وجہ سے تمام ملائکہ کے معزز ہوئے جب بغیر خدا اس جیسے ایک جملے کی ترکیب سے عاجز ہو گیا تو اس کے غیر سے اس کا سرانجام ہرگز نہ ہو سکے گا پھر قرآن مجید کی مبدئیت کو معلوم کرنا چاہیئے اور اگرچہ قرآن مجید غایات اور نہایات پر مشتمل ہے لیکن قرآن مجید کے سوا معرفت کے شروع کی کوئی سبیل نہیں ہے مثلاً بخشی گری اور وزارت اور امارت اور ان کے سوا بادشاہی کے تمام عہدوں کا مبداء نوکری ہے پس یہی نوکری وزارت ہے اور یہی نوکری خدمت گاری ہوتی ہے اسی طرح قرآن مجید میں وسعت بیچون کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی اسی واسطے مبدا ہونے کے لائق ہے جب تینوں باتیں ذہن نشین ہو گئیں تو وسعت بیچونی کے مبداء کا معنی جو کہ حقیقت قرآنی کا منشاء ہے سمجھ میں آ گیا پس وسعت بے چونی کے لحاظ سے جو کہ حقیقت قرآنی کا منشاء ہے مراقبہ ذات کا شغل کرے اور اپنے آپ میں آثار کے ظاہر ہونے اور انوار

Marfat.com

کے بدلنے کو معلوم کر کے کمالِ وسعت بیچون کا طالب ہونا چاہئیے اور اس سیر کے آثار میں سے وہ صفائی اور نظافت ہے جو اس سیر میں پہنچنے والا اپنے آپ میں پاتا ہے اور وہ بیچون اور کمال وسعت بیچونی کے مناسب صفائی طرح طرح کی نیاز اور قسم قسم کی تعظیم کی حقیقت کا منشاء کہ نماز ان سب کو جمع کرنے والی ہے کمالِ مذکور کی طرف اشارہ کرتی ہے حقیقت قرآن کا منشاء ہونے کے لحاظ سے مراقبہ کرنے کے بعد حقیقت نماز کا منشاء ہونے کے لحاظ سے مراقبہ کرے اور مراقبہ کرنے والے کی نہایت صفائی اور پاکیزگی اس کا اثر ہے پس بول اور پاخانہ کی مانند ظاہری نجاستوں کیساتھ عین آلودہ ہونے کے وقت اپنے آپ میں صفائی اور ستھرائی معلوم کرتا ہے اس کے بعد ارکان نماز میں مسجودیت مقیدہ سے قطع نظر محض معبودیت کا مراقبہ ہے اور اس کی تصویر یہ ہے مثلاً اس لحاظ سے نماز کا ادا کرنا معبودیت مقیدہ ہے کہ سچے منعم اور یکے حاکم نے ہم پر فرض کی ہے اور اس لحاظ سے اس کی ذات اس تعظیم کی مستحق ہے معبودیت محضہ ہے اور اپنی وہ عظمت اور بزرگی اس کا اثر ہے جو بے وجہ اور بے سبب اپنے آپ میں پائیگا۔ یہ عظمت اس عظمت کے برخلاف ہے جو حقیقت کعبہ کے مقام میں معلوم کی تھی اور اس کے بعد حقیقت ابراہیمی کا منشاء ہونے کے لحاظ سے ذات کا مراقبہ کیا جاتا ہے اور اس میں مجمل بات یہ ہے کہ اپنے کمال کے لحاظ سے ہر کامل کو اپنے ساتھ انس ہوتا ہے اور اس کا بیان اسطرح پر ہے کہ صاحب کمال کبھی وحدت میں وحشت پیش آتی ہے اور وہ کامل جب اپنے کمال کا ملاحظہ کرتا ہے بجز اس امر کے عجب پیدا ہو۔ اپنے آپ میں ایک رفیق اور مونس گمان کرتا ہے اور اپنے ساتھ اس طرح مانوس ہوتا ہے کہ حضرت حق

Marfat.com

سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے ساتھ الفت ہے اور کمال ابراہیمی علیٰ صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام کے منشاء یعنی حضرت ذات کی اپنی ذات کے ساتھ محبیت کا ملاحظہ
کر کے مراقبہ کریں اور جب یہ مراقبہ اپنے کمال کو پہنچے گا اس مراقبہ والے
میں دوستی کا اثر ظاہر ہو جائے گا اور جو دوسرے آثار کہ بیان کیے گئے ہیں ہر
جگہ جاننے چاہئیں اس کے بعد حقیقت موسویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا
منشاء ہونے کے لحاظ سے حضرت ذات کا مراقبہ ہے اور وہ ذات کی محبیت
ہے اور محبیت کو ہر کوئی جانتا ہے۔ مراقبہ محبیت ابتداء میں تو اس لحاظ
سے ہوتا ہے کہ سالک خداتعالیٰ کا محب بن جاتا ہے اور خداتعالیٰ اس سالک
کا محب ہوتا ہے اور اس سیر میں اس ذات کے ساتھ ذات کی محبیت کا مراقبہ
ہے اور حقیقت موسویہ بھی۔ اور جاننا چاہیئے کہ خلعت سے وہ علاقہ مراد ہے
جو دو شخصوں کے درمیان ہوتا ہے اور محبیت ایک طرف سے ہوتی ہے لیکن
لیکن خلت سے زیادہ قوی ہوتی ہے پس خلت اس آشنائی کے جا بجا ہے کہ
دونوں آشناؤں میں سے ایک کو دوسرے پر بھروسہ ہوتا ہے اور ہر ایک کی
عزت اور وجاہت دوسرے کے دل میں پختہ ہوتی ہے۔ بادشاہوں کی
بہ نسبت وزیروں اور امیروں کی مانند یہ خلت عمدہ کاموں کا واسطہ بننے کا موجب
ہوتی ہے اور محبیت کے تین مرتبے ہیں پہلا مرتبہ یہ ہے کہ صرف محبیت ہو
اور محبوبیت تک نہ پہنچے اور عزت اور وجاہت کے لحاظ سے یہ محبیت
خلعت کے مرتبہ سے کم ہے اور قرب اور حضور کی ہمیشگی کے لحاظ سے زیادہ ہے
جس طرح کہ خواص نہایت خیر خواہ اور خدمت گاری میں دل سوز ہوتا ہے۔ امیر
کبیر کی بہ نسبت اس کا قرب زیادہ ہوگا۔ دوسری وہ محبیت جو محبیت کے
اعلیٰ درجہ پر پہنچ کر محبوبیت کی سرحد تک پہنچ جائے لیکن محبوبیت تک نہ

Marfat.com

پہنچے اگر اس مقام سے جو محبیت کا منتہیٰ ہے آگے بڑھ کر محبوبیت تک
پہنچ گیا تو یہ محبّیت فی الجملہ خلت ہے تیسری وہ محبّیت جو محبوبیت تک
پہنچ جائے یہ بیشک خلت سے بہت بلند ہے اور جس طرح کہ ابھی
آئے گا حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا منشاء ہے چونکہ
اس جگہ مراتب ولایت کا بیان ہو رہا ہے اور ولایت کا مدار قرب اور دوام
حضور پر ہے اور یہ بات محبیت میں خلت سے زیادہ ہے اگرچہ کاموں کے
سرانجام اور بڑے بڑے کاموں کا واسطہ ہونے میں خلت زیادہ ہے۔ اسی
واسطے اس سلسلہ کے بزرگواروں نے محبّیت کو خلت کے پیچھے رکھا ہے
اگرچہ محبّیت کے مقدم ہونے کی یہ وجہ نہ ہو تو دراصل حقیقت ابراہیمی
حقیقت موسویہ سے افضل ہے اس کے بعد اس ملی ہوئی محبّیت اور محبوبیت
کے لحاظ سے حضرت ذات کا مراقبہ کیا جاتا ہے جو حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام کا منشا ہے اس کے بعد محبیت کی ملاوٹ کے سوا محض محبوبیت
کے لحاظ سے حضرت ذات کا مراقبہ جو حقیقت احمدیہ ہے اس کے بعد
صرف حب کا مراقبہ ہے جس کو محبوب یا محب سے کچھ تعلق نہیں اس
کے بعد اس لحاظ سے لاتعین کا مراقبہ کیا جاتا ہے کہ اس کی پاک ذات
کا ایسا مرتبہ ہے کہ سب تعبیریں اس سے نیچے ہیں کوئی تعبیر اور بیان
اس کو نہیں پہنچتا واللّٰہ اعلم بالصواب والحقیقۃ الحال

تکملہ راہِ ولایت کے سلوک ثانی کے بیان میں

اور اس میں ایک تمہید اور ایک مقصد ہے

تمہید

بے سمجھ طالب جب معرفت ذات کے مقام پر پہنچتے ہیں اور سلوک

Marfat.com

متعارف کو ختم کر لیتے ہیں تو جانتے ہیں کہ ہم بھی حضرت غوث الاعظم اور حضرت خواجہ بزرگ نائب رسول اللہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور پیشوائے طریقت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی اور حضرت امام ربانی قیوم زمانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی وغیرہم قدس اللہ اسرارہم اجمعین جیسے بڑے بڑے اولیاء اللہ کے ہم پایہ اور ہم مقام ہو گئے ہیں اور یہ صریح غلطی اور نہایت ہی برا عقیدہ ہے اس لیئے کہ اہل خذلان اور بطلان بھی تو اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں اور جب اس مقام میں ان کی رسائی بھی ہوا کرتی ہے تو کس طرح سے اس مرتبہ کو خدا تعالیٰ کی قبولیت کی بارگاہ کے بزرگواروں اور اس کی عنایت کے ملکوں کے بادشاہوں کے کمال کا منتہیٰ سمجھ سکتے ہیں ؎

وَسَوْفَ تَرَاىٰ إِذَا انْكَشَفَ الْغُبَارُ
أَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِكَ أَمْ حِمَارُ

اگرچہ جس طرح سلوک متعارف اس کتاب میں لکھا گیا ہے اہل خذلان اور بطلان کو اس میں رسائی نہیں، اس لیئے کہ اس کے اکثر اشغال آداب شرعیہ اور تعظیم شرع شریف سے ملائے گئے ہیں لیکن اس جگہ آداب شرعیہ کے ملانے سے قطع نظر محض ان اشغال کا حال بیان کرنا مقصود ہے پس اصلیت یہ ہے کہ بے شک معرفت ذات تک وصول حاصل ہو گیا لیکن رد اور قبول اس وصول کے سوا دوسری چیز ہے، مردودان درگاہ الٰہی کو اس مقام تک پہنچا دینا اس کے قائم مقام ہے کہ ایک ڈاکو بڑی کوشش کر کے بادشاہی قلعے میں پہنچ

لہ اور جس وقت غبار اٹھ گیا تجھے معلوم ہو جائے گا کہ گھوڑے پر سوار ہے یا گدھے پر

Marfat.com

جائے۔ اگر اپنے برے فعل سے توبہ نہ کی تو قریب ہے کہ بادشاہی غضب میں گرفتار ہو جائے اور سلطانی حکم کے مقابلے میں جو بغاوت اور سرکشی اس نے کی ہے اس کے زائل ہونے کا اثر عدالت سلطانی کے محکمے میں ثابت نہ ہو اسی بے دین طالب کا یہی حال ہے جو معرفت ذات تک پہنچ گیا ہے۔ ہاں شریعت کے پابند طالب کے حق میں یہ ایک بڑی چیز ہے کہ دراصل ترقی اور کمال کا آغاز اسی مقام سے ہوتا ہے اور یہ مرتبہ ابجد خوانی کے جا بجا ہے اور جو مراتب ابتداء سے یہاں تک ذکر کیے گئے ہیں مطلوب اور مقصود کمال میں گنے نہیں جاتے اور اس امر کی حقیقت اس مثال کے ضمن میں جو آئندہ افادے کے ضمن میں ہے انشاء اللہ تعالےٰ اچھی طرح سے واضح ہو جائے گی پس ضرور اللہ تعالےٰ کی قبولیت کی بارگاہ کے بزرگوں کے لیئے متعارف سلوک کیلیئے متعارف سلوک کے سوا اور ترقیاں اور مقام ہیں کہ جن کی وجہ سے مقبولان حق کے زمرے سے ہو گئے ہیں بلکہ ان ہی مقامات میں ان کے قبول ہونے کے باعث انہوں نے باقی مقبولوں سے امتیاز حاصل کیا ہے پس ان ہی ترقیوں کو ہم سلوک ثانی کہتے ہیں اور صوفیاء کی زبان سے جو الفاظ ان مقامات کیواسطے مقرر ہیں ان کا منتہیٰ قطب ارشاد ہے جو رحمت الٰہی کے افاضے کا واسطہ ہوتا ہے جو کچھ پہنچتا ہے اسی کے ذریعے سے پہنچتا ہے اور اکثر ناواقف جو سلوک اوّل اور سلوک ثانی میں تمیز نہیں کر سکتے بلکہ سلوک ثانی سے بالکل بے خبر ہیں اور جانتے ہیں کہ سلوک اول کے تمام ہو جاتا ہے اور یہ نہیں جانتے کہ پہلے سلوک کی انتہا دوسرے کی ابتدا ہے جو اصلی سلوک ہے اور کبھی بارگاہِ الٰہی کے مقبول بعض سلوک اول میں سیر کرنے کے بغیر ہی سلوک ثانی کے مدارج سے ممتاز اور سرافراز ہو جاتے ہیں۔ اس کا نمونہ یہ ہے کہ ایک صاحب عقل

Marfat.com

صاحب ہمت شخص کو جو بادشاہ کے حضور سے دور ہے بادشاہی احکام پہنچے اور اس نے ان احکام کی بجا آوری میں اسطرح کوشش کی کہ تمام رعایا اور سپاہیوں میں نمک حلالی اور بارگاہ سلطانی کی فدویت کے لقب سے مشہور ہو کر حضور کے مقربوں میں بہت سے لوگوں کا محسود بن گیا ایسے لوگوں کو جس وقت حضور میسر ہوگیا ایسی عزت اور امتیاز سے کامیاب ہو گیا کہ سلوک اول کے سالکوں کو اس کا حاصل ہونا ممکن نہیں اور بعض اوقات سلوک اول میں ہی سلوک ثانی کے درجے حاصل ہو جاتے ہیں اور ایسا شخص صوفیوں کی اصطلاح میں سلوک اوّل کا سالک ہے اور سلوک ثانی کے درجوں کے لحاظ سے اس کا حال اس صاحب عقل اور ہمت کی مانند ہے کہ جس کا تھوڑا سا ماجرا اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے اور شریعت کے بموجب نیت کا اخلاص اور طبیعت کی صفائی اس کا باعث ہے کہ سلوک اول کے اشغال محض عبادت اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے کرتا ہے جس قدر اس امر اس کی نیت زیادہ صاف ہو گی سلوک ثانی کے مدارج بہت جلدی حاصل ہوں گے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اور اگرچہ سلوک ثانی شرع کا مقصود اور قرآن وحدیث کا بیان کیا ہوا ہو لیکن سلوک اول کی طرح ضبط کیا ہوا نہیں لہذا اخلاصۃً طور پر لکھا جاتا ہے

مقصد راہ ولایت کے دوسرے سلوک کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ ولایت کے رستے میں دو سلوک مترتب ہوتے ہیں۔ پہلا تو ربط اور ضبط کے ساتھ تدوین کیا ہوا ہے اور دوسرا منضبط نہیں باوجود اسکہ اسی سلوک کا منتہی اصلی مقصود ہے۔ ہمیشہ اہل ولایت یہ سلوک کرتے رہتے ہیں اور اس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور سلوک ثانی کے عدم انضباط کی وجہ سے اکثر اوقات ناواقفوں پر دونوں مشتبہ ہو جاتے ہیں اور ہر ایک کو دوسرے

Marfat.com

سے ممتاز اور جدا نہیں جانتے لہذا ہر ایک کی تفصیلی تمثیل سن لینی چاہیئے تاکہ آپس میں جدا ہو جائیں اور واضح ہو جائے کہ مقصود اصلی سلوک ثانی پر موقوف ہے پس مقصود کی یہ مثال ہے کہ رعایا میں سے ایک شخص ہے جس کا وطن دار الخلافہ سے دور ہے بادشاہی کے مرتبوں کے شوق اس کے دل میں جاگزیں ہو گئے ہیں اور اپنی کامیابی کے رستے کو بادشاہ کے حضور میں منحصر جان کر حضور بادشاہی میں پہنچنے کیواسطے کوشش کر رہا ہے اور اپنے اصل مقصود کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھ کر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے کو اپنا اصلی مقصود بتاتا ہے اور بادشاہی حضور میں پہنچنے سے پہلے اپنے اصلی مقصود کو چھپائے رکھتا ہے اور یا تو اس وجہ سے کہ اس کے اظہار سے کئی فسادوں کے واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ یا اس واسطے کہ فی الحال اس کے ظاہر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کے اظہار سے خاموش رہتا ہے پس منزل مقصود کی طرف پہنچنے کیلئے سفر کی تدبیر کرے گا اور رفیقان راہ کے حال اور منزلوں کے نام کی تفتیش کر کے سیدھا راستہ مقرر کر کے اسباب سفر کو جمع کرے گا اور سامان جمع ہو جانے کے بعد اپنے خویش واقربا سے رخصت ہو کر وطن اور ملک کو چھوڑ کر ان کی محبت اپنے دل سے قطع کر کے اور ان سب کو پس پشت ڈال کر رستے کو قطع کرنا شروع کرے گا۔ رستے کے اثنا میں دائیں بائیں شہر اور باغ اور نہریں اور وہ عجائب چیزیں جو کبھی نہ دیکھی تھیں ظاہر ہوں گی سیر و تماشا یا شہروں کے باشندوں کا حال دریافت کرنے یا سفر کا تجربہ حاصل کرنے یا ان ہی جیسی کسی اور غرض کیواسطے سیدھے رستے سے پھر کر مسافت کے بڑھ جانے کو اپنے دل میں گوارا کر لیا اور یہ بھی ایسا دور نہیں کہ اب سیر و تماشا میں ایسا مشغول ہو جائے کہ اپنے مقصود کو ہی بھلا دے گا یا یادداشت کے باوجود بھی منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے گا اور اپنی تمام عمر

اسی سیر و تماشے میں برباد کر دے گا اور اتنا تو معلوم ہے کہ بڑی تکلیف اور بڑی مدت گزرنے کے بعد منزل مقصود تک پہنچے گا اور اگر سیدھے رستے سے نہ پھرا اور منزل بمنزل راہ راست کو طے کرتا گیا تو البتہ دار الخلافہ کی علامتیں تو روز بروز ظاہر ہو کر قرب اور مقصود کے حاصل ہونے کی خوش خبری اس کے کانوں میں پہنچائیں گے اور جس قدر نزدیک ہوتا گیا فیل خانے اور شتر خانے اور اصطبل اور انہی جیسے اور نشان جو دار الخلافہ سے مختص ہیں ظاہر ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ دار الخلافے میں پہنچ کر کسی وجہ سے اپنے مقصود کا وصول حاصل کر کے مطمئن ہو گیا اور سفر کی تکلیفوں سے آرام کی طرف متوجہ ہوا اس کے بعد خاص دیوان میں پہنچ کر اسکو بادشاہی اقبال اور بزرگی کی شان و شوکت کے موافق دیکھ کر سلطنت کی حقیقت کا بیان کنندہ معلوم کیا اور من وجہ بادشاہ کے حضور سے کامیاب ہو گیا۔ پھر بادشاہ کے حضور میں پہنچ کر اپنے ظاہری پہلے مقصود کو پہنچ کر اصلی دوسرے مطلوب کے حاصل ہونے کی طریق کے تجسس اور تلاش کرے گا پس پہلا مطلوب سلوک اوّل کا منتہی ہے اور دوسرے مطلوب کے حاصل ہونے کا طریق دوسرا سلوک ہے اور ابتدا سے انتہا تک سلوک اوّل کے ساتھ اس مثال کی تطبیق ظاہر ہے اس واسطے کہ مرشد اور اولیاء اللہ قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کے طریقوں میں سے ایک طریق معین کرنا رفیقان راہ کے حال اور راستون کے تلاش کرنے اور ان میں سے ایک کے مقرر کرنے کے قائم مقام ہے اور اذکار جہری ہوں یا سری زبان سے ہوں یا لطائف سے یا سلطان الذکر ہو اسباب سفر کے جمع کرنے کے جا بجا ہے اور خویش و اقارب اور وطن کا چھوڑنا شغل نفی کے جا بجا ہے اور دائیں بائیں پھر جانا توحید صفاتی کے کشف

Marfat.com

میں مستغرق ہونے کے قائم مقام ہے اور اکثر اوقات توحید صفاتی کے واقعات میں
اس طرح مستغرق ہو جاتا ہے کہ ذات بحت تک پہنچنے سے غافل ہو جاتا ہے
اور بہت دفعہ ایسا اتفاق پڑتا ہے کہ وصول کی یا دآوری کے باوجود بھی ان ہی
واقعات میں پھنسا رہتا ہے اور ان سے نکلتا نہیں اور اگر نکلا بھی تو دشواری
اور دیر سے پہنچنا ضروری امر ہے اور جو شخص اپنی ہمت کو توحید صفاتی میں
بٹھائے رکھتا ہے اور ادھر اور ادھر پھرنے کے سوا منزل مقصود کے سیدھے
رستے پر چلا جاتا ہے وہ جلدی پہنچتا ہے اور دار الخلافہ کی علامتیں اور
نشانیاں ذات محض کے نورانی حجابوں کی مانند ہیں اور وہ حجاب ہزاروں درجن
میں سے آخری حجاب نسبت بیرنگی دیوان خاص کی مانند ہیں۔ چونکہ اللہ جل شانہ،
کی پاک ذات بیچون اور بیچگون ہے اور اس حجاب کو اس پاک ذات کیسا تھ
زیادہ اختصاص ہے اس واسطے وہ نہایت لطیف اور بے کیف ہے لہٰذا اس
کا نام بیرنگی مقرر کیا گیا ہے اور جاننا چاہیئے کہ نورانی حجاب سب ایک دوسرے
سے ملے ہوئے نہیں بلکہ دونوں طرفوں سے ہر ایک کیلئے ایک معیّن حد ہے
کہ اس حد تک اسی حجاب کے متعلق ہے۔ بادشاہی مکانات کے دروازوں
کے پردوں سے اس کی مثال معلوم کر سکتے ہیں مثلاً جو پردہ دیوان خاص کے
رستے میں آئے گا دونوں طرف سے اس پردے کا علاقہ ایک معین حد تک ہو گا
اور اس پردے کے خادم اور حاجب اسی حد تک اس کی نگہبانی کے ذمہ دار
ہوں گے اور آنے والے کو اجازت یا ممانعت کے ساتھ اس حد سے آگاہ کر
دیں گے اور آنیوالے کو دوسری حد تک اپنے حکم کے ساتھ پہنچائیں گے تاکہ
دیوان خاص کے اندرونی موکل اس آنے والے کو اجنبی نہ سمجھیں اور اندر

Marfat.com

جانے میں اس کے مزاحم نہ ہوں اور دیہات کے جنگل کی ادھر ادھر کی حدیں بھی اس کی مثال ہو سکتی ہیں۔ پس اس طرح نسبت بیرنگی کو دراز سمجھنا چاہیئے اور لکھی ہوئی مثال میں اس کی ابتدا دارالخلافہ سے سمجھنی چاہیئے اس واسطے کہ بادشاہ کے ساتھ دارالخلافہ کی خصوصیت بالکل ظاہر ہے پس ذات محض کا مشاہدہ اور وصول نسبت بیرنگی کی انتہا ہے سلوک اول پر ابتدا سے انتہا تک مثال کی تطبیق یہ ہے لیکن سلوک ثانی کی مثال پس وہی شخص سب بادشاہ کے حضور میں پہنچنے کے بعد بادشاہی ملازموں میں شامل ہونے کے واسطے کوشش کرنی چاہیئے تو اس کو لازم ہے کہ ہرکارہ سے لے کر وزیراعظم تک کے بادشاہی دربار کے سب حاضر باشوں کو اپنے آپ سے راضی کرلے تاکہ بادشاہ کے دربار میں حاجت کے وقت ان کی زبان سے خیر کا کلمہ صادر ہو اور ہر ایک اپنے مرتبے کے موافق کوشش اور سفارش کرے اور بادشاہ کی مرضیات میں بہت سرگرم اور چالاک رہے دربار اور سیر اور شکار کی آمد و رفت اور حضار دربار کی ملاقات سے سستی نہ کرے ایسا نہ ہو کہ اس دربار میں سستی کے داغ سے داغدار ہو کر نظر اعتبار سے گر کر حضور بادشاہ کے لائق نہ رہے اور یہ بات اس مقام سے اس کے نکالنے کا باعث بنے اور اس سے بھی خبردار رہنا چاہیئے کہ راضی کرنا رتبے کے موافق متفاوت ہوتا ہے جب تک وہ اپنے وطن میں تھا تب تو اس کا راضی کرنا صرف یہی کچھ تھا کہ چوری اور ڈکیتی اور بغاوت اور انہی جیسے اور کاموں سے پرہیز کرے اور اگر مال گزار ہو تو ہمیشہ حیلہ اور تکرار کے سوا ہی وہ مال ادا کرے اور جب اس مقام حضور تک پہنچے تب اس کا راضی کرنا یہی ہے کہ شاہانہ حقوق اور آداب اور تعظیمات کی رعایت جسطرح کہ چاہیئے بجا لائے اور نذر اور تحفوں اور ہدیوں اور انہی جیسے اور کاموں میں اس مقام

Marfat.com

کے رہنے والوں کی رضامندی کیلئے بے حساب مالوں کے خرچ کرنے کو خس و خاشاک کے برابر گنے اور ان کی رضامندی کو جان و مال سے بہتر جانے اور حاضر باشی کے بھی کئی مرتبے ہیں مثلاً دارالخلافہ کے رہنے والے من وجہٖ حاضر ہیں اور قلعے کے حاضر باش ان سے زیادہ اور دیوان خاص کے ملازم ان سے اوپر اور جو لوگ کہ در و دیوار کے پیچھے خدمت کیواسطے مستعد کھڑے ہیں ان سے زیادہ اور جو لوگ روبرو رہتے ہیں وہ ان سے زیادہ اور جو کہ اپنی نگاہ کو بادشاہ کے چہرے پر لگائے کھڑا رہتا ہے اور بالکل دوسری طرف توجہ نہیں کرتا سب سے اعلیٰ ہے پس ان مراتب سے اعلیٰ مرتبے کو اختیار کرکے اس قدر ہمیشگی کرے کہ بادشاہ کے دل میں اس کی طرف کچھ الفت پیدا ہو اور بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص نہایت میرا محب ہے اور مطیع ہے اور اس ذریعہ سے اس کو وہاں کا رہنا میسر ہوگا اس لیے کہ جب ہمیشہ وہ اپنی نگاہ کو بادشاہ کی توجہ کا حال معلوم ہوگا خود اہل دربار اس سے راضی رہیں گے اور اس جگہ اس کے رہنے کو جائز سمجھیں گے۔ پھر اس جگہ کی اقامت سے اطمینان ہو جانیکے بعد اس کو لازم ہے کہ ہمیشہ حاضر رہ کر بادشاہ کے چہرے کو جس طرح لائق ہے غور اور تأمل کے ساتھ دیکھتا رہے اور جو واقعات اور خبریں کہ دربار میں ہوا کریں ان کو سن کر ہر خبر خوش اور ناخوش کے بعد بادشاہ کے چہرے کے تغیر کے غور سے معلوم کرکے اوضاع تغیرات کو اچھی طرح یاد رکھے اور ہر تغیر کے بعد بادشاہ کے حضور سے جو حکم انعام یا سزا یا صلح و جنگ یا بند و بست کے بارے میں صادر ہو اسکو بھی دریافت کرکے خوش خبریوں سے ذلیل غلام کی صحت یابی سے لے کر وزیر اعظم کی صحت کی خبر تک اور بد خبریوں سے ایک چوپائے کی موت کی خبر سے لے کر وزیر اعظم کی موت کی خبر تک و علیٰ ہذا القیاس کیسہ پر کرے گا فنا

ہونے سے لیکر ملک اور لشکر والے زور آور دشمن کے گرفتار ہونے تک اور دور دراز کے جنگل میں کسی گنوار کے لوٹے جانے سے لے کر خاص قلعہ پر دشمن کی چڑھائی کرنے تک سب چھوٹے بڑے کاموں کو نگاہ میں رکھے۔ بالجملہ ان سب کے احاطے کا قصد کرے اور بہت سی ایسی چیزیں ہوتی ہیں کہ ان پر ایک ہی سزا مترتب ہوتی ہے اس واسطے ان چیزوں میں بادشاہ کے چہرے کے تغیر میں کچھ تفاوت نہیں ہوتی پس یہ گمان نہ کرے کہ ہر خبر اور واقعہ میں کوئی علیحدہ تغیر ہوگا بلکہ اگر دوبارہ چہرہ اور تغیر یکساں پائے تو جان لے کہ یہ دونوں خبریں برابر ہیں ان کی جزا اور سزا میں کچھ تفاوت نہیں ہمیشہ اسی عمل پر رہے تاکہ اس کی ذہانت اور فہم کے موافق بادشاہ کی مرضی شناسی کا مادہ اس میں پیدا ہو جائے اور یہ واقفیت اس حد تک چاہیئے کہ بادشاہ کے کلام کے اصلی لغوی معنی کے برخلاف اس کی مراد کو اس کے چہرے سے دریافت کرے اور واقعات اور حادثات میں بادشاہ کی مراد پر مطلع ہو جائے۔ مثلاً کبھی بادشاہ فرماتا ہے کہ اس چور کی اچھی طرح خدمت کرنی چاہیئے تو اس کی غرض یہ ہے کہ اس کو پوری پوری سزا دینی چاہیئے اور جب مرضی شناسی کا ملکہ حاصل کرنے کے بعد بادشاہی کے کسی کام کو سرانجام دے گا۔ پہلے سے چند گنا زیادہ بادشاہ کی مہربانیاں اس کے حق میں جوش زن ہو جائیں گے اور اہل دربار کی کوشش اور سفارش مددگار ہو جائے گی خواہ مخواہ بادشاہ اس کو کسی عہدے اور منصب سے عزت بخشے گا اور اپنے حسب مطلوب کیلئے اس نے اتنی محنتیں اٹھائی تھیں انشاء اللہ تعالےٰ اب اس پر کامیاب ہو جائے گا اور بعد ازاں اسی خدمت پر مامور رہے گا یہاں تک کہ ترقیاں کرتے کرتے اعلیٰ مرتبے تک پہنچ جائے گا سلوک ذوم کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ سالک

Marfat.com

کو لازم ہے کہ مشاہدہ کے مرتبے پر پہنچے اور سلوک اوّل کے تمام ہونے کے بعد سلوک ثانی کی طرف توجہ کرے ماموراتِ اور منہیات کے ہر باب میں عزائم شریعت کا اختیار کرنا اس سلوک کے لوازمات سے ہے اس کی توضیح یہ ہے کہ شرع شریف کی متابعت ایمان کا لازمہ ہے سالک کے ذمے لازم ہے کہ ہمیشہ شریعت کا تابع رہے اور شریعت کی کمال اتباع کے ساتھ سلوک اوّل کو ختم کرے اور سلوک ثانی میں عزائم شرعیہ کو جس طرح کہ چاہیے مضبوط پکڑے اور یہ عزیمت کبھی دل سے ہوتی ہے اور کبھی اعضاء سے مثلاً کلام اللہ شریف کا اتنا ادب کہ اس کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے شریعت کا لازم ہے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ بے وضو ہاتھ نہ لگائے اور سلوک ثانی کے سالک کیواسطے لازم ہے کہ اس سے زیادہ ادب کرے مثلاً قرآن شریف کے پکڑنے کے وقت کسی اور کام میں متوجہ نہ ہو اور مؤدبانہ طور پر بیٹھے اور کلام الٰہی کی عظمت کو حاضر کر کے اس سے قرآن شریف کی عظمت کی طرف انتقال کرکے اپنی کمینگی اور گندگی کا خیال کرکے اس بڑی نعمت کی قدر جانے کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ایسی بزرگ اور پاک چیز مجھ ایسے عاجز گندے کمینے کے ہاتھ آئی ہے ورنہ مجھ میں تو اس نعمت کی لیاقت نہ تھی اور ایسے خیال سے اس کا سینہ خوشی کے مارے مالامال ہو جائے گا اور قرآن شریف کی نہایت بزرگی اس کی آنکھوں کے سامنے آکھڑی ہو گی اور اگر ایسی باتیں خودبخود اس کے ذہن میں آئیں تو بہت بہتر اور اصل مدعا ہے اور نہ ان باتوں کو تکلف سے اپنے ذہن میں لائے وعلیٰ ہذا القیاس ہر سورت کی عظمت کو سمجھے اور اللہ جلّ شانہٗ کی بارگاہ میں ان کے تشفیع ہونے کو یاد کرے اور نماز اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج اور جہاد اور باقی شعائر اسلامیہ کی عظمت کا اعتقاد بھی اسی طرح کرے اور مطلقاً شرع شریف اور کعبہ اور انبیاء اور رسولوں کی تعظیم بھی

Marfat.com

اسی قسم سے ہے۔ زکوٰۃ کا ادا کرنا اس کی شرائط کے موافق تو ہر مسلمان پر فرض ہے اور اللہ جل شانہ کی رضا میں مال کا خرچ کرنا ایسی عزیمت ہے کہ سلوک ثانی کے سالک کو لازم ہے اور تہجد وغیرہ کی مانند تمام نوافل کا اہتمام اسی باب سے ہے اور منہیات کے پرہیز کو بھی دوسرے رنگ سے اپنے ذمے لازم جانے تاکہ ارباب عزیمت میں سے ہو جائے مثلاً اگر زنا کا وسوسہ اس کے دل میں گزرے تو اس سے اس طرح متنفر ہو کہ گویا کھانے کیواسطے نجاست اس کے سامنے رکھی گئی ہے اور تمام منہیات کو اس پر قیاس کرنا چاہیئے نیز اس کے سالک کو چاہیئے کہ انبیاء اور اولیاء بلکہ تمام مومنین کے حقوق اور تعظیم کے ادا کرنے میں نہایت کوشش کرے کہ وہ اس کیواسطے سفارش اور کوشش کریں اور انبیاء اور اولیاء کی سعی اور سفارش تو نہایت ظاہر ہے لیکن ہر مومن کی سعی دعا خیر ہے پس دعائے خیر کی امید پر جو وہاں کام آنیوالی چیز ہے ہر مسلمان کی خاطرداری کرے اور شرع شریف کی عزیمتوں کی اتباع میں سب حقوق اور تعظیمیں ادا ہو جاتی ہیں جیسے قریب ہی گزر چکا ہے اور قرآن اور سورتوں اور کعبہ اور نماز اور روزہ وغیرہا سب کو شفاعت کا مرتبہ حاصل ہے پس ان سب کو اپنے آپ سے راضی کرے اور اس مقام کی رضا کا مرتبہ پہلے بیان سے واضح ہو گیا ہے اور اس سلوک کا اصل اور مدار وجہ اللہ کا مراقبہ ہے اور وجہ اللہ کا لغوی معنی اللہ تعالے کی توجہ ہے یعنی بندہ کیطرف اللہ تعالے کا متوجہ ہونا اور اس کو اس کے آثار سے دریافت کرنا چاہیئے اور اسکے آثار اس آیہ کریمہ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ کے بموجب ہر جگہ موجود ہے۔ مثلاً اگر بندہ اپنی آنکھ اور بینائی کے حال میں غور کرے تو یقیناً جان لے گا کہ یہ بڑی نعمت محض اللہ تعالے کی توجہ سے مجھے حاصل ہوئی ہے یعنی اللہ عزوجل اس کے حال پر متوجہ ہوا ہے اور اسکی

طرف منہ کیا ہے اسی لیے یہ نعمت اسکو حاصل ہوئی ہے ورنہ یہ عاجز بندہ کسی طرح اس کا مستحق نہ تھا اور نہ ہی اس کی خواہش کی تھی اور نہ اس کا تقاضا اس کے دل میں پیدا ہوا تھا اور نہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی خدمت میں اس بڑی نعمت کے بخشنے کیواسطے کوئی اس کا سفارشی بنا ہے اور نہ اس محض عاجز نے کسی چیز کا وسیلہ پکڑا ہے پس یہ نعمت عظمیٰ محض اس کے فضل اور رحمت کے باعث حاصل ہوئی و علٰے ھٰذا القیاس ہزاروں نعمتیں ہیں اور ہر نعمت کا یہی حال ہے بلکہ دراصل جو چیز کہ جہان میں موجود ہے اگر اچھی طرح اس میں غور کیا جائے تو وہ سب اس بندے کے حق میں جلیل القدر نعمتیں ہیں پس آسمان اور فرشتوں سے لے کر خس اور خاشاک تک ہر چیز اس کیواسطے نعمت ہے اور اس کو اسکے ساتھ خصوصیت ہے باوجود آنکہ اس کی کوشش اور استعداد اور خواہش کو اس میں کچھ دخل نہیں پس خداتعالےٰ کی نعمتوں میں خوض کرے اور علی الدوام اپنے پیش نظر رکھے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت بلا سبب اور بے وجہ اس مرتبہ پر کہ اس کا بیان کرنا دشوار ہے میرے حال پر متوجہ ہے اور تمام لوگ اسی کی رحمت سے فیض یاب ہو رہے ہیں اور ایسا کوئی نہیں کہ اس میں بہت سی نعمتیں موجود نہ ہوں اور اگر کوئی ایسا آدمی بھی ہو جو کثافت طبع کی وجہ سے ایسی نعمتوں کو اپنے آپ میں لحاظ نہ کر سکے تو اسے چاہیئے کہ اپنے غیر میں دیکھے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے ارفع واعلیٰ ہیں پس پیدائش بلکہ علوق کے وقت سے آپ آخری عمر تک آپ کے حالات کو یاد کرے کہ اس قسم کی بڑی بڑی ان گنت نعمتیں اللہ تعالےٰ کی رحمت کے بیکنار دریا سے بلا درخواست اور بلا استحقاق اور بلا استدعا کسی کی کوشش اور سفارش کے سوا ہی آنجناب پر کس طرح فائز ہوتی رہیں ۔ صرف آپ کے پیدا ہونے سے

کتنی برکتیں اور عنایتیں آنجنابؐ کے وجود کیساتھ جوڑی گئیں کہ وہ برکتیں ایک بڑی جماعت کے شامل حال ہوا کرتیں اور آپ سے محبت اور اعتقاد کا باعث بنتیں اور جو نعمتیں بچپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فائز ہوا کرتیں دوسری نعمتوں کے ساتھ قیاس سے ایک سہل امر ہے ان کی قدر و وقعت نہیں با آنکہ فی نفسہا یہ نعمتیں بھی جلیل القدر ہیں حاصل کلام ان بڑی بڑی نعمتوں کا تصور کرے کہ بلا سبب اور بلا وجہ یہ سب اللہ تعالےٰ کی رحمت کاملہ ذاتیہ سے ہی ہیں چوں کہ اللہ تعالیٰ کا منہ بندے کی طرف ہوتا ہے اسی طرح کے انعامات بلا استحقاق و بلا استدعا و دعا پہنچتے رہتے ہیں پس وجہ اللہ کے معنی کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت کے شانوں میں سے وہ بھی ایک شان ہے جو بلا سبب اور بے وجہ اور پہلے استحقاق اور استدعا اور تقاضے اور دعا اور شفاعت اور وسیلے کے سوا ہی بڑے بڑے انعاموں سے بخشنے کا تقاضا کرتا ہے اسی شان کا ملاحظہ وجہ اللہ کا مراقبہ ہے۔ پردہ عدم سے میدان ہستی کی طرف لانا ان سب انعامات کا اصل ہے اور وجہ اللہ کا یہ معنی تمام موجودات کو شامل ہے لیکن بعض کے بعض پر فائق اور متفاوت ہونے کی وجہ سے ہر ایک کی نسبت وجہ اللہ کے معنی کے انعامات کی وجہیں علیحدہ ہوتی ہیں اور یہ گمان نہ کریں کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کے فعل میں عبث لازم آئے گا اور عبث نادانی ہے اور اللہ جل شانہ کی ذات اس سے منزہ اور پاک ہے اس واسطے کہ افعال الٰہیہ کی حکمتیں اور مصلحتیں اور چیز ہیں اور جس شخص پر انعام ہوتا ہے اس کا استحقاق اور استدعا اور چیز ہے اگرچہ فی الواقع حکمتیں اور مصلحتیں منظور ہیں پس اللہ تعالےٰ کی پیدائش میں ایسی چیزیں جن کو اس شخص کیساتھ کچھ خصوصیت نہیں مثلاً دانائی اور

Marfat.com

عقل مندوں کے پیدا کرنے میں اس سچے حکیم کی کوئی مصلحت اور حکمت ہے اور اگر اس آدمی کے سوا کسی اور کو دانائی اور علم عطا فرمادیتا بلکہ یہ کمال حیوانات میں رکھ دیتا تو کوئی آدمی اور کوئی امر اس طرف سے پھیر کر دوسری طرف متوجہ نہ کرسکتا۔ پس یہ اس کی محض عنایتیں اور رحمتیں ہیں کہ ہر کسی کو بہت سے انعامات سے عزت بخشی ہے اور بہت سی نعمتوں کیساتھ ہر ایک کی تخصیص فرمائی ہے اور جو شان کہ اس بے غرض رحمت کاملہ کا منبع ہے وجہ اللہ کے نام سے نامزد کیا گیا ہے اور تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں جو غرض سے خالص ہو کر پہنچ رہی ہیں وجہ اللہ کے نام آثار میں سے ہیں اور انہی آثار سے وجہ اللہ پہچانا جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں وجہ العبد ہے یعنی بندہ کا اللہ تعالےٰ کیطرف متوجہ ہونا اور اس کا بیان یہ ہے کہ ہر مومن بندہ خواہ پست ہمت ہو یا عالی ہمت کسی چیز کے حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا ہے اور اس کے اوامر بجالاتا ہے، پست ہمت تو آگ کے ڈر اور بہشت کے طمع کیواسطے عبادت کرتا ہے اور عالی ہمت اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت اور وجاہت کے حاصل ہونے اور برگزیدہ اور منتخب لوگوں کی جماعت میں داخل ہونے اور اعتبار والے خاص ملازموں کے رشتہ میں پروئے جانے کیواسطے عبادت کرتا ہے اگرچہ آگ سے نجات اور جنت کے درجوں پر کامیابی مذکورہ جنت کے حاصل ہونے پر یقیناً مترتب ہوتی ہے بلکہ یہ تو اس کے آثار اور توابع سے ہے لیکن عالی ہمت لوگ ان امور کی طرف مطلقاً توجہ نہیں دیتے بلکہ ان کے مدعا کا منتہیٰ تو صرف اسی خاصوں کی لڑی میں پرویا جانا ہے، پس ضرور ہے ان دو فرقوں میں سے ہر ایک کے دل میں اپنے خالق کیساتھ پیار اور محبت پیدا ہو جاتی ہے اور روز بروز ترقی کرتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ ہوتے ہوتے بعض بندوں کے حق میں آرزو اور طمع اور خوف کے تمام مراتب محو ہو جاتے ہیں اور

Marfat.com

اللہ جل شانہٗ کی محبت اس کے دل میں ایسی مضبوط ہو جاتی ہے کہ اوامر کو بجا لاتا ہے اور مراتب قرب میں سے کسی مرتبہ اور جنت کے ثوابوں میں سے کسی ثواب کے حاصل ہونے کا خیال اس کے دل میں نہیں گزرتا اگرچہ اس پر عزت اور اعتبار کا حصول اسی طرح قطعی اور یقینی ہے جس طرح کہ عزت اور اعتبار کے حاصل ہونے پر ثواب کا حاصل ہونا لیکن اوامر کے ادا کرنے میں عزت اور اعتبار اور ثواب کے حاصل ہونے کی آرزو بالکل نکل جاتی ہے اور ایسے ہی منہیات سے پرہیز کرتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کے منع کو ملحوظ رکھتا ہے اور اگرچہ ملأ اعلیٰ میں ذلت سے محفوظ رہنا اور مراتب اہل عزت و اعتبار سے نہ گرنا اور عذاب نار سے بچنا اس پر مترتب ہوتا ہے لیکن اس بندہ کو اس کا ہرگز خیال نہیں ہوتا اور محض اللہ تعالےٰ کی رضا اور نارضا اس کو مقصود ہے اور چونکہ جانتا ہے کہ اللہ عزوجل کے اوامر کی بجا آوری میں اس کی رضا ہے تو اس کی رضا کو اپنے حق میں قرب اور عزت اور ثواب جنت کے درجات میں ہزاروں ترقیوں سے بہتر جانتا ہے اور جب کسی کام میں اللہ تعالےٰ کی نارضامندی کا تصوّر کرتا ہے تو اس نارضامندی کو ہزاروں ذلتوں سے بدتر جاننا چاہیئے یعنی اہل عزت اور اعتبار کے مرتبوں سے گر جانا اور ذلیلوں کے زمرے میں داخل ہو جانے بلکہ دوزخ کے ہزاروں عذابوں سے بدتر گمان کرتا ہے پس جس طرح بلاغرض بندہ کی طرف رحمت الٰہیہ کا متوجہ ہونا وجہ اللہ ہے اسی طرح محض اللہ تعالےٰ کی رضامندی کیواسطے عزت اور وجاہت اور اعتبار کے مرتبوں میں سے کسی مرتبے کی آرزو کے بدون اور جنت کے ثواب کے حاصل ہونے اور عذاب دوزخ سے نجات مل جانے کی امید کے بغیر ہی بندہ کا اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہونا وجہ العبد ہے اور بیشک ان آیات میں اسی کی طرف اشارہ ہے ۔

Marfat.com

ان تینوں آیات میں وجہ اللہ کی طرف اشارہ ہے اور آخر کی تین آیتوں میں وجہ العبد کی طرف اشارہ ہے اور جب وجہ اللہ کو اپنے آثار اور مقابل کیساتھ پہچان لیا تو اس کے مراقبہ کا یہ طریق ہے کہ اپنی نظر کو اسی شان کی طرف متوجہ کرے جو سوائے کسی غرض کے رحمت کا منشائ ہے اور ہمیشہ اپنی نظر کو اس کی طرف لگا کر زبان حال اور قال سے التجا کرتا رہے کہ جب اس قدر بڑی بڑی نعمتیں مجھ کو یا میرے غیر کو بے استحقاق اور بلا استعداد تو نے مرحمت فرمائی ہیں، پس فلاں نعمت اگرچہ وہ نہایت شاندار اور بزرگ ہے اور میں نہایت نالائق اور عاجز ہوں عطا فرما کیونکہ تیرا عام انعام کسی امر پر موقوف نہیں اور یہ مراقبہ کبھی بلا جہت ہوتا ہے اور کبھی مراقب کی باطنی توجہ کے موافق فوق یا تحت کی جہت سے مقید ہو کر متصور ہوتا ہے اور اس مراقبہ کے باعث اللہ تبارک وتعالےٰ کی خاص عنایت اس کے حال کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور خاص عنایت کی بھی ایک خاص صورت ہوتی ہے جس طرح کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے لیکن جب اس جل شانہٗ کی خاص عنایت حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدا کرنے میں مصروف ہوئی تھی اس کی خاص صورت بھی ظاہر ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ کے قول :- خَلَقْتُ بِیَدَیَّ میں اسی طرف اشارہ ہے اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا معراج کیساتھ اسی طرح کا اختصاص ہے اور حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسلام کیساتھ کوہ طور پر اللہ تعالےٰ کا کلام بھی اسی طرح کا اختصاص ہے اور ان ہی خاص عنایات کی وجہ سے اللہ عزّ وجلّ کی بارگاہ کے بزرگ لوگ اس سے راضی ہوتے ہیں اور اس کو اس جگہ میں رہنے سے منع نہیں کرتے اور عزت اور وقار کے ساتھ اسکو جگہ دیتے

ہیں پس اس مراقبہ میں شرع شریف کی عزیمتوں اور بارگاہ الٰہی کے برگزیدوں کو
واضح کرنے کا التزام اختیار کرے اور یہ اہل دربار کے راضی کرنے اور بادشاہ
کے چہرے کے دیکھنے کے قائمقام ہے لیکن بادشاہ کو اس جہالت کی وجہ سے
جو بشریت کا لازمہ ہے کسی کے حال اور انجام کی خبر نہیں ہوتی اسی واسطے خیانت
اور خباثت اور بدمعاشی کے باعث حاضر باشی اور بادشاہ کی طبیعت کی خوشنودی
کے باوجود بھی حاضر باشی کی اجازت کے سوا اس شخص کو کوئی عہدہ نہیں ملتا۔
یہاں تک کہ بہت سا زمانہ گزرنے کے بعد اس کی جبلی خوبی کا تجربہ ہو جائے اور اس
سے امن حاصل ہو عالم الغیب کے برخلاف کہ اس کا علم ہر لائق اور نالائق کے
ظاہر اور باطن پر محیط ہے اور آدمی کے باطن کی حقیقت اس جگہ ظاہر ہے جو نہی
وجہ اللہ کا مراقبہ بندے سے اچھی طرح سرانجام کو پہنچا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا
مقبول ہو گیا پس ایک مقدس نور جو ازل میں ہر ایک بندے کے حصے میں مقدر
ہو چکا ہے اس کو مرحمت ہو جائے گا نور عقل کے بیج ہے اور عقل اس کی درخت
اور ایمان اس کا پھل ہے۔ آیۂ کریمہ۔ ربنا اتمم لنا نورنا ۔۔۔۔۔۔
اسی نور کیطرف اشارہ کر رہی ہے پس اس مراقبے وجہ اللہ کو وہ نور سے
چمکتے ستارے کی مانند نظر آتا ہے اور آہستہ آہستہ نزدیک آتا جاتا ہے
حتی کہ ماتھے میں سجدہ گاہ پر پہنچ کر سارے بدن میں سرایت کر جاتا ہے اور
آنکھوں کے نور کی مانند جو کہ رنگوں اور روشنیوں کو جاننے والا ہے۔ اللہ
تعالیٰ کی مرضیات کا دریافت کرنا اس نور کا خاصہ ہے جس طرح کہ شجاعت
جنگ کے فیصلے اور سخاوت لوگوں کی نفع رسانی کیواسطے پیدا کی گئی ہے۔ یہ
نور اللہ تعالیٰ کی رضا معلوم کرنے کیلئے پیدا کیا گیا ہے اور رضائے الٰہی
معلوم کرنے کا یہ طریق ہے کہ جب کسی کام کا ارادہ کرے گا یا کسی امر کیطرف

Marfat.com

متوجہ ہوگا تو اس تجلّی میں جو اس کے کمال کے مقابل ہے ایک ظاہر تغیر پیدا ہوگا اور تغیر بھی اس قسم کا ہوگا کہ اس سے خوشنودی اور ناراضگی سمجھ سکتے ہیں۔ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ ابھی معاملہ ان کے دل سے تجاوز نہیں کرتا ان کو اسی راہ سے رضا یا نارضا پر مطلع کیا جاتا ہے۔ مثلاً جب وہ کسی معین کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے اگر رضا ان سے متعلق ہے تو اس کے دل میں خوشی اور انشراح اور اس کام کی طرف زیادہ رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر اس کام سے نارضامندی کو تعلق ہے تو اس کام کے کرنے سے نفرت اور تنگی اور دلگیری ان کو لاحق ہو جاتی ہے اور جو لوگ کہ ان کا حال ان کے دل سے تجاوز کر گیا ہے اور مقامات عالیہ پر پہنچ گئے ہیں۔ پس وہ لوگ اللہ تعالےٰ کی رضا اور نارضا کو اپنے کمال کے مقابل تجلی میں تغیرات کے واقع ہونے سے دریافت کر لیتے ہیں اور یہ تغیر جو تجلّیات میں پیدا ہوتا ہے اللہ تعالےٰ کی پاک ذات اس سے منزہ ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو عام آثار اس بیچون و بیچگون پاک ذات سے صادر ہوتے ہیں ان کے آثار میں کچھ تغیر نہیں ہوتا۔ چنانچہ الآن کما کان اس کی وصف ہے اسی طرح ان کے آثار کی بہ نسبت ایک ہی وصف پر ہے کہ ازل سے ابد تک کبھی اس میں تغیر نہیں لیکن امورِ خاصہ کی بہ نسبت اس میں تغیّر ہوتا ہے اور اس تغیر اور عدم تغیر کی مثال آفتاب ہے۔ آفتاب ایک ہی وضع سے ایک ہی جگہ پر ہے اور اس کی عام آثار اشیاء کی تعداد کی بہ نسبت نہایت مختلف ہیں اور یہ اختلاف آفتاب کی ذات یا وضع اور مکان کے اختلاف کا باعث نہیں ہوتا اور قیامت کے دن اس سے خاص اثر مطلوب ہوگا اسی واسطے اس کی وضع اور مکان بدل جائے گا اور اہل محشر کے سر کے قریب آپہنچے گا اور ایسا ہی آثار خاصہ کے ظاہر ہونے کیلئے تغیّر اور تبدّل ہوتا ہے۔

Marfat.com

اور یہ تغیر اس کی پاک ذات میں نہیں۔ تعالیٰ شانہٗ عن ذلک بلکہ اس کے ظہور اور تجلی کیواسطے ایک خاص صورت ہوتی ہے اس صورت میں تغیر ظاہر ہوتا ہے اور یہ تغیر اس کی پاک ذات میں نہیں اور اسکی مثال انسان ہے۔ اس واسطے کہ جس چیز کو لفظ من (ضمیر واحد متکلم) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ عنصری جسم نہیں اس لیے مرنے کے بعد جسم موجود رہتا ہے اور جو احکام کہ انسان پر مترتب ہوتے تھے سب بدل جاتے ہیں پس حقیقت انسانی جس کی طرف لفظ من سے اشارہ کیا جاتا ہے اس عنصری جسم کیواسطہ سے چھپ گئی ہے اور اس نے اس کے ساتھ ایسا اتحاد اور یگانگت پیدا کر لی ہے کہ معاملہ تو جسم کا ہوتا ہے اور اس کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے مثلاً کہتے ہیں کہ میں زید کے پاس گیا اور اس کے پاس دیر تک بیٹھا رہا اور اس کو ایسا ویسا کیا اور جونہی انسان مر گیا جسم کے اپنے حال پر قائم رہنے کے باوجود احکام مذکورہ میں سے کوئی حکم اس کے جسم پر نہیں کر سکتے۔ اس وقت کوئی نہ کہے گا کہ میں زید کے پاس گیا اور اس کے پاس بیٹھا رہا ہوں۔ اس بیچون اور بیچگون کی پاک ذات بھی اسی طرح ایک لباس اور ایک صورت میں چھپ کر ظاہر ہوتی ہے۔ اتنا فرق ہے کہ حقیقت انسانی ایک ہی جسم میں مقید ہوتی ہے پس دوسرے جسم کے واسطہ سے اپنے احکام کو ظاہر نہیں کر سکتی اور حق سبحانہ کسی صورت میں مقید نہیں اور اپنے اطلاق پر باقی ہے جس صورت میں چاہتا ہے کلام فرماتا ہے اور اسی صورت میں تغیر ہوتا ہے اور اس جگہ سے واضح ہو گیا کہ بندے کو اپنے خالق کیسا تھ خاص الخاص معاملات پیش آتے ہیں لیکن اس ذات سے بہت دور ہوتے ہیں پس ہر امر میں اس باکمال آدمی کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور نارضا معلوم

Marfat.com

ہوتی ہے اور یہ وہم نہ کیا جائے کہ شرعی احکام متفاوت اور متبدل ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ احکام شرعیہ اسی طور پر ہیں کہ شارع علیہ السلام سے ثابت ہوئے ہیں اور یہ رضا اور نارضا مباح امور میں پیش آئے گی مثلاً اس بندہ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس وقت فلاں جگہ نہیں جانا اگرچہ مباح شرعی ہو اس کی نارضامندی کا باعث بنے گا و علیٰ ہذا القیاس ہر امر میں اس کو ایک عجیب قسم کی بصیرت حاصل ہو گی اور یہ دریافت کوشش اور اجتہاد سے نہیں بلکہ ظاہری آنکھ سے دیکھنے کے جا بجا ہے اور جب سالک کو یہ کمال حاصل ہو جاتا ہے وہ مکالمہ کے مرتبہ پر کامیاب ہوتا ہے اور من وجہٍ کلیم اللہ ہوتا ہے۔ اگرچہ حقیقی کلام درمیان نہ آئے گی اس لیئے کہ اشارات اور اوضاع سے مقصود اور مراد کا سمجھ لینا بھی ایک قسم کا کلام ہے اور کبھی کلام حقیقی بھی ہو جایا کرتا ہے اور کبھی کلام کے اصل مدلول کے برخلاف مراد اور مدعا کو بھی دریافت کر لیتا ہے اور جب یہ کامل بندہ اللہ تعالےٰ کی رضا سے مطلع ہو کر اس کی رضا کے بموجب کسی کام کو سرانجام دے گا اور اس کی کارگزاری ظہور پذیر ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت نہایت کثرت کے ساتھ اس کے حال پر جوش زن ہو گی اور اسکی بارگاہ کے بزرگوار تو خود بخود اس کے سفارشی ہیں اور کارآمد آدمی کو بیکار چھوڑنا حکمت کے مخالف ہے ضرور اس کو کسی خدمت کیساتھ عزت بخشیں گے اور وہ خدمت اس کے حال کے موافق ہو گی۔ پھر اسکو اسی خدمت پر توقف اور استمرار رہے گا۔ یا ایک بلند مرتبے سے ترقی کر کے اس مرتبے تک پہنچے گا کہ اس سے اوپر کوئی مرتبہ نہ ہو گا اور اگر اہل ولایت ان امور کو پہنچانے پر مامور نہ ہوں جو ان پر منکشف ہوتے ہیں تو ان کو اس مقام میں نبوت کا پرتو حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان کے پہنچانے کے مامور ہو جائیں تو پرتوِ رسالت پر ترقی کر جاتے ہیں

Marfat.com

اور اگر اس کے باوجود مقابلے اور مخاصمے کا بھی حکم ہو جائے تو اولوالعزمی کے مرتبہ پر مقرر ہو جاتے ہیں اور بعض اس مقام میں خلیفۃ اللہ نہیں ہوتے، خلیفۃ اللہ وہ ہے جس کو تمام مہموں کے فیصلے کیواسطے نائب کی مانند مقرر کریں اور جو ایسا نہیں پس وہ خلیفۃ اللہ نہیں اگرچہ کبھی جو کام کہ خلیفۃ اللہ کے ہاتھ سے سرانجام پاتا ہے وہ دوسرے کے ہاتھ سے بھی کرا لیتے ہیں۔ ہاں وہ شخص بلاشک صاحبِ خدمت ہوتا ہے ہاں ظاہر میں اس کی یہ مثال ہے کہ بادشاہ کبھی وزارت کا کام اپنے خواص سے لے لیتا ہے پس اگرچہ اس خواص نے وزارت کا کام سرانجام دیا ہے لیکن وزیر نہیں ہوا اور یہ مقام راہِ ولایت کا نہایت ہے، اس کے بعد راہِ ولایت کے لیے کوئی کمال نہیں ہے: واللہ اعلم بالصواب

سلوکِ راہِ نبوت کے طریق کے بیان میں

اور

یہ باب چھ افادوں پر مشتمل ہے

پہلا افادہ

طالب راہِ نبوت پر بعد تہذیب الاخلاق و ملکات قلبیہ اور ادائے عبادات شرعیہ کے جس طریق پر کہ دوسرے باب میں معلوم ہو چکا ہے۔ پہلے پہل جو چیز لازم اور ضروری ہے وہ مقام توبہ میں قدم جمانا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اولاً اس طریق کے طالب کو چاہیئے کہ تمام منہیات شرعیہ کو

Marfat.com

خواہ قبیل اعتقادیات سے ہوں خواہ قبیل افعال و اقوال، خواہ قبیل اخلاق وملکات سے، خواہ عبادات میں افراط و تفریط کے قبیل سے ہوں ان سب کو کتاب وسنت سے تنقیح اور تفتیش کرے۔ اگر خود کتاب وسنت کا عالم ہے تب تو بات بنی بنائی ہے ورنہ علماء محدثین سے استفسار کرے بعد ازاں حضرت حق کے انعام اور جوادِ مطلق کی تربیت جو اس ذرۂ بے مقدار کے بارہ میں ارزانی اور مبذول ہیں اس کو بار بار ملاحظہ جست اور تصوّر درست کے ساتھ اپنے ذہن میں خوب مستحکم کرے اور اپنی کمال عاجزی اور اس بے نیاز مطلق کی طرف نہایت محتاجی کو اپنی بصر بصیرت کے سامنے بار بار پیش کرے۔ بعد ازاں تنہائی میں بیٹھ کر اپنے دل میں ملاحظہ کرے کہ ایسے منعم حقیقی اور بے نیاز تحقیقی کی ناخوشی اور ناراضی میرے جیسے عاجز بے مقدار کے حق میں جو سر سے پاؤں تک محض حاجت ہی حاجت ہے کس قدر قبیح اور نازیبا ہے اور اس معنی کو اپنے ذہن میں اس طرح مستحکم کرے کہ اس منعم حقیقی کی ناراضگی کا ایک امر عظیم اور خطرناک ہونا اس کے ذہن میں قرار پکڑ جائے یہاں تک کہ اگر اسی کی ناخوشی کے واقع ہونے کا تصوّر کرے تو اس کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جائیں پھر اپنے تہ دل سے اس طرح اذعان اور اعتقاد کرے کہ سب منہیات شرعیہ اسی امر کے موجب ہوتے ہیں جس کے تصوّر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر اس امر کو اپنے ذہن میں ایسا مستحکم کرے کہ ان منہیات کی قباحت اس کی عقل اور دل کو گھیر لے اور اس کے باطن میں ان منہیات کی نسبت ایک خوف عظیم اور بڑی بھاری وحشت بیٹھ جائے یہاں تک کہ اپنے آپ سے ان منہیات کے صادر ہونے کو تہ دل سے ایسا سمجھے جیسا جان اور مال اور آبرو کی ہلاکت اور بربادی کی جگہ میں واقع ہو جانا۔ بعد ازاں قرآن مجید اور فرقان حمید

کی عظمت کا تصوّر کرے اور صمیم قلب سے ملاحظہ کرے کہ یہ ایک صفت ہے صفات ازلیہ ربانیہ سے جس کو عالم امکان کیساتھ کسی طرح کی مناسبت نہ تھی مگر حضرتِ حق جلّ و علا نے محض اپنی عنایت بے غایت سے زبان عربی کے لباس میں اس اپنی وصف ازلی اور کمالِ ذاتی کو نازل فرماکر اسپے اور اپنے بندوں کے درمیان واسطہ بنایا ہے۔ بمنزلہ اس بات کے کہ ایک بادشاہِ عظیم القدر اپنی دستار لے کر اس کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں تھامے رہے اور اس کی دوسری جانب ایک ایسے فقیر، مفلس اور عاجز بے مایہ کے ہاتھ میں دے دے جو التفات بادشاہانہ کی ہرگز لیاقت نہیں رکھتا تھا اور اسے حکم دے کر جب کبھی تجھے کوئی حاجت پیش آئے تو اس دستار کو ہلا کر اسی ذریعہ سے مجھے اپنی حاجت جتلا دینا کہ فوراً ہم تیری طرف متوجہ ہو کر تیرے حالِ زار پر اپنی عنایت کو مصروف کریں گے۔ پس اگر اس فقیر کے حال میں اچھّی طرح تامل کیا جائے اور کسی قدر قانون ادب سے دوری اختیار کی جائے اور واشگاف بات کہی جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ ظاہر میں اس فقیر کے ہاتھ میں دستار کا ایک کنارہ ہے لیکن حقیقت میں اس کے ہاتھ میں خود بادشاہ اور اس کی سلطنت ہے۔ غرض کہ اس کلام پاک کی عظمت اسکے ذہن میں اس حد تک مستحکم ہو جائے کہ جب قرآن مجید کی طرف نظر کرے اور اس کلام پاک کا تعلق مصحف کیساتھ ملاحظہ کرے تو اس کی آنکھ مصحف کی طرف نظر کرنے سے خیرہ ہو جائے اور اس کا سینہ اس کلام کی عظمت سے پاش پاش ہو جائے۔ پھر اگر یہ ملاحظہ کرتا ہے کہ وہ کلام پاک مصحف کیواسطے سے میرے قابو میں ہے جس وقت اس کیطرف توجہ کروں بے تکلف زبان پر لا سکتا ہوں اور جس وقت چاہوں جان و مال خرچ کیئے بغیر

اسں کو ہاتھ لگا سکتا ہوں اور اپنے سینے پر رکھ سکتا ہوں۔ البتہ اس کو اسں ملاحظہ کے سبب سے اپنے حال پر نہایت تعجب اور بڑی حیرانی آتی ہے جیسے ایک بڑا قیمتی یاقوت ایک بے حقیقت مفلس کے ہاتھ جاتا ہے۔ پس اگر اسکو دیکھتا ہے تو اس یاقوت کی درخشانی کی وجہ سے اس کی نظر خیرہ ہو جاتی ہے اور اگر اپنی مفلسی اور کم مائیگی کا خیال کر کے اس امر کا تصور کرتا ہے کہ میں اس کا مالک ہو گیا ہوں تو حیرت اور تعجب کے جنگل میں سرگرداں ہو جاتا ہے۔ اور جب اس کلام پاک کی عظمت جیسی چاہیئے اس کے ذہن میں قرار پذیر ہو گئی اور اسی کلام پاک کے سبب سے اس صمد بے نیاز کی بارگاہ عالی جاہ میں اپنا ارتباط اچھی طرح سمجھ لیا تو اب چاہیئے کہ توبہ کا عزم مصمم کرے اور اس کا طریق یہ ہے کہ ایام متبرکہ میں سے کوئی دن اختیار کر کے قرآن مجید کو اپنے ہمراہ لے کر ایک خالی میدان میں داخل ہو جائے اور بارگاہ رب العالمین میں نیاز بے انداز اور الحاح بے قیاس بجا لا کے کہے کہ اے بارخدایا! میں ہر طرح سے عاجز ہوں اور تو ہر چیز پر قادر ہے توبہ جو راہ نبوت کا پہلا قدم ہے مجھے عنایت فرما اور اس عنایات بے نہایات کو ملاحظہ فرما نہ میری بے لیاقتی اور نا استعدادی سے کہ لیاقت اور استعداد بھی تیرے ہاتھ میں ہے۔

تو چوں ساقی شوی در و تنک ظرفے نمی ماند

بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحل ہا!!

بعد ازاں نماز تسبیح گناہوں کا کفارہ ہونے اور حصول حقیقت توبہ کی نیت سے کمال خضوع اور توجہ دل سے گزارے اور نماز کے اکثر ارکان میں اپنے دل کو طلب تکفیر سیئات اور حصول حقیقت توبہ کی طرف متوجہ رکھے۔ بعد ازاں حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے وہی انعامات اور اس کی ناخوشی کی نہایت قباحت اور منہیات شرعیہ سے کمال تنفر ملاحظہ کرے پس اگر حالت مرقومۃ الصدر اس کے

باطن میں ظاہر ہو جائے اور اس کے ظاہر و باطن کو لے لے اور اس کا تمام خیال دل اور وہم اس حالت میں مستغرق ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ اس امر کو دوسرے دن پر حوالہ کر کے واپس آ جائے پھر دوسرے دن اسی طرح کرے تاکہ وہی حالت ظاہر ہو جائے پھر اس حالت کے اثنا میں کلام مجید کی عظمت اور اپنے اور رب العزت کے درمیان اسکے محکم رابطہ ہونے کو ملاحظہ کرے اور جس وقت اس کلام پاک کی عظمت اور رب تعالےٰ اور اس کے بندوں کے درمیان اس کے اجتناب کرنے کو اپنے ذمہ لازم کر لیتا ہے اور اس التزام کی پختگی کے لیئے اس چیز کی قسم کھاتا ہے جو اس کے نزدیک سب چیزوں سے زیادہ تر محبوب ہے مثلاً اگر مومن پاک ہے تو حق تبارک و تعالےٰ کی قسم کھاتا ہے اور اگر اس کے نزدیک واسطہ ہونے کی عظمت اس کے سینے کو مالا مال کر دے اور اس کلام پاک کی ملابست کی خوشی اور ابتہاج اس کے دماغ کو لبریز کر دے۔ بس اس وقت ایک نظر جو کمال تعظیم دل کے ساتھ ملی ہوئی ہو قرآن مجید پر ڈالے اور کہے الٰہی! میں نے اس کلام پاک کو تیرے حضور اپنا شفیع بنایا اور اسے اپنا وسیلہ گردانا اور اس تیرے حبل متین کے ساتھ اپنے آپ کو محکم باندھا بعد ازاں احکام شرعیہ کی پیروی کرنے اور منہیات شرعیہ سے یعنی جو اس قسم کے طالب کے حق میں منہیات سے ہیں کیوں کہ ایسے شخص کے حق میں بلا ضرورت رخصت شرعیہ پر عمل کرنا بھی منجملہ منہیات سے ہے" پرہیز کرنے کو مجملاً ملاحظہ کر کے عقد توبہ کرے۔ اس کی تصویر اس طرح ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی کام کے واقع کرنے یا کسی چیز سے سب چیزوں سے محبوب اپنا فرزند یا مال یا آبرو یا جان ہے تو اسی چیز کی قسم یاد کرتا ہے جو اس کے نزدیک احب الاشیاء ہے، اور اگر عاشق ہے تو اپنے محبوب کی قسم کھاتا ہے تو البتہ ضرور ایسی مغلظ قسم کھانے کے بعد اس کام کے

Marfat.com

کرنے یا اس چیز سے اجتناب کرنے کا پختہ ارادہ فولادی میخ کی طرح اس کے تہ دل سے اٹھتا ہے اور اس کلام سے مختلط ہوتا ہے جس کو عقد یمین کہتے ہیں اسی طرح کی قوی ہمت اپنے تہ دل سے اٹھا کر اور قرآن مجید سے توسل کر کے اپنی زبان سے کہے کہ بار خدایا میں نے تیری عنایت پہ توکل کر کے اتباعِ شریعت کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور جانب شریعت کو اپنے اور اپنے نفس اور مال اور جان اور آبرو اور فرزند و عیال اور استاد اور پیر اور آقا اور تمام مخلوقات کی جانب پر میں نے ترجیح دی ہے۔ اے بارِ خدایا! میں عاجز محض ہوں اور تیری عنایت پر بھروسہ کر کے اس امرِ عظیم کا التزام اپنے ذمے لازم کر لیا ہے پس محض اپنے کرم سے اس عقد کو پورا کرائیو۔ بعد ازاں ہمیشہ اس شخص کو لازم ہے کہ عقد توبہ کی مراعات کرتا رہے۔ اور اس امر کی طرف ہمیشہ التفات رکھے کہ میں نے ملکِ املاک کے حضور میں جو قادر علی الاطلاق اور عالم السر و الخفیات ہے اور شدید العقاب اور سریع الانتقام ہے اس عقد کو منعقد کیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک سر مو اس سے تجاوز کر جاؤں اور نقض عہد کا داغ ہمیشہ کیلئے میری پیشانی پر باقی رہ جائے مانند اس شخص کے جس نے ایک بادشاہ عالی جاہ صاحب قدرت و انتقام کے محکمہ میں مچلکہ لکھ دیا ہو کہ فلاں چیز کروں گا اور فلاں چیز نہ کروں گا تو البتہ اس شخص کو ہر حرکت و سکون اور ہر قول و فعل میں اس مچلکہ کا لحاظ رہے گا۔ یعنی جب کسی قول یا فعل یا کسی حرکت یا سکون کا قصد اس کے دل میں گزرے گا تو پہلے پہل اس کو عقل کی ترازو میں تولے گا کہ یہ امر اس نوشتہ کے موافق ہے یا مخالف۔ اس تامل کے بعد اس فعل کو وقوع میں لائے گا اور نیز اس طالب کو لازم ہے کہ ایک مناسبت قوی اور خصوصیت زائد بہ نسبت قرآن مجید کے اپنے دل میں مستحکم کرے۔ مثل مناسبت طالب کے اپنے شیخ سے مثلاً جو شخص کہ طریقہ قادریہ میں بیعت کا ارادہ

کرتا ہے ضرور اس کو حضرت غوث الاعظم کی جناب میں ایک اعتقادِ عظیم حاصل ہو جاتا ہے اور جس وقت اس کی بیعت اس خاندان عالی شان میں واقع ہو جاتی ہے اور اعتقاد سابق کی بہ نسبت ایک مناسبت زائدہ اسے حاصل ہو جاتی ہے کہ اپنے آپ کو آنجناب کے غلاموں کے گروہ سے شمار کرتا ہے اور اس عالی جناب کے حلقہ بگوشوں کی جماعت میں اپنے آپ کو داخل کرتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی عظمت کا اعتقاد اگرچہ ایمان کی طرح ہر صاحبِ ایمان پر واجب ہے لیکن اس طالب کو اس کلام پاک سے ایک اور ہی نسبت ہے ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں اسی توبہ کو کسی کسی عزیز کے ہاتھ پر جو اتباع کتاب و سنت اور اجتناب بدعت میں اس زمانہ میں اپنے امثال و اقران میں ممتاز ہو ٹاکرے۔ پس قرآن مجید کو اپنا شیخ حقیقی جانے اور اس عزیز کو شیخ ظاہری پس ضرور ہے کہ قرآن مجید کی اتباع کو اصل جانے گا اور اس عزیز کے اتباع کو اس کی فرع اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ جب اصل و فرع آپس میں متعارض ہوتے ہیں اس وقت فرع درجہ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے یہ ہے تصویر مقام توبہ کی۔ اس وجہ پر جو اس طریق سے مناسب ہے اور اس طرز پر عقد توبہ کرنے میں فوائد عظیم اور منافع جلیلہ ہیں اور عمدہ منافع سے توبہ میں استقامت حاصل ہوتا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ تجربہ صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ جب کوئی طالب کسی عزیز کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو عنایت خداوندی اس بزرگ کی وجاہت کے سبب سے اس طالب کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور گناہ کے ارتکاب کے موافق اور منہیات کی ملابست کے مکان سے طرح طرح کے لطائف ▪ غیبیہ اور حیل قدسیہ سے اس کو باز رکھتی ہے اور یہ امر دو وجہ سے متحقق ہوتا ہے ایک یہ کہ وہ عزیز باوجود وجاہت عند اللہ کے کامل النفس اور قوی التاثیر اور صاحب کشف صحیح ہوتا ہے۔

Marfat.com

پس حق جل و علا اسی بزرگ کو اس طالب کے منہیات منظان میں واقع ہونے پر مطلع کر دیتا ہے اور گناہوں سے اس کے بچانے کا حکم فرماتا ہے پس وہ بزرگ کسی نہ کسی تدبیر سے خواہ نیند میں ہو یا بیداری میں درمیان اس طالب کے اور قبائح کے حائل ہو جاتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حق جل و علا اس سبب سے کہ اس بزرگ پر بڑی عنایت رکھتا ہے غیب الغیب سے ایک لطیفہ ظاہر فرماتا ہے جو اس طالب کی حفاظت کا سبب ہوتا ہے اور یہ لطیفہ بوجہ من الوجوہ اس بزرگ کی طرف منسوب ہوتا ہے اگرچہ اس عزیز کو اس معاملہ پر مطلق اطلاع نہ ہو بلکہ اس لطیفہ کا اس طور پر ظاہر ہونا کہ اس بزرگ کی طرف منسوب ہو محض اس بزرگ کی زیادہ وجاہت کیلئے پردہ غیب سے ظاہر ہوا ہے جیسے منقول ہے حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب زلیخا کے ساتھ خلوت میں تنہا ہوئے اور اس عاشقہ تباہ حال نے حصول وصال میں طمع کیا تو اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت دانتوں میں انگلی لیئے ہوئے یوسف علیہ السلام کے سامنے ظاہر ہوئی اور اس معاملہ کے درہم برہم ہو جانے کا سبب بن گئی حالاں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے حال سے مطلق خبر نہ تھی بلکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے بحکم خداوندی، حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت میں ظاہر ہو کر اس معاملہ کو توڑ تاڑ دیا جب یہ دونوں وجہیں ذہن نشین ہو گئیں پس جاننا چاہیے کہ یہ دونوں وجہیں اسطرح قرآن مجید میں اس متحقق اور ثابت ہیں کہ کسی ممکن میں متصوّر نہیں کیوں کہ حقیقت قرآنی ایک امر ہے امور قدسیہ سے کہ حقائق امکانیہ میں کسی کے ساتھ اسکو مشابہت نہیں اس لیئے کہ وہ ممکن اور واجب کے درمیان ایک برزخ ہے اور اس کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس حد تک ہے کہ کسی کو اس کا ادراک بھی ممکن

Marfat.com

نہیں۔ اس وجاہت کے حاصل ہونے کا تو کیا ذکر ہے کیوں کہ یہ کلام منجملہ صفات ازلیہ اور کمالاتِ ذاتیہ حضرت حق سبحانہ کی ہے اور جو علاقہ صفات اور ذات کے درمیان ہے اس کا تصور ممکن نہیں پس ضرور ہے کہ حضرت حق کی عنایت اس طالب کی حفاظت کی طرف بہ اکمل وجوہ متوجہ ہوگی خواہ پہلے طریق سے خواہ دوسرے طریق سے یعنی اس طالب کی حفاظت یا تو اس طریق سے ہوگی کہ اسی حقیقت قرآنیہ کی طرف جو کہ لوح مقدس ہے اس طالب اور امور منکرہ کے درمیان بوجہ من الوجوہ خواب میں یا بیداری میں حیلولت واقع ہو جائے گی یا اس طریق سے کہ حق جل وعلا بذات خود بہ واسطہ ملائکہ یا ارواح مقدسہ کے بہ سبب توسل قرآن کے اس طالب کی حفاظت کرے گا

دوسرا افادہ

جب کہ طالب راہ نبوت نے مقام توبہ میں رسوخ حاصل کر لیا تو اسے لازم ہے کہ مقام ذکر ایمانی اور مراقبہ صمدیت میں قدم ہمت راسخ کرے اور ذکر ایمانی کا طریق یہ ہے کہ اول قرآن مجید اور اذکار منقولہ وادعیہ ماثورہ کے معانی لغویہ کی تحقیق کرے اگر خود فنون عربیت کا عالم ہے تو بہتر ورنہ اس امر کو اس فن کے محققین سے جو صاحبان اعتبار اور اولوالایدی والابصار ہوں اور معانی لغویہ کے حاصل کرنے میں عرب اوّل کی لغت کے سوا اور کسی کی طرف التفات نہ کرے اور فنون ادب کے متعمقین کی موشگافیوں پر جنہوں نے فضیلت نمائی کیلئے اپنے آپ کو محققین عربیت سے قرار دیا ہو اور اکثر اہل اسلام پر مقصود کا راستہ گم کر دیا ہے فریفتہ نہ ہو کہ وہ بدعت محض اور لہو ولعب میں عمر کا ضائع کرنا ہے،

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی!\
کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

بعد ازاں خلاصہ ان معانی کا اور تفصیل ان مضامین کی جس طرح پہلے باب میں

Marfat.com

مذکور ہوئی ہے ملاحظہ کرے اور اس کو تہِ دل میں مستحکم کرے اور اس ملاحظہ کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت اور اذکار اور ادعیہ ماثور کا زبان سے مابین الجہر والاخفا اکثر اوقات میں پڑھنا شروع کرے لیکن جہر مفرط اور اخفائے مفرط پس وہ بعض بعض اوقات میں مفید ہوتا ہے اور اس کی عادت کرلینا چنداں مفید نہیں اور جہر مفرط کی حد مثل اذان اور تلبیہ سے سمجھنی چاہیے اور اخفائے مفرط کی حد کان سے تصور کرنی چاہیئے اور وسط کی حد کو اس کلام پر قیاس کرنا چاہیئے جو لوگوں کی آپس میں اہل ادب کی محفلوں اور ارباب تمیز کی مجلسوں میں واقع ہوتی ہے اور معلوم کرنا چاہیئے کہ ذکر ایمائی سے مقصود صرف کثرت ذکر کی یا مجاہدہ نفس کا یا صرف ضبط اوقات کا نہیں بلکہ مقصود اس سے اس حالت کا پیدا کرنا ہے جو باب اول میں مذکور ہوئی ہے پس جب تک وہ ذکر متحقق ہو تب تک تو اس ذکر کو ذکر ایمائی سمجھنا چاہیئے لیکن بدون تحقیق اس حالت کے اس ذکر کو منجملہ ریاضیات نفسانیہ کے شمار کرنا چاہیئے ۔ الغرض ذکر ایمائی میں اتنی کثرت نہ کرنی چاہیئے کہ ذاکر کی طبیعت اکتا کر ملول اور بند ہو جائے بلکہ تدریجاً نفس کو اس کا عادی کرنا چاہیئے لیکن مراقبہ صمدیت ۔ پس جاننا چاہیئے کہ اس کے اصل مبادی جس طرح پہلے اور تیسرے باب میں مذکور ہوئے وہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے انعامات اور اس قادر مطلق کے عجائبات قدرت کا ملاحظہ ہے لیکن خوشی اور فرحت کا ہیجان اور اپنے قصور اور احتیاج کا ظہور اور حضرت حق کی عظمت کا انکشاف اور اس حکیم مطلق کی حکمت کا اذعان جو مراقبہ صمدیت

ف یعنی نہ بہت پکار پکار کر پڑھے اور نہ بہت آہستہ بلکہ بین بین ۱۲

ف یعنی جو کان سے نہ سنائی دے وہ اخفائے مفرط میں داخل ہے ۔ ۱۲

Marfat.com

کا اصل ٹھکانہ ہے۔ وہ ابتدائے احوال میں نعم مشترکہ اور تاثیرات عادیہ کے ملاحظہ کے سبب سے حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً مینہ برسانا اور کھیتوں کا اگانا اگرچہ بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے لیکن چونکہ اس نعمت میں تمام افرادِ انسانی شرکت رکھتے ہیں لہٰذا اس امر کے ملاحظہ سے ایک عامی شخص کو حالت مرقومۃ القصدر نہیں پیدا ہوتی اور اسی طرح آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور اجرام نیرہ فلکیہ کا موجود کرنا اگرچہ قدرت ظاہر کے اعظم آیات اور حکمت باہرہ کے آثار اور عظمت قاہرہ کے علامات سے ہے لیکن چونکہ امور مذکورہ اکثر اوقات انسان کے سامنے رہتے ہیں اس وجہ سے ان امور کے ملاحظہ سے اس کے ذہن کو کمالات حضرت حق کی طرف انتقال واقع نہیں ہوتا اسی لیے طالب پر لازم ہے کہ ان خاص نعمتوں کا ملاحظہ کرے جو اس کے اپنے نفس اور اس کے امثال کے شاملِ حال ہیں اور ان عجائبات قدرت کا ملاحظہ کرے جو برخلاف عادت ظہور میں آئے ہیں اور جو قصص ایسے مضامین پر شامل ہوں ان کو مکرر سہ کرر گوشِ ہوش سے سنے اور اور ان کو بار بار اپنی بصیرت کے منہ سامنے حاضر کرے اور دم بدم اپنے آپ کو اس عظیم بالاستحقاق کی عظمت کے سمندر میں غرق اور منعم علی الاطلاق کے انعامات کے بادیہ میں متحیر کرے تاکہ مراقبہ صمدیت کا سررشتہ ہاتھ میں آئے اور جب مراقبہ صمدیت اس طریق پر جو کہ باب اوّل اور باب ثالث میں مذکور ہوا ہے۔ اسکے ذہن نشین ہو جائے تو اسے ذکر ایمانی سے مخلوط اور ممزوج کرے اور اگر ممکن ہو تو ذکرِ ایمانی کے اثنا میں مراقبہ صمدیت کرے ورنہ بعض اوقات ذکر اور بعض اوقات فکر میں مصروف کرے اور ابتدائے حال میں فکر کو ذکر سے اہم جانے اور ذکر ایمانی اور مراقبہ صمدیت میں سے ہر ایک کیلئے بعض امور تائید کرتے ہیں۔ ان مؤیدات کے سبب سے ذکر و فکر کو رونق ہوتی ہے اور اس کے آثارِ قوت اور جلدی سے ظہور پذیر

ہوتے ہیں اور بزرگ ترین مویدات سے خدمت خلق ہے خصوصاً یتیموں اور غریبوں
اور مفلسوں اور مسکینوں کی خدمت اور اہل حوائج کی حاجات کا پورا کرنا اور مریضوں اور
بیماروں کی خبر گیری کرنا غرض ان لوگوں کے حق میں سعی کرنا جو اپنی حاجتوں کے
حاصل کرنے سے عاجز و درماندہ ہوں اور حصول مطلب کے دروازے ان کے منہ پر
بند ہو گئے ہوں اعلیٰ درجہ کا موید ہے۔ آخر کلام یہ ہے کہ جب ذکر اور فکر پر
مداومت اور مواظبت کرے گا تو سعادت دارین یعنی حب ایمانی کے خزانوں کی
کنجی اس کے سپرد ہو جائے گی اور اسی حب کا پیدا ہونا ذکر اور فکر کے کامل کرنے
کی علامت ہے۔ یعنی اس حب کے پیدا ہونے کے سبب سے معلوم ہو جائیگا کہ
ذکر اور فکر اپنے کمال کو پہنچ گیا ہے۔

تیسرا افادہ

جب حب ایمانی اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے اس وقت طالب کی ہمت کا
بلند پرواز طائر اس راہ کے مشہور ترین نشان اور اس طریق کے واضح ترین علامات پر
جس کا نام فنائے ارادت ہے پہنچ جائے گا چنانچہ باب اول میں اس بات کا مذکور
ہو چکا ہے اور اسی کمال کا حاصل ہو جانا حب ایمانی کے مکمل ہونے کی علامت ہو۔
واضح ہو کہ نفس کا ارادہ سے خالی ہو جانا راہ نبوت میں بمنزلہ شغل نفی کے ہے۔ راہ
ولایت میں کہ یہ دونوں شغل ان دونوں طریقوں کے اصل الاصول ہیں بیان اس کا
اس طرح ہے کہ سلوک راہ نبوت کا کمال یہ ہے کہ بندہ اپنے مولیٰ کا کامل درجہ
مطیع و فرماں بردار ہو جائے اور علاقہ عبودیت نہایت مضبوط اور مستحکم ہو جائے
اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو پتھر اور لکڑی کی طرح اپنے مولیٰ کے
ہاتھ میں تصور کرنا اور اپنے نفس کی لوح کو ارادوں اور عزیمتوں کے نقش سے

Marfat.com

پاک صاف کر دینا پر لے سرے کا انقیاد اور استحکام علاقہ عبودیت کا قوی تر مرتبہ ہے ہاں بعض اوقات بعض فرماں بردار بندے اپنے عقل اور تدبیر کی مداخلت کے سبب اپنے مولی کے دربار میں وجاہت حاصل کر لیتے ہیں لیکن اس وجاہت کا حاصل کرنا اسی صورت میں متصور ہے کہ بندہ اپنے مولی سے بڑھ کر عقلمند ہو۔ پس مولے کسی چیز کا امر فرماتا ہے اور یہ خیر خواہ بندہ اپنی ہوشیاری کے سبب سے جانتا ہے کہ اس حکم کی تعمیل میں مولی کے کارخانوں میں سے کوئی کارخانہ برباد ہو جائے گا پس اگر یہ غلام اس وقت بھی تعمیل فرمائش پر اکتفا کرے اور اپنی عقل اور سمجھ کو دخل نہ دے تو بیشک ملامت اور عتاب سے وہ بالکل بری اور معذور ہے اور اگر اپنے عقل اور فہم کیمطابق کسی قدر مداخلت کرے اور اس مداخلت کے سبب سے کوئی معاملہ معاملات مولی سے خراب نہ ہو پس اگرچہ شرعاً عتاب اور ملامت کا محل ہو گا لیکن اصلاح معاملات مولے میں کوشش کرنے کے سبب جو خیر خواہی کی علامت ہے اپنے مولی کے حضور میں ایک خاص قسم کی وجاہت حاصل کر لے گا اور جب یہ معاملہ عبودیت کا جاہل اور نادان غلام اور مولائے حکیم علی الاطلاق اور عالم السر والخفیات کے درمیان ہو پس اس جگہ سوائے فرماں برداری اور تعمیل حکم کے کسی اور راستہ میں چلنا اپنے آپ کو ہلاکت اور گنہ گاری کے خطرہ میں ڈالنا ہے اور اس جگہ ایک نکتہ ہے جس کا جاننا نہایت ضروری ہے اور وہ ارادہ سے خالی ہونے کی اقسام کا بیان ہے پس جاننا چاہیئے کہ ارادہ سے خالی ہونا تین قسم پر ہے۔ قسم اوّل اور وہ سالکین راہ ولایت کی مقصود ہوتی ہے وہ عبادت ہے خواہش اور ارادہ کے بطلان سے بیان اس کا اس طرح ہے کہ انسان کو مقام فنا میں رسوخ حاصل ہونے کے سبب سے ہر شے کی خواہش اور رغبت باطل ہو جاتی ہے اور توحید افعالی کے انکشاف کے سبب سے عزم اور ارادہ کی بیخ کاٹی جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو تقدیر کے

Marfat.com

ہاتھ میں بس اس طرح سمجھے جیسے لکڑی یا پتھر اور جماد بیجان کی طرح اپنے آپ
سے گئے گزرے ہوتے ہیں اور گویا اپنے آپ کو فراموش کردیتے ہیں۔ دوسری قسم اور وہ
راہ نبوت کے ابتدائی سالکوں کے نصیب ہوتی ہے اور وہ اپنے ارادہ کو حق جل وعلا کے
ارادہ کے تابع کر دیتا ہے۔ بیان اس کا اس طرح ہے کہ یہ لوگ خواہش اور رغبت
اور ارادہ اور شہوت سے خالی نہیں ہوتے اور ان کی عزم وارادت بالکل باطل نہیں
ہوتی بلکہ امور مرغوبہ کی طرف رغبت اور مکروہ چیزوں کے پیش آنے سے نفرت ان کے
دل سے جوش مارتی ہے لیکن اپنے مولےٰ کی رضا جوئی کیلئے اس خواہش اور رغبت
اور کراہت اور نفرت کو بدون اجازت مولیٰ کے جاری نہیں کرتے اور اپنے ارادہ کو
موافق اقتضائے طبیعت کے ہرگز استعمال نہیں کرتے اور یہ سب کچھ اپنے مولےٰ کی
رضا چاہنے کیلئے اپنے اوپر پسند کرتے ہیں۔ تیسری قسم اور وہ ان لوگوں کا حصّہ ہے
جو راہ نبوت کے عالی منصبوں پر پہنچے ہوئے ہیں اور وہ اپنے مولےٰ کی طرف سے امر
کے صادر ہونے کے انتظار میں رہتے ہیں اور اپنے ارادہ کو معطل اور بے کار رکھتے
ہیں۔ بیان اس کا اس طرح ہے کہ چونکہ اس راہ سے بلند منصب والوں پر رحمت ربّانی
اور حکمت حقانی منکشف ہوجاتی ہے۔ یعنی اپنے ترِ دل سے اس امر کو جان لیتے
ہیں کہ جو کچھ الانسب والاولیٰ ہے حکمت الٰہی اسی کا تقاضا کرتی ہے اور کسی اولےٰ
اور الانسب کو حکمتِ خداوندی فروگذاشت نہیں کرتی اور ہم جیسے فرماں بردار بندوں کو
ہرگز رحمت الٰہی مہمل اور معطل نہ چھوڑے گی بلکہ ہم بندوں کے حق میں جو کچھ اولیٰ اور
انسب ہے اسی کام میں ہم کو لگادے گی۔ اور اس کام کا ہمیں حکم دے گی اس لیٔے اپنے
عقلوں اور ارادوں کو کارِ نجات الٰہیہ میں دخل دینا محض لغو اور بیفائدہ کام ہے پس
جو شخص اس مولائے علیم ورحیم وعلیم کے بندوں کے زمرہ میں منسلک ہو اس کا کام
یہی ہے کہ اپنے عقل وارادہ کو اس کے کارخانے میں مطلق دخل نہ دے بلکہ اپنی
نظر کو اپنے مولیٰ کے پہرے کے برابر سی کر اس کے حکم کا منتظر ہو اور اپنے مولےٰ کی

Marfat.com

خدمتوں میں سے کسی خدمتِ معینہ کو اپنی رائے سے اپنے اوپر لازم نہ کرے اور وہ خاص خدمت اپنا شعار نہ بنا لے بلکہ خدمت حاضر باشی اور دوام ملازمت کو اپنا شعار بنائے اور اپنے مولٰے کی اوضاع و اطوار سے اس کی مرضی کو پہچان کر ہمیشہ اس کی نظر کے روبرو اپنے آپ کو حاضر رکھے اور ہر وقت اس کے حکم کے صادر ہونے کا منتظر رہے تاکہ جو کام اس کے مولٰے کی طرف سے صادر ہو اسی کام میں اپنے آپ کو کمال چستی اور چالاکی سے لگائے۔

چوتھا افادہ

جب فنائے ارادہ اپنے کمال کو پہنچ جائے اور اس کی علامت یہ ہے کہ طالب محدثین اور شہداء کے زمرے میں داخل ہو جائے اس وقت مراقبہ عظمت شروع کرے بیان اس کا اس طرح ہے کہ جس طرح سالکان راہِ ولایت پہلے ملکہ یادداشت کے حاصل کرنے میں کوشش کرتے ہیں یعنی ہمیشہ حضرت حق سبحانہ وتعالٰے کی طرف دل کی توجہ لگی رہنا اور بعد اس کے کہ یادداشت کا ملکہ ان کے نفس کی صلب میں راسخ ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کو بعض صفات کے ساتھ ممزوج کرتے ہیں جیسے اس ذاتِ منبع البرکات کا تمام کائنات پر احاطہ کرنا یا مظاہرِ متعددہ میں ظاہر ہونا یا کثرت کونیہ کا اس ذات سے صادر ہونا یا اس طالب کی نسبت اس ذات کا قرب اور معیّت وجودیہ۔ اسی طرح اس طالب یعنی طالب راہ نبوت کو چاہیئے کہ بعد حصول ملکہ یادداشت کے صفت سلطنت اور حکومت کو ضم کرے اور مضمون آیتہ

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ ـ

ف یعنی اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اسی کا ہے جو بستا ہے رات میں اور دن میں اور وہ اللہ ہے آسمانوں اور زمین میں جانتا ہے تمہارے چھپے اور کھلے کو۔

Marfat.com

کو ملاحظہ کرے اور معیت اور قرب علمی کو اپنے پیش نظر رکھے اور اُس کی حکومت اور
سلطنت کا انبساط آسمان اور زمین پر اور سمندر اور خشکی پہ اور آبادی اور ویرانہ اور
مرکب اور بسیط اور اپنے اندر اور باہر ہر جگہ برابر اور مساوی سمجھے۔ پس حرکت
اور سکون کہ اس سے یا اس کے غیر سے صادر ہو صرف اس حرکت یا سکون کے صادر
ہونے سے یہ مضمون اس کے تہ دل سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ اسکو حق تبارک وتعالیٰ
جانتا ہے اور دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو خلوات[1] اور جلوات بلکہ تمام حالات میں
اکیلا اور تنہا نہ سمجھے بلکہ اس کا حال اس آدمی کے حال کی طرح ہوتا ہے کہ اسکے
ہمراہ ہمیشہ ایک ایسا شخص لگا رہتا ہے کہ اسکو اس آدمی کے ساتھ علاقہ ابوت کا
بھی ہے اور علاقہ تربیت کا بھی اور علاقہ ولایت کا بھی ہے اور علاقہ سلطنت کا بھی
ہے اور علاقہ آقائی کا بھی ہے اور استاذی اور پیری کا بھی اور علاقہ محبّیت
کا بھی اور محبوبیت کا بھی اور یہ سالک صرف قرب وجودی پر اکتفا نہ کرے۔ یعنی
محض اس قدر جان لین کہ فلاں شخص میرے ساتھ موجود ہے اس راہ میں کفایت
نہیں کرتا بلکہ یہ بھی جانے کہ وہ دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے اور مطیع کی اطاعت
اور مخلص کا اخلاص قبول فرماتا ہے اور اس پر تحسین اور آفرین کرتا ہے اور آخرت
میں ثواب جزیل اور دنیا میں قرب اور وجاہت اس پر عطا فرماتا ہے اور اس کو
اپنے خاص غلاموں کے گروہ سے شمار کرتا ہے اور گنہ گار کی نافرمانی کو رد کرتا ہے اور
اس پر لعنت اور نفرین بھیجتا ہے۔ اور آخرت میں عذاب شدید اور دنیا میں
دوری اور خواری اس کے نصیب ہوتی ہے اور اسکو کافر نعمتوں کے زمرے سے

---

[1] خلوات جمع خلوت بمعنی تنہائی، جلوات جمع جلوت بمعنی ظہور

Marfat.com

شمار کرتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو سہل سی طاعتوں کے سبب سے جو کمال اخلاص اور نہایت فرماں برداری سے ملی ہوئی ہوں معاف کر دیتا ہے اور بڑی بڑی بندگیاں چھوٹے چھوٹے گناہوں کے سبب سے جو خباثت نفس اور مخالفت حق سے ملے ہوئے ہوں حبط اور برباد کر دیتا ہے۔ غرض کہ نکتہ گیری اور نکتہ نوازی اس کی شان ہے۔ یہ مت سمجھنا کہ مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ طالب راہ نبوت کو لازم ہے کہ اس مضمون کو تفصیل وار اپنے ذہن میں تصور کرے۔ حاشا و کلا تصورات عقلیہ سے کیا کام نکلتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ حال اس طالب کا اپنے تمام احوال میں اس شخص کے حال کی طرح ہو جائے جو ایسے شخص کا ملازم ہو جس کے اوصاف پہلے مذکور ہو چکے ہیں اور اسی طرح حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی سلطنت کے تمام کائنات پر انبساط کے ملاحظہ سے صرف یہی مقصود نہیں کہ اس کو اپنے ذہن میں تصور کر کے فقط اذعان عقلی کرے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس طرح آفتاب کاریت کے ذرات میں سے ہر ذرہ میں اور بحر ذخار کی امواج میں چمکتا ہے اور دیکھنے والے کے خیال میں اس طرح گزرتا ہے کہ ایک نور کا دریا موجزن ہے۔ اسی طرح فیض رحمان کی تدبیر واحد جو تمام کائنات پر مبسوط ہے جہان کے ذرات میں سے ہر ذرہ میں جلوہ گر ہو اور تمام علویات اور سفلیات میں بلحاظ مجموعی و فرادی نمایاں ہو جائے۔ مثلاً زمین کے جس قطعہ پر اور آسمان کے جس حصّہ کے نیچے کھڑا ہو اس کا حال اس شخص کے حال کی طرح ہو جس کا ہاتھ پکڑ کر ایک شخص نے دریائے ذخار کے محاذات میں زمین اور آسمان کے درمیان لٹکا رکھا ہو پس اگر وہ دریا کی طرف دیکھتا ہے تو اسکو اس قابل نہیں دیکھتا کہ اس کا بوجھ اٹھا سکے اور اگر ہوا کو دیکھتا ہے تو اس کو بھی ایسا ہی جانتا ہے اور اگر آسمان کو دیکھتا ہے تو وہاں تک اپنا پہنچنا محال سمجھتا ہے پس اپنے ثابت رہنے کا سبب اس شخص کے سوا کوئی دوسری چیز اس کے

ذہن میں نہیں آتی۔ پس اپنے پختہ یقین سے جانتا ہے کہ جب تک اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا ہے کسی چیز کی مضرت مجھے نہیں پہنچ سکتی خواہ بحرِ زخار کی موجیں ہوں یا ہوا کے جھونکے اور آندھیاں اور اگر وہ شخص میرا ہاتھ چھوڑ دے گا تو تمام جہان میرے لیئے ہلاکت گاہ ہے۔ کیوں کہ دریا کی جس موج پر گروں گا وہیں ڈوب جاؤں گا۔ اور اس امر میں یعنی میرے غرق کرنے میں امواج دریا میں سے کسی موج کی خصوصیت نہیں اور یہ ملاحظہ اس کے ذہن میں اس قدر مستحکم ہو کر بیٹھ جائے کہ اگر شیر درندہ یا مست ہاتھی اس پر حملہ کرے یا اس کا دشمن ننگی تلوار اس کے گلے پر رکھ دے اس حالت کے اثناء میں وہ طالب یقیناً جان نثار ہے کہ جب تک حضرت حقؔ، سبحانہ وتعالیٰ نے قدرت کا ہاتھ میری محافظت سے نہیں اٹھایا تب تک ان امور سے کچھ ضرر مجھے نہیں پہنچے گا اگرچہ ظاہر حال قطعی الوصول ہوں اور جس وقت اس حافظ مطلق نے محافظت کا ہاتھ میرے سر پر سے اٹھالیا اس وقت ہر چیونٹی پائیمال اور ہر مگس بیکس میرے ہلاک کرنے میں کافی ہے یہی وجہ ہے کہ اس طریق کے پیشواؤں نے جو اس مراقبہ کے خلاصہ سے کامیاب ہوئے ہیں جیسے انبیاء کرام اور ان کے وارثان عظام بڑے بڑے بادشاہوں کے ساتھ باوجود قلت انصار، و اعوان کے بے پروا مقابلے کیئے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ مشہور و معروف ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ اس طالب پر بہ سبب قرب اسباب ہلاکت کے خوف اور ان کے بُعد کے سبب سے اطمینان ہرگز طاری نہیں ہوتا کیوں کہ یہ امر تو لوازم بشریّت سے خالی ہونے کے حکم میں ہے اور لوازم بشریّت سے خالی ہونا دارِ دُنیا میں خصوصاً راہ نبوت کے طالبوں کے حق میں جس کا خلاصہ تکمیل فطرت انسانی ہے ممکن نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ اسباب مہلکہ کے قرب و بعد کے سبب سے ایسا خوف اور اطمینان جو

Marfat.com

تہ دل سے صادر ہو اور عقل و ہوش کو پراگندہ کرے اس طالب پر طاری نہیں ہوتا بخلاف خوف اور اطمینان طبعی کے اور اس امر غامض کی توضیح یعنی خوف قلبی اور طبعی کے درمیان امتیاز کرنا ایک تمثیل کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ جس طرح کوئی شخص لکڑی ہاتھ میں لے کر اپنے بیٹے کی آنکھ کی طرف متوجہ کرے اور کہے میں یہ لکڑی تیری آنکھ میں ہرگز نہ ماروں گا میرا مقصود صرف تیرا امتحان لینا ہے پس جب تک وہ لکڑی اس کی آنکھ سے دور ہے کچھ تغیر اس لڑکے کے حال میں راہ نہیں پاتا اور جب وہ لکڑی آنکھ سے قریب ہو جاتی ہے ایک قسم کا تغیر اس کے شامل حال ہوتا ہے اس لیئے بے اختیار اس کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں حالاں کہ اس کے دلی یقین میں اس لکڑی کے دور اور نزدیک ہونے میں کچھ فرق نہیں کیوں کہ وہ یقیناً جانتا ہے کہ اس لکڑی کا ضرر مجھے ہرگز نہیں پہنچے گا خواہ قریب ہو خواہ بعید اسی لیے اس کے دل میں پریشانی اور بے قراری راستہ نہیں پاتی اور اندھا ہونے کا خوف اس کے ذہن میں نہیں گزرتا۔ پس اسی طرح یہ طالب صادق تمام کائنات کو حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے ہاتھ میں لکڑی اور پتھر کی طرح جانتا ہے اور تمام موجودات کو اس کی عظمت کا مقہور سمجھتا ہے۔ اگرچہ خوف و اطمینان طبعی امور ضارہ اور نافعہ کے قرب و بعد کے سبب سے اس پر طاری ہو جاتا ہے۔ کیا تو نے حضرت ذکریا علیہ السّلام کا قصہ قرآن مجید میں نہیں سنا کہ آنجناب نے باوجود اپنی کلاں سالی اور اپنی بی بی کے بانجھ ہونے کے جناب واہب العطیّات جلّ جلالہٗ سے سعادت مند بیٹے کی درخواست کی اور اثنائے طلب میں آپ کو باوجود موانع کے بیٹے کے پیدا ہونے سے کچھ کسی قسم کا استبعاد عارض نہ ہوا۔ ورنہ ایسی دعا جو تہ دل سے صادر ہوتی ہے آپ سے متصوّر نہ ہوتی اور جب غیب سے فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت ملی اس وقت حصول ولد کے استبعاد کا کلمہ آپ

Marfat.com

کی زبان ہدایت نشان سے صادر ہوا کہ فرمایا رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ کَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا ۝
یعنی اے میرے رب میرے کیوں کر بیٹا پیدا ہوگا حالاں کہ میری بی بی بانجھ ہو چکی ہے اور میں اپنے بڑھاپے سے نہایت کلاں سالی کو پہنچ گیا ہوں

پانچواں افادہ

جب مراقبہ عظمت اپنے کمال کو پہنچ جائے اور اس کے کمال کی علامت یہ ہے کہ توکل کی روح جو کہ باب اوّل میں مذکور ہوئی ہے اس کے ہاتھ سے لگ جائے اور بعض ارباب کمال اس مقام میں زمرۂ اہلِ خدمات میں بھی داخل ہو جاتے ہیں اس وقت مراقبہ الوہیت کو شروع کرے۔ اس کی تصویر یہ ہے کہ حق تبارک وتعالےٰ کے شیون بے شمار ہیں۔ منجملہ ان کے شان حلم کی ہے کہ باوجود مخالفین کے سخت مخالفت کرنے کے ان کے مؤاخذہ اور پاداش میں جلدی نہیں فرماتا اور منجملہ ان کے شان عفو ہے کہ ہر چند گنہ گار لوگ فاحش ترین قبائح اور بزرگ ترین معاصی کے مرتکب ہو جاتے ہیں لیکن جب نیاز کی پیشانی نہایت انکسار کیساتھ اس کی دہلیز پر آرگڑتے ہیں۔ اور اخلاص دل سے توبہ کرتے ہیں تو البتہ وہ رحیم مطلق ان کے گناہوں سے درگزر کر کے اس تائب کو اپنی کنف رحمت میں کمال عنایت اور مہربانی سے پرورش کرتا ہے اور اس ناشائستہ گناہ کو نسیاً منسیاً کر دیتا ہے اور عذاب کو انعام سے بدل دیتا ہے اور منجملہ ان کے شان فیض عموم کی ہے جیسے برسانا اور کھیتوں کا اگانا وغیرہ وغیرہ کہ کامل اور ناقص اور مطیع اور عاصی اور محب اور معاند اور مکلف اور غیر مکلف اس میں شرکت رکھتے ہیں اور اس کے دریائے رحمت نے سب کو گھیر لیا ہے اور آیت وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اس عموم رحمت کے بیان

اور میری رحمت میں ہر چیز کی سمائی ہے

سے ایک حرف ہے اور منجملہ شیون الٰہی کے شان وسعت ہے کہ نفس کاملہ انسانیہ میں وسعت حوصلہ اس کا ایک نمونہ ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ جس طرح بعض نفوس کاملہ بشریہ وسعت صدر میں نہایت اعلیٰ درجہ پر واقع ہوتے ہیں کہ مختلف امور کے ہجوم اور رنگارنگ معاملات کے درپیش ہونے اور طرح طرح کے کارخانوں کے اہتمام سے تنگدل اور پراگندہ خاطر نہیں ہوتے بلکہ ہر امر کی طرف توجہ مبذول رکھتے ہیں اور ہر ایک معاملہ کو بخوبی سرانجام دیتے ہیں اور ہر ایک کارخانہ کو اسی حد پر رکھتے ہیں جو اس کے ساتھ سزاوار ہے نہ اس قدر افراط کرتے ہیں کہ تمام ہمّت سے ایک ہی کارخانہ کے اہتمام میں غرق ہو جائیں اور دوسرے کارخانوں کو برباد کر دیں یا ایک کارخانے والوں کو اتنا تسلّط دیدیں کہ دوسرے کارخانے والے رعایا کی طرح ان کے ہاتھ میں مقہور ہو کر اصل مالک کارخانہ کو فراموش کر دیں، نہ اتنی تفریط کریں کہ کارخانہ بالکل بے رونق ہو جائے اور اس کارخانہ کے کارندے ذلیل وخوار ہو کر گمنام اور بیکار بیٹھ رہیں اور اسی طرح لوگوں کے ساتھ میل ملاقات کرنے میں بڑی وسعت رکھتے ہیں کہ ہر ایک مزاج اور استعداد والے اور ہر قسم کی غرض اور حاجت والے کے ساتھ اس وضع سے پیش آتے ہیں کہ اس کے مناسب حال ہے اور اس قسم کا معاملہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس شخص کی استعداد کا پیالہ پر ہو جاتا ہے اور اس کے ذہن اس طرح بیٹھ جاتا ہے کہ جو خصوصیت مجھے ان کے ساتھ حاصل ہو گئی کسی دوسرے کو اگرچہ خدمت اور مرتبہ میں مجھ سے اعلیٰ اور افضل نہیں ہوئی

الغرض اس کلام کے مغز کو دریافت کر کے وسعت حوصلہ کے معنی کو خوب

Marfat.com

ذہن نشین کرنا چاہیئے۔ بعدازاں سمجھنا چاہیئے کہ جس قدر کارخانہ خدائی اور ان نفوس کاملہ میں فرق ہے اسی قدر وسعت الٰہی اور ان بزرگوں کے وسعت حوصلہ میں فرق ہے اور جس کسی نے وسعت الٰہیہ کا معنی خوب سمجھ لیا وہ جس قدر رنگا رنگ کارخانوں اور گوناگوں معاملات پر اطلاع پائے گا اسی قدر انبساط وسعت الٰہیہ اس کے ذہن میں قرار پکڑے گی اور منجملہ شیون الٰہیہ کے دشمنوں کی دشمنی کی پرواہ نہ کرنا ہے کیوں کہ حضرت حق کے دشمن اور اس جوّاد مطلق کے کافر نعمت اس منعم حقیقی کی مخالفت اور اس مالک تحقیقی کے اوامر کی نافرمانی اور اس کے احکام شرعیہ کے مقابلہ اور انبیاء علیہم السّلام کی تحقیر میں کس قدر کوششیں کرتے ہیں اور وہ جواد مطلق اپنی بخشش اور جود کا دروازہ ان بدبختوں پر بند نہیں کرتا اور اپنی ولایت اور کفالت کی حفاظت سے ان کو نہیں نکالتا بلکہ اگر بطریق تادیب کے ایک طرح سے ان پر مؤاخذہ کرتا بھی ہے تو اور ہزاروں طریق سے بے شمار نعمتوں کا ان پر فیضان کرتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ دنیا میں اس کا مؤاخذہ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے جیسے مہربان باپ اپنے نافرمان بیٹے کو ادب سکھاتا ہے کہ اگرچہ بظاہر وہ مہربان باپ بمقتضائے حکمت وحکومت عاق بیٹے کی سزا پر اقدام کرتا ہے لیکن عین اسی تادیب اور سرزنش میں اس کی خیرخواہی اور شفقت پدری مستور ہے اور بالکل اس کو برباد نہیں کرنا چاہتا اگرچہ خود یہ تادیب بھی از قسم لطف و تربیت ہے لیکن مقصود اس مقام میں یہ ہے کہ وہ تادیب ایسی وجہ پر نہیں کرتا کہ وہ عاق بیٹا محض برباد ہو جائے بلکہ ہر مؤاخذہ اور ہر ملامت میں اس کی خلاصی کا راستہ ملحوظ رکھتا ہے کہ اگر وہ کافر نعمت اپنی خلاصی کا راستہ اس مؤاخذہ سے ڈھونڈے اور اپنی نمک حرامی سے پچھتا کر باز آئے تو البتہ اس ہلاکت سے نجات کا راستہ اس پر

Marfat.com

ظاہر ہو جائے اور ان تمام شیون کی اصل علو ذاتی ہے کہ اس کا پرتو نفوس کاملہ پر پڑ جاتا ہے اور علو ہمت کے نام سے نامزد ہوتا ہے کیوں کہ جو شخص علوّ ذاتی میں اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا ہوا ہو وہ ان امور خسیسہ دنیاوی کی اتنی لیاقت نہیں سمجھتا کہ ان امور کے ہجوم کے سبب سے اس کے دل میں تشویش اور پریشانی راہ پائے یا اس کے معاملات میں تزلزل واقع ہو اسی لیے کمینوں کے گالم گلوچ سے عالی ہمت بادشاہوں کے دل میں غصہ اور کینہ کشی کا خیال نہیں پیدا ہوتا کیوں کہ وہ بزرگ ان کمینوں کو غبار اور خس و خاشاک کی طرح جانتے ہیں اور بدلہ لینے کے لائق نہیں سمجھتے، غرض ہم اس عُلوّ ذاتی الٰہی کا شیون مرقومۃ الصّدر کی شرح کے لحاظ سے اور عالم امکانی میں مطابق قانون حکمت کے ان آثار کے ظہور کے اعتبار سے الوہیّت نام رکھتے ہیں پس الوہیت کو ایک درخت کی مثل تصوّر کرنا چاہیئے او علوّ ذاتی کو اس درخت کا تخم قرار دینا چاہیئے اور شیون مذکورہ کو شاخوں اور پتوں کے جابجا سمجھنا چاہیئے اور عالم سافلی میں ان کے آثار کے ظہور کو قائمقام پھل کے پس طالب راہ نبوت کو بعد ظہور آثار مراقبہ عظمت کے لازم ہے کہ مراقبہ الوہیّت کا شغل اختیار کرے اور مراقبہ الوہیّت سے صرف یہ مراد نہیں کہ الوہیّت کے معنی کا تصوّر کرے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس کے کمال کو تصوّر کر کے اپنے نفس کے آئینہ میں اس کے انعکاس کی خواہش کرے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ اسی معنی کی طرف اشارہ ہے اور جب معاملات مذکورہ میں سے کوئی معاملہ اس کو پیش آئے مثلاً کسی قوم کی ریاست اس کے سپرد ہو یا مختلف قسم کے معاملات اس پر ہجوم کریں یا کوئی مخالف اس کی مخالفت میں زور لگائے تو اس معنی الوہیّت کو سوچ کر بمقتضائے اسی شان الٰہی کے محض تشبّہا باللہ معاملہ کرے غرض کہ اس شخص کا حال اس شخص کی طرح ہو جیسے محبوب کی وضع نشـ

Marfat.com

اور زی ولباس وغیرہ ہر معاملہ میں اس کے عقل وخیال کو مالا مال کر کے اس کے تمام بدن میں سرایت کر جائے مثلاً جب کسی سے کلام کرتا ہے تو وہی محبوب کا سا لہجہ اس سے جلوہ گر ہوتا ہے اور جب چلتا ہے تو وہی محبوب کی سی رفتار اس سے صادر ہوتی ہے اسی طرح اخلاق الٰہیہ صاحب اس مراقبہ کی بلب نفس سے صادر ہوتے ہیں اور اس کی تمام قوتوں میں سرایت کر جاتے ہیں

فائدہ

مخفی نہ رہے کہ مراقبوں کے آثار تین طریق پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ جس چیز کا مراقبہ طالب حق کرتا ہے اس کے لوازم اس کے نفس میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی شخص کریم ایک لطیف غذا کھا رہا ہو اور ایک بھوکے مفلس نے سوال کی نگاہ اس پر لگائی ہوئی ہو اور نہایت طمع کے ساتھ اسے تاک رہا ہو تو ضرور ہے کہ وہ کریم النفس اس غذا کا ایک آدھ لقمہ اس مفلس کو دے گا۔ اسی طرح جب طالب حق اپنی بصیرت کو نہایت خواہش اور کمال طلب کے ساتھ شیون الٰہیہ میں سے کسی شان پر جیسے عظمت یا الوہیت یا معاملات ربانیہ میں کسی معاملہ پر جو اس کریم مطلق اور اس کے خاص بندوں کے درمیان گزرتے ہیں جیسے خلت اور محبوبیت لگائے رہتا ہے تو البتہ اس شان کے لوازم اور اس معاملہ کے آثار میں جو معاملہ طالب کی استعداد کے انداز سے پر اس کے نفس کے آئینہ میں جو نامرضیات حق کے زنگ سے مصفا ہے منعکس ہوتا ہے۔ مثلاً اگر مراقبہ عظمت کیا ہو تو اسے ملاءِ اعلیٰ میں ایک قسم کی وجاہت حاصل ہو جاتی ہے اور بعض کائنات پر ایک قسم کی حکومت اور سلطنت حاصل ہو جاتی ہے اور اگر اس نے مراقبہ الوہیت کا کیا ہو تو اسکو وسعت حوصلہ اور بدی کا مقابلہ نیکی کے ساتھ اور عفو اور حلم کا ملکہ ہاتھ آجاتا ہے اور اگر مراقبہ خلت کا کیا ہو تو اس پر بعض معاملہ خلت کا جیسے مکالمہ اور مسامرہ ظاہر ہو جاتا ہے،

Marfat.com

اور دوسرا طریق اس طالب کو مقبولیت عامہ کا حاصل ہو جانا ہے۔ اور ملاءِ اعلٰے اور ملاءِ سافل اور ارواحِ مقدّسہ اور قلوب صلحائے بنی آدم میں اس کا ہر دل عزیز ہو جانا اور یہ امر باب اوّل میں ثمرات حبّ ایمانی کے ذکر میں مفصل لکھا جا چکا ہے تیسرا طریق "نوافل عطایا" ہے جس طرح کسی مفلس نے ایک منعم کے لذیذ طعاموں اور مزیدار میووں اور عمدہ پوشاکوں کی طرف آنکھ لگائی ہو اور ان چیزوں میں سے کسی قدر کے حاصل ہونے کا امیدوار ہو پس ان چیزوں کا مالک قدرے ان چیزوں سے بھی اسے بخش دے اور کوئی اور چیز بھی جو اس مفلس کے مناسب حال ہو اگرچہ اشیائے مذکورہ کی جنس سے نہ ہو اس کو عطا کرے۔ مثلاً مفلس نے طمع کی آنکھ غذا پر لگائی ہوئی تھی اور اس میں سے کسی قدر کے حاصل ہونے کا امیدوار تھا تو اس طعام کے مالک نے غذا میں سے بھی ایک لقمہ اس کو بخش دیا اور کچھ نقد بھی اسے دے دیا تاکہ اپنے حوائج ضروریہ اس نقد کی بدولت پورے کرے۔ اور بعض اوقات میں اس طرح اتفاق پڑتا ہے کہ وہ مفلس اس شے کی لیاقت نہیں رکھتا جس پر اس نے طمع کی آنکھ لگائی ہوئی ہے۔ مثلاً وہ بیمار ہے اور لذیذ میووں کے حاصل ہونے کی طمع رکھتا ہے۔ پس ان میوہ جات کا مالک بحکم ضرورت اس مفلس کو کوئی ایسی چیز جو جنسِ فواکہ سے نہ ہو مثلاً ٹوپی یا قبا دے کر اس کی تسلی کر دے گا اور ان بخششوں کو جن کے حاصل ہونے کی امید نہ تھی نوافل عطایا کہتے ہیں۔ اسی طرح طالب عطایا جب شیون الٰہی میں سے کسی شان یا معاملات ربّانیہ میں سے کسی معاملہ کا مراقبہ کرے تو کبھی نوافل عطایا سے کامیاب ہوتا ہے باوجود حصول ثمرات اس مراقبہ کے یا بدول حصول ان ثمرات کے۔ اور یہ نوافل عطایا کسی قاعدہ اور قانون میں جس کو عقول بشریہ ادراک کر سکیں ضبط نہیں ہو سکتے کیوں کہ اس عطیۂ نافلہ کی تعیین اس مراقبہ کے آثار کی مناسبت پر منحصر نہیں بلکہ اس طالب کی استعداد پر موقوف ہے۔ مثلاً

کوئی شخص ابتدائے آفرینش میں ذکی العقل نہایت تیز ذہن پیدا ہوا ہے اور طلب راہ نبوت کے وقت میں اس نے مراقبہ عظمت کی مشق کی پس اس کے آثار مرتب ہوئے یا نہ ہوئے لیکن اعلیٰ درجہ کی ذکاوت ذہن اور علوم مرضیہ حق میں نہایت تیز فہمی اس کو نصیب ہو جائے گی اور اسی طرح جو شخص طہارت فطرت پر پیدا کیا گیا ہے اس کو عبادات حقہ کی توفیق اور پرہیزگاری کا ملکہ حاصل ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ امور مذکورہ مراقبہ عظمت کے آثار سے بالکل مناسبت نہیں رکھتے یہی سبب ہے کہ اکثر طالبین راہ حق اس طریق کے اشغال اور اعمال کی مزاولت کرتے ہیں اور جب ان کے آثار کما حقہ اپنے آپ میں نہیں پاتے تو محرومی کی صدا اور یاس اور ناامیدی کے کلمے ان کی زبان سے صادر ہوتے ہیں حالاں کہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ممکن ہے کہ ان ہی اشغال واعمال کی برکت سے کوئی اور امر ان امور سے جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک مقبول ہیں ان کو حاصل ہو گیا ہو۔ اگرچہ ان اعمال واشغال کے آثار کی جنس سے نہ ہو اور ان اشغال واعمال اور ان امور کے درمیان مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے ان کی وجہ سے ان کی عقل حقیقت حال پر واقف نہ ہوئی ہو اور اسی طرح اس راہ کے بعض طالب جو گذشتہ اہل کمال کے قصے سنتے ہیں کہ فلاں شخص کو فلاں شغل اور اور عمل کے سبب فلاں کمال حاصل ہوا تھا پھر وہ خود شغل اور اعمال بجا لاتے ہیں۔ اور اس کمال کا اثر اپنے آپ میں نہیں پاتے تو تعجب اور حیرانی کے ویرانہ میں سرگشتہ ہو جاتے ہیں۔ پس کبھی تو ان قصوں کو جھٹلانے لگتے ہیں اور کبھی اس عمل کے شروط وارکان میں شک کرنے لگتے ہیں کہ شاید یہ عمل اس عمل کا غیر ہو جو اس بزرگ سے صادر ہوا تھا حالانکہ یہ سمجھتے نہیں کہ وہ کمال جنس "نوافل عطایا" سے تھا نہ اس عمل کے قبیل کے آثار سے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَهُوَ الْهَادِيْ اِلٰى طَرِيْقِ الرَّشَادِ۔

Marfat.com

جب مراقبہ الوہیت اپنے کمال کو پہنچا اور اس کے آثار بیش از بیش ظاہر ہوئے اور کمال و تکمیل کا مقام اس کے سپرد ہو گیا اور خلافت عن اللہ کا مرتبہ اس کو نصیب ہوا۔ لبعد ازاں لبعض کاملوں کو ایک ایسا مقام انکشاف وجہ اللہ کا ہے اور آیت وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ... اس معنی کی طرف ایک باریک سی رمز ہے ہر چند واضح کرنا اس مقام کا تقریر اور کلام سے متصوّر نہیں

لذت مے نہ شناسی بخدا تا نچشی

لیکن اس کا خیال میں لانا اگرچہ تخیّل ناقص ہی ہو ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہے۔ بیان اس کا اس طرح ہے کہ ہر امر کا ادراک خواہ وہ امورِ احساس سے ہو یا امور مغیبہ سے اس کی مثل کے واسطے سے ہو سکتا ہے۔ مثلاً احساس انوار شہادیہ کا نور بصر سے ہوتا ہے اسی طرح تمام عوارض جسمانیہ محسوسہ کا ادراک آلات جسمانیہ ظاہرہ سے حاصل ہوتا ہے۔ جس کا نام حواس رکھتے ہیں۔ اسی طرح ادراک عالم مثال کا قوت خیال کے ساتھ ہوتا ہے جو اس عالم کا نمونہ انسان کے بدن میں رکھا ہوا ہے اور علیٰ ہذا القیاس ان امور کا ادراک جو بین التجرد والتعلیق ہیں یعنی نہ تو بالکل مادہ سے مجرّد ہیں اور نہ پوری طرح مادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ قوت واہمہ کے ساتھ ہوتا ہے جو بین العقل والحواس ہے اور اسی طرح کلیات عقلیہ اور جزئیات مجردہ کا ادراک قوت عاقلہ سے ہوتا ہے جو تجرد اور بساطت میں ان امور کے مشابہ اور مماثل ہے اور اسی

لہ اور روک اپنے نفس کو ساتھ ان لوگوں کے کہ پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام ارادہ کرتے ہیں اس کی رضا مندی کا ۱۲

Marfat.com

قیاس پر ہیں تمام لطائف انسانیہ مثلاً تجلی اعظم اور حقائق ملاءِ اعلیٰ کا ادراک لطیفہ سر کے ساتھ ہوتا ہے اور وجود منبسط کا ادراک لطیفہ خفی سے جو کہ حقیقت جامعہ انسانیہ کا لب لباب ہے اور اس کا نام قلب رکھتے ہیں۔ پس یہیں سے سمجھنا چاہیئے کہ دریافت کرنا اس ذات بے کیف بیچون و بیچگون و بے شبہ و بے نمون کا جو کہ تمام تجلیات سے برتر ہے حتیٰ کہ تجلی اعظم سے بھی جو تمام تجلیات کی اصل ہے اور وہ ذات والاصفات جو تمام تنزلات سے معرا ہے۔ حتیٰ کہ وجودِ منبسط سے بھی جو تمام تنزلات میں سے شامل تر ہے اور وہ ذات پاک جو تمام موجودات کی مماثلت سے کسی صفت میں صفات سے منزہ ہے یعنی ذات کے اس مرتبہ کا دریافت کرنا جس کو مجہول المطلق اور ممتنع التصور قرار دیتے ہیں سوائے نور قدسی الٰہی کے کسی اور چیز سے ممکن نہیں چنانچہ اس حدیث شریف میں کہ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ خَلْقَہٗ فِیْ ظُلْمَۃٍ فَاَلْقٰی عَلَیْہِمْ مِّنْ نُّوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَہٗ مِنْ ذٰلِکَ النُّوْرِ اِھْتَدٰی وَ مَنْ اَخْطَاہُ ضَلَّ ؎ اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔ پس اسی نور قدسی کو ابتدائے آفرینش سے سعادت مندوں کی عقل میں ودیعت دیکھا ہے۔ پس وہ نور حق کا ایک قطرہ نور بصری کے قائمقام ہے جو مجمع النور میں ہے اور آنکھ کے تمام پردے بلکہ خود آنکھ کا جرم اس نور کے قالب ہیں اور تمام ظاہری نور جیسے چراغ کا نور اور شمع کا نور اور آفتاب اور ماہتاب کا نور اس کے مویدات سے کیونکہ اگر وہ نور بصری مجمع النور میں ودیعت رکھا ہوا نہ ہوتا تو البتہ وہ شخص اندھوں کے گروہ میں سے شمار کیا ہوا ہوتا ہے اور اندھے آدمی کو آنکھ کے جسم اور ظاہری نوروں سے کچھ فائدہ نہیں

؎ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی خلقت کو ایک ظلمت میں پیدا کیا پھر ان میں اپنے نور میں سے کچھ نور ڈالا تو جس شخص کو وہ نور پہنچا اس نے ہدایت پائی اور جس کو نہ پہنچا وہ گمراہ ہوا۔

پہنچتا پس عوام الناس اگرچہ ظاہر حال میں ایسا خیال کرتے ہیں کہ ہم آنکھ کی بدولت یا آفتاب اور ماہتاب کی روشنی کے ذریعہ سے دیکھتے ہیں لیکن اگر حقیقت امر میں تامل کریں تو البتہ سمجھ لیں کہ ابصار کا آلہ فی الحقیقت وہی نور بصری ہے۔ لیکن چوں کہ وہ نور کامل آنکھ کے راستہ سے باہر آتا ہے اس لیے سببیت کو آنکھ کی طرف بھی منسوب کر سکتے ہیں اور چونکہ انوار ظاہرہ اسی نور بصری کے مؤید ہیں اس سبب سے ان انوار کو بھی اسباب ابصار کہہ سکتے ہیں حالاں کہ حقیقت میں خود ان انوار کا ادراک اسی نور کے طفیل سے ہوتا ہے چہ جائیکہ دوسرے امور کا ادراک اسی طرح آلہ ادراک ذات بحت کا اور توجہ الی اللہ کا سبب وہی قطرہ نور قدسی کا ہے جو ابتدائے ظہور ارواح کے وقت اہل سعادت کو نصیب ہوا تھا اور ابدان کی پیدائش کے بعد لطیفہ عقل کی تہ میں پوشیدہ کیا گیا اور اس کے شعاع لطائف باطنہ انسانیہ میں طرح طرح کے اقسام اور گوناگوں رنگوں کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں جیسے آفتاب کا شعاع بسیط مختلف رنگوں اور طرح طرح کی شکل والے شیشوں میں اور وہ نور قدسی انوار غیبیہ قاہرہ کے ساتھ جیسے آسمانی کتابوں کا نازل ہونا اور انبیائے کرام اور علمائے ذوی الاحترام اور اولیائے عظام کا وجود انبساط اور انشراح پاتا ہے یہ معنی نہیں کہ یہ انوار جیبشہ انسان کے نفس میں اس نور قدسی کے پیدا ہونے کا سبب ہو جاتے ہیں بلکہ وہ نور قدسی تو ازل الازال سے نفوس کے اندر ودیعت رکھا ہوا ہے اور یہ انوار غیبیہ اس کے انبساط اور انشراح کا سبب ہو گئے ہیں۔ پس اگرچہ سالکان راہ ولایت اور طالبان راہ نبوت ابتدائے احوال میں ایسا خیال کرتے ہیں کہ حق جلّ وعلا کا ادراک لطیفہ قلب یا لطیفہ سر یا لطیفہ خفی یا ان کے امثال سے ہم کو حاصل ہوا ہے یا بہ سبب نزول کتب سماویہ کے اور وجود انبیاء اور اولیاء کے ہمیں توجہ الی اللہ نصیب ہوئی ہے لیکن اگر حقیقت کار کا کھوج لگائیں تو البتہ جان لیں کہ توجہ الی اللہ کا حقیقی سبب

وہی نورِ قدسی ہے جو ازل الآزال میں ان کا نصیب ہوا ہے اور تمام لطائف باطنہ کو اسی نور نے رونق بخشی ہے اور کتب سماویہ اور انبیاء علیہم السّلام کی حقیقت بھی اسی نور کے سبب ان کے ذہن میں قرار پکڑ گئی ہے۔ اسی لئے جو شخص ازل الآزال میں اس نور سے محروم رہا جیسے ابولہب اور ابوجہل اس کے حق میں یہ انوار قاہرہ عظیمہ اور لطائف باطنہ انسانیہ کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے اور مادرزاد اندھے کی طرح روز روشن میں ہلاکت کے گڑھوں میں گرتے جاتے ہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اس نور قدسی کا شعاع لطائف انسانیہ کے رنگ میں ظہور فرمایا ہے اور اختلاف لطائف کے اندازے پر اس میں اختلاف عظیم راہ پاتا ہے اور ہر لطیفہ میں توجّہ الی اللہ کی ایک قسم اور تجلّیات ربانیہ میں سے ایک قسم کی تجلیات کا انکشاف اور معارف حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے آثار میں سے ایک قسم کے آثار جو اس لطیفہ کے مناسب ہوتے ہیں ظاہر کرتا ہے اور دوسرے لطیفہ میں اُن امورِ مذکورہ کی ایک اور نوع ظاہر فرماتا ہے اور اس لطیفہ نورانیہ کو ہم حجر "بحت" کے نام سے ملقب کرتے ہیں پس حجر بحت کو عقل کے جگر میں اس چراغ کی طرح تصوّر کرنا چاہیئے جو مختلف رنگ والے شیشوں کے پردے میں روشن کیا ہوا ہو جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہو گیا پس جاننا چاہیئے کہ جس طرح اجرام علوی جورات کے وقت نمودار ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کا نور وہی آفتاب کا نور ہے جو ان ستاروں کے صیقلیہ اجرام میں منعکس ہو کر مختلف رنگوں اور گوناگوں لباسوں میں ظاہر ہو کر دیکھنے والے کی عقل میں جلوہ گر ہو گیا ہے۔ لیکن جب آفتاب افق سے طلوع کرتا ہے تو تمام مختلف انوار آفتاب کی فضائے بسیط میں محو ہو جاتے ہیں اور ایک نورانی چادر یک رنگ تمام علویات اور سفلیات کے بساط پر تانی جاتی ہے اور حقیقت اس کی یہ ہے مراتب انعکاسیہ آفتاب کے اصلی مرتبہ میں محو و منطمس ہو جاتے ہیں اور سب فرع اور اصل یک

رنگ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب نفس کامل کا کام تجز بحت کے مرتبہ میں بے پردہ جا پڑتا ہے اور اپنے لطائف باطنہ کے تمام لباس اتار دیتا ہے تو تجز بحت سے ایک مقدس شعاع ظاہر ہوتی ہے اور تمام لطائف کو اپنا ہم رنگ کر لیتی ہے اور تمام باطن اس سالک کا سر سے پاؤں تک تجز بحث ہو جاتا ہے اور اس شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے تمام بدن میں تمام نور بصری سرایت کر جاتا ہے اور اس کا سارا بدن نرگس کی طرح آنکھ ہی آنکھ ہو جائے اور یہ حال اس حال کا غیر ہے جو سالک راہ ولایت کو ابتدائے سلوک میں طاری ہوتا ہے کہ ان کا دل وسعت پکڑ جاتا ہے اور تمام بدن ان کا اس میں گم ہو جاتا ہے پس ان کا تمام وجود گویا قلب ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ حال تجز بحث کے انبساط کے مقابلہ میں وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو ایک قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہوتی ہے کیوں کہ نہایت اس حال کی یہ ہے کہ تمام وجود سالک کا تجلی قلبی کے ادراک کا آلہ ہو جاتا ہے اور اس حال کا مآل یہ ہے کہ اس صاحب کمال کا تمام باطن ذات بحت کے ادراک کا واسطہ ہو جاتا ہے اور ان دونوں حالوں میں بڑا فرق ہے۔ قصہ کوتاہ یہ کہ جس شخص کا تمام وجود قلب ہو گیا وہ اس شخص کے سامنے جس کا تمام باطن تجز بحث ہو گیا کیا مرتبہ رکھتا ہے اور جب کوئی شخص کامل اس رتبہ تک پہنچتا ہے تو جو امور دوسرے لوگوں کے لیے باعث کدورت اور موجب قبض ہوتے تھے اس شخص کے باطن میں مطلق کچھ اثر نہیں کرتے۔ مثال اس کی ایسی ہے کہ کوئی شخص علوم دقیقہ کی مشق و مزاولت کرتا ہے اور اس کا تمام کاروبار قوت عاقلہ سے تعلق رکھتا ہے تو جو امور حواس ظاہرہ کی کدورت کا باعث ہوتے ہیں جیسے آنکھوں کے سامنے پردہ آجانا یا کان کے سوراخ میں روئی دے دینا وہ اس کام میں کسی طرح خلل انداز نہیں ہو سکتے۔ یہ ہے وہ مضمون جو اس مقام کی تصویر میں احاطہ تحریر اور میدان تقریر میں گنجائش

Marfat.com

رکھتا ہے لیکن وہ کہنہ اس مقام کی سووہ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔

فائدہ

جاننا چاہیئے کہ طالبین راہ نبوت کی لوحیں حب ایمانی کے غلبے اور فنائے ارادہ کے رسوخ کے سبب سے خواہشوں اور آرزوؤں کے نقشوں سے صاف اور معرا ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ بجز طلب رضائے حق کسی امر کی طلب اور دونوں جہان کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کی رغبت ان کے تہ دل میں قرار نہیں پکڑتی اور دنیاوی مزوں اور اخروی نعمتوں میں سے کسی چیز کی طرف التفات ان کے صمیم قلب سے ظاہر نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ ایک بار اللہ جل شانہٗ کا مبارک نام جو ان کی زبان پر جاری ہو اگر اس کے مقابلے میں دونوں جہان کی نعمتیں اس کو بخش دیں اور تھوڑی سی طاعت کو دونوں جہان کی نعمتوں سے مبادلہ کرنے کی ترغیب دیں تو البتہ ان کے حق میں سب و شتم کے جا بجا ہوگا۔ الغرض اس صاحب حال کا تمام اعمال صرف حضرت ذوالجلال کی رضا مندی کیلئے بجالاتا ہے اور بس اور آیت وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ[1] انہی لوگوں کی شان کا بیان ہے اور جب اس طریق والے سکر محبت کے مقام سے تجاوز کر جاتے ہیں اور بلند درجوں پر ترقی کر جاتے ہیں اور بڑے بڑے منصبوں پر جا پہنچتے ہیں۔ تب ان کے دل میں امور ملائمہ طبیعت کی طرف از جنس مرغوبات کونین رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور طبیعت کی ناپسند چیزوں سے از قسم مکروہات دارین نفرت پیدا ہو جاتی ہے لیکن نہ اس وجہ سے کہ اپنی طاعات کے مقابلہ میں کسی مرغوب چیز کی درخواست یا کسی مکروہ چیز کے دور ہونے کی خواہش کرتے ہیں۔ حاشا وکلا۔ کیوں کہ یہ بزرگوار لوگ اپنے

---

[1] یعنی پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام اس کا منہ چاہ کر ۱۲

اعمال کو اپنی چیز نہیں سمجھتے تاکہ ان کے مقابلہ میں کسی جزا کے امیدوار ہوں بلکہ ان کی مثال ایسی ہے کہ ایک بادشاہ عالی جاہ کی رعایا میں سے کسی شخص نے بادشاہ کی رضا جوئی کی خاطر بڑی مدت حیران اور سرگرداں رہ کر اور خدمت سلطانی کے مناصب میں جیسے سپہ گری اور جمعداری وغیرہ انتقال اور تبدیلیاں کرکے آخر الامر قبولیت اور رضا جوئی سلطانی کے مقام میں پہنچ کر کفالت و وکالت شاہی کا عالی منصب حاصل کیا اور اس کا لقب "چیلہ خاص" لکھا گیا۔ پس اس حالت میں اسکو یہ مرتبہ حاصل ہو گیا کہ جو عمدہ چیزیں اس کے مولی کی زیر حکومت اور اس کی سلطنت کے اندر موجود ہیں ان کی خواہش کرے اور جو نفیس چیز بادشاہی کے خزانوں میں موجود ہے اسکی درخواست کر سکتا ہے، نہ اس وجہ سے کہ اسکو اپنے علاقہ چیلگی کا بدل جانتا ہے یا اپنی ادائے خدمات کی تنخواہ سمجھتا ہے کیوں کہ اس قسم کی طلب اس کے حق میں ایک نہایت قبیح امر ہے کہ اپنے آپ کو ایک نہایت بلند مرتبے سے گرا کر مزدوروں کے شمار میں داخل کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اس علاقے کا مقتضٰی ہی یہی ہے کہ اپنی تمام حاجات کو اپنی منجملہ طلب مرغوبات اور مکروہات سے پناہ مانگتا ہے اپنے مولی سے ہی طلب کرے۔ اور بس اسی طرح یہ ارباب کمال جب مرتبۂ اصفیاء اور اجتباء اور مقبولیت اور محبوبیت پر کامیاب ہوتے ہیں اور مقام مقعد صدق میں رسوخ قدم ان کو نصیب ہو جاتا ہے اور درجہ شمول رفیق اعلیٰ سے فائز ہو جاتے ہیں اور بندۂ خاص اور عبد با اختصاص ان کا لقب ہو جاتا ہے۔ اس وقت البتہ ان کے دل میں امور مرغوبۂ دارین کی طرف میلان ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہ امور اپنے مولی کے خزانوں میں موجود ہیں اور بسبب اس بات کے کہ مقام قبولیت میں راسخ القدم ہو چکے ہیں ان کو کسی چیز کی طلب سے اگرچہ نہایت رفیع اور بدیع ہو رکاوٹ نہیں۔ اس لیے ان چیزوں کی طلب نہیں کرتے کہ ان امور کو اپنے عمل کی جزا سمجھتے ہیں بلکہ اس لیے کہ علاقہ عبودیت کو زیادہ

Marfat.com

ترقی ونق ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حظوظ نفسانیہ کا طلب کرنا ان کے حق میں زیادت قرب کا باعث ہوتا ہے، نہ کہ بعد اور دوری کا سبب نظم

موسیٰ اندر درخت آتش دید　　سبز تر میشد آں درخت از نار
شہوت وحرص مرد صاحبدل　　ایں چنیں داں وایں چنیں انگار

جب اس کمال کے صاحب اس مقام وحال میں پہنچتے ہیں تو بہ سبب اختلاف استعداد جبلی کے تین فریق ہو جاتے ہیں۔ ایک قوم تو اپنے منصب میں کمال علو اور مقام قبولیت میں نہایت راسخ القدم ہونے کی وجہ سے دونوں جہان کے مرغوبات اور مکروہات کو اور دارین کے مصائب ومشکلات کو نہایت ادنیٰ اور خسیس امور سے سمجھ کر طلب مرغوب کی طرف اور مکروہ سے بھاگنے اور ازالۂ مصائب اور استحلال مشکلات کی طرف کچھ ذرہ التفات ان کے تہ دل سے صادر نہیں ہوتی نہ بہ سبب ہجوم سکر محبت کے اور مکروہ اور مرغوب میں فرق اور تفریق نہ کرنے کے سبب سے بلکہ ان کے منصب کے کمال اعلیٰ ہونے اور ان مذکورہ امور کے نہایت ادنیٰ ہونے کے سبب سے۔ الحق کہ ان کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ ایسے امور کی طرف ان کے دلوں میں التفات اور میل پیدا ہو اور ان کا اپنے مناصب اور مراتب کے ساتھ خوش اور خرم ہونا اس سے اعلیٰ ہے کہ کوئی اور خوشی طلب کریں۔ اگرچہ اس حد تک ان کو عرض حاجات کا رتبہ حاصل ہو گیا ہے کہ نظر عنایت ربّانی اور کفالت رحمانی کے سبب ان کی دعا واجب الاجابت اور ان کا تعوذ واجب القبول ہو گیا ہے۔ اور دوسری قوم عرض حاجات اور دعائے حلّ مشکلات اور طلب مرغوبات اور دعائے دفع مکروہات اور شفاعات میں سعی کرنے میں بنا بر استحکام علاقہ عبودیت اور اظہار حاجت کے جو بندہ ہونے کا شعار ہے اور اہل اضطراب اور ارباب حاجات پر رحمت اور شفقت کرنے کیلئے چست وچالاک اور سرگرم ہوتے ہیں۔ اور تیسری قوم بھی فریق ثانی کے ہم مشرب ہوتے ہیں کہ ان کے دل میں

Marfat.com

طلب مرغوبات اور استحالِ مشکلات اور خواہش ذوی الحاجات پیدا ہوتی ہے لیکن بسبب حدِّ کمال ادب کے اور کفالت حضرت حق سبحانہٗ وتعالےٰ پر اعتماد کرکے باوجود کمال اس اعتقاد کے کہ علم ازلی تمام اشیاء کے اسرار اور ان کے رموز کو محیط ہے، زبان حال پر اکتفا کرکے اکثر اوقات زبان قال کو کام میں نہیں لاتے کہ مقولہ حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ[1] اس قسم کے بزرگوں کی شان کا بیان ہے اور حق جلّ وعلا البتہ ان کی دعائے حالی قبول فرماتا ہے اور ان کی دلی حاجات روا فرماتا ہے، بایں طور کہ ان کے اقتضائے دلی کو خود بخود بلا الفریب ظاہر کردیتا ہے اور ان کو بلکہ تمام بزرگان محفل قرب کو اس امر پر مطلع فرماتا ہے کہ اس امر کا ایجاد محض ان کی رضامندی اور ان کی دلی خواہش کے پورا کرنے کیلئے ہوا ہے اور یہ امر ان کے زیادت اعتبار اور کمال افتخار کا باعث ہوتا ہے اور اس معاملہ کے سبب سے اقران وامثال میں ان کو بہت بڑی وجاہت حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ

اگرچہ ان تینوں فرقوں میں سے ایک گروہ کو دوسرے دوگروہوں پر مِنْ جَمِیْعِ الْوُجُوْہ فضیلت دینا غلط محض اور خطائے صریح ہے۔

ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است

لیکن ملاءِ اعلیٰ میں زیادہ اعتبار اور وجاہت پر نظر کرکے تیسری قوم کو ما دوسری پر ایسی فضیلت حاصل ہے جو اہل فطانت میں سے کسی پر مخفی نہیں۔ اسی طرح بدیں لحاظ کہ قوم ثانی کیلئے علاقہ عبودیّت کے مقتضیات ظاہر ہیں اور ان کی سعی وسفارش سے عام لوگوں کو فیوض غیبیہ سے پہنچتے ہیں، ربّ اور خلقت کے درمیان ان کو وسیلہ ہونے کا مقام حاصل ہے۔ قوم ثانی کو قوم اوّل پر فضیلت حاصل ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔

---

[1] یعنی مجھکو میرے سؤال سے یہی کافی ہے کہ وہ حاجت روا میرے حال کا عالم ودانا ہے۔

Marfat.com

خاتمہ

بیان میں بعض معاملات اور واردات کے جو حضرت سید احمد قدس سرہٗ کو دونوں طریق یعنی طریق سلوک نبوت اور طریق ولایت سلوک کے اثنائے سلوک میں پیش آئے ہیں۔ اگرچہ خود یہ کمالات ہدایت آیات کہ یہ کتاب مستطاب ان پر مشتمل ہے اپنی حقیقت پر دلیل قاطع اور برہان ساطع ہیں لیکن چونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ قال کو حال سے پہچانتے ہیں۔ نہ حال کو قال سے یعنی ان کے نزدیک کمال کی خوبی اور معتبر ہونا بہ سبب اس اعتقاد کے ہوتا ہے جو اس قائل کے کلام کی بہ نسبت تقلیداً ان کو حاصل ہو۔ حالاں کہ عقلمندوں کو متکلم کا کلام اعتقاد کے سبب سے حاصل ہوتا ہے۔ بس لیئے اس کتاب مستطاب کے ذیل میں کسی قدر ایسی کلام کرنے کی ضرورت پڑی جو اس کے ماخذ مضامین کا حال بیان کرے تاکہ ان سبب سے ناظرین کو بہ سبب اطلاع پانے کے اس امر پر کہ آنحضرت نے ان مضامین کو کہاں سے حاصل کیا اور کس شخص سے ان کا استفادہ کیا" اطمینان حاصل ہو جائے، پس جاننا چاہیئے کہ آنحضرت کی جبلت ابتدائے فطرت سے کمال طریق نبوت پر اجمالاً مجبول تھی اور اس طریق کے آثار یعنی مناجات کی لذت پانا خصوصاً نماز میں اور شرع شریف کی تعظیم کرنا اور اتباع سنت کی کمال رغبت اور بدعت کے ساتھ آلودہ ہونے سے اور کمال نفرت اور طاعات کی طرف طبعی میلان اور معاصی اور گناہوں سے جبلی کراہت سن خردسالی میں آپ پر ظاہر باہر تھی۔ القصہ جبلی طہارت کے آثار آپ کی طبیعت کی تہ میں ظاہر تھے اور سعادت ازلیہ کے انوار آپ کی جبین مبارک میں روشن تھے تا آنکہ سعادت کے خزانوں کی کنجی جس کی مدد سے ہر دو طریق یعنی طریق نبوت اور طریق ولایت کے بند دروازے کھل جائیں آپ کے ہاتھ میں آئی اور وہ کیا کنجی تھی، یعنی ملازمت جناب ہدایت مآب قدوۂ ارباب صدق و صفا زبدۂ اصحاب فناء و بقاء، سید العلماء سند الاولیاء رحمت اللہ علی العالمین وارث الانبیاء والمرسلین مرجع ہر ذلیل و عزیز مولینا و مرشدنا

Marfat.com

الشیخ عبدالعزیز متع اللہ المسلمین بطول بقائہ و اعزنا وسائر المسلمین بمجدہ وعلائہ کی اور آپ کو آنجناب کے ساتھ طریقہ نقشبندیہ میں بیعت حاصل ہوئی اور حصول بیعت کے یمن اور آنجناب کی توجہات کی برکت سے آپ کو نہایت عجیب عجیب معاملات ظاہر ہوئے کہ انہیں وقائع عجیبہ کے سبب طریق نبوّت کے کمالات جو ابتدائے فطرت میں مجملاً مندرج تھے۔ ان کی اب تفصیل اور تشریح کی نوبت پہنچی اور مقامات طریق ولایت بھی اچھی جگہ پر جلوہ گر ہوئے۔ ان سب معاملات سے اوّل اور بہتر یہ ہے کہ آپ نے جناب رسالتمآب صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ کو خواب میں دیکھا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تین عدد چھوہارے اپنے ہاتھ مبارک سے آپ کو کھلائے۔ اس طرح سے کہ ایک ایک چھوہارا اپنے ہاتھ مبارک سے لے کر حضرت سیّد صاحب کے منہ میں رکھتے تھے اور بعدازاں کہ آپ بیدار ہوئے آپ کے رویائے حقّہ کا اثر ظاہر باہر اپنے نفس میں پاتے تھے اور اسی خواب کی بدولت ابتدائے سلوک نبوت حاصل ہو گیا۔ بعدازاں ایک دن جناب ولایت مآب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیّدۃ النّساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا۔ پس جناب علی مرتضیٰؓ نے آپ کو اپنے دست مبارک سے غسل دیا اور آپ کے بدن کو خوب اچھی طرح شست وشو کی۔ جس طرح والدین اپنے بیٹوں کو شست وشو کرتے ہیں۔ اور جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہ نے نہایت عمدہ اور نفیس قیمتی لباس اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کو پہنایا۔ پس اس واقعہ کے سبب سے کمالات طریق نبوت نہایت جلوہ گر ہوئے۔ اور اجتبائے ازلی جو کہ ازل الآزال میں پوشیدہ تھی منصّۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ اور عنایت ربّانی اور تربیت رحمانی بلا واسطہ آپ کے حال کے متکفل ہوئی اور پے در پے معاملات اور بے شمار واقعات وقوع میں آئے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت حق جلّ وعلا نے آپ کا داہنا ہاتھ خاص اپنے دست قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امور قدسیہ سے جو کہ نہایت رفیع اور

Marfat.com

بدیع تھی آپ کے سامنے کر کے فرمایا کہ ہم نے تجھے ایسی چیز عطا کی ہے اور ایسی اور چیزیں بھی عطا کریں گے تا آنکہ ایک شخص نے آپ کے پاس حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی۔ اور چونکہ آپ ان ایام میں علی العموم بیعت نہیں لیا کرتے تھے۔ اس لیے اس شخص کی درخواست کو قبول نہ فرمایا۔ جب اس شخص نے نہایت الحاح اور اصرار کیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ ایک دو روز توقف کرنا چاہیئے۔ بعد ازاں جو کچھ مناسب وقت ہو گا اس پر عمل کیا جائے گا۔ پھر آپ اجازت اور استفسار کیلئے حضرت حق میں متوجہ ہوئے اور عرض کیا بندگان درگاہ سے ایک بندہ اس امر کی درخواست کرتا ہے کہ مجھ سے بیعت کرے اور آپ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا ہے۔ اور اس جہان میں جو کوئی کسی کا ہاتھ پکڑتا ہے ہمیشہ دستگیری کی پاس کرتا ہے اور حضرت حق کے اوصاف کو اخلاق مخلوقات سے کچھ مناسبت نہیں۔ پس... اس معاملہ میں کیا منظور ہے؟ اسطرف سے حکم ہوا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔ اگرچہ وہ لکھو کھہا ہی کیوں نہ ہو ہم ہر ایک کو کفایت کریں گے۔ القصہ اس قسم کے وقائع اور ایسے معاملات سینکڑوں پیش آئے تا کہ کمالات طریق نبوت اپنی نہایت بلندی کو پہنچے۔ اور الہام اور کشف علوم حکمت کے ساتھ انجام پذیر ہوئے۔ یہ ہے طریق استفادۂ کمالات راہ نبوت ولیکن کمالات راہ ولایت کے استفادہ کا طریق پس اول سمجھ لینا چاہیئے کہ اولیاء اللہ کے طریق میں سے ہر ایک طریق میں مجاہدات اور ریاضات اور اشغال و اذکار اور مراقبات معین کیے ہوئے ہیں اور ان امور میں سے ہر ایک امر طالب کے نفس میں ایک قسم کا اثر پیدا کرتا ہے اور ثمرات اشغال کے تواتر کے سبب سے ایک امر مستقر طالب کے نفس میں پیدا ہو جاتا ہے کہ اس امر کے سبب سے طالب کا عالم قدس سے ارتباط ہو جاتا ہے، اور وہی امر حضرت حق جل و علا کے ساتھ طالب کے علاقہ کا موجب ہوتا ہے اور وہ امر ہمیشہ طالب کے نفس میں موجود رہتا ہے خواہ اس امر کی طرف طالب کو ملاحظہ ہو

یا نہ ہو۔ ہاں اس امر کی طرف ملاحظہ کے سبب سے اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں ورنہ جوہر نفس میں پوشیدہ رہتے ہیں اور اس امر کو عرف قوم صوفیہ میں نسبت کہتے ہیں، مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص معقول کی کتابوں کی مزاولت کرتا ہے یا دوسرے صنائع میں جیسے موسیقی یا آہنگری یا زرگری کی مشق کرتا ہے تو البتہ کچھ مدت بعد ایک امر مستقر عادث ہو جائے گا کہ اس کو ملکۂ صناعت کہتے ہیں اور وہ ملکہ اس شخص کے نفس میں مستقر رہتا ہے۔ خواہ وہ شخص ملکہ کی طرف التفات کرے یا نہ کرے ہاں البتہ جب یہ شخص ملکہ کی طرف التفات کرتا ہے اور اس کو ظاہر کرتا ہے تو اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں ورنہ پوشیدگی کے پردے میں مخفی رہتے ہیں۔ جب اس مقدمہ کی تمہید ہو چکی جاننا چاہیئے کہ اگرچہ عادۃً اللہ اس قانون پر جاری ہے کہ کتاب و سنت کے مضامین کتب عربیہ اور فنون ادبیہ کی تحصیل کرنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں لیکن بعض نفوس کاملہ کو بطریق خرق عادت پہلے ان مضامین لطیفہ پر اطلاع بخشتے ہیں اور اس کو اصلاح قوم میں علم لدنی کہتے ہیں۔ اور فنون ادبیہ بعد اس کے ثانیاً ان کو میسّر ہوتے ہیں بلکہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مبادی کے حاصل کرنے میں دوسرے بلندیوں کی طرح اس فن کے استادوں کے محتاج ہوتے ہیں، بلکہ کبھی مبادی سے عاری رہتے ہیں۔ القصّہ حضرت سیّد صاحب کو تینوں طریقوں یعنی قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ کی نسبت مبادی سے پہلے حاصل ہو گئی لیکن نسبت قادریہ اور نقشبندیہ کا بیان اس طرح ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کی بیعت کی برکت اور آنجناب ہدایت مآب کی توجہات کے یمن سے حضرت جناب غوث الثقلین اور جناب خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی کی روح مقدس آپ

لہ یعنی ایسا امر جو طبیعت میں راسخ ہو جاتا ہے اور ہمیشہ برقرار رہتا ہے۔

کے متوجہ حال ہوئیں اور قریباً عرصہ ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روح مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا۔ کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقام اماموں میں سے اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کرے تا آنکہ تنازع کا زمانہ گزرنے اور شرکت پر صلح کا واقعہ ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور قریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی اور پرزور اثر ڈالتے رہے۔ پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی ولیکن نسبت چشتیہ۔ پس اس کا بیان اس طرح ہے کہ ایک دن آپ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز کی مرقد منور کی طرف تشریف لے گئے اور ان کی مرقد مبارک پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ اس اثناء میں ان کی روح پرفتوح سے آپ کو ملاقات حاصل ہوئی اور آنجناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی کہ اس توجہ کے سبب سے ابتدائے حصول نسبت چشتیہ کا ثابت ہو گیا۔ پھر اس واقعہ سے ایک مدت کے گزرنے کے بعد مسجد اکبر آبادی واقع شہر دہلی حرسہا اللہ تعالیٰ عن آفات الزمان میں آپ اپنے مستفیدوں کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے چنانچہ کاتب الحروف بھی اس محفل ہدایت منزل کے آستاں بوسوں کی سلک میں مندرج تھا اور سب حاضرین مجلس مراقبہ کے گریبان میں سر ڈالے ہوئے تھے اور آپ تمام مستفیدوں پر توجہ فرما رہے تھے۔ اس مجلس کے اختتام کے بعد کاتب الحروف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آج حق جل وعلا نے محض اپنی عنایت سے بلا واسطہ کسی کے نسبت چشتیہ کا اختتام ہمیں ارزانی کیا ہے بعد ازاں طریقہ چشتیہ کی تلقین اور تعلیم میں بازوئے ہمت کھولا اور اشغال کی تجدید فرمائی۔ جو یہ کتاب مستطاب مشتمل ہے۔ یہ ہے طریقہ استفادہ تینوں نسبتوں کا لیکن باقی نسبتوں کا افادہ جیسے نسبت مجددیہ اور نسبت شاذلیہ وغیرہ۔ پس جاننا چاہیئے کہ کمالات راہ نبوت ارباب

Marfat.com

کمال کی بصیرتوں کو کحلِ قدسی سے سرمہ ناک کر دیتے ہیں اور کحل قدسی کے سبب ان کی بصیرت کا نور حدت اور تیزی قبول کرتا ہے اور ان کی قدسی آنکھ کی طرح کھل جاتی ہے تاکہ وہ جس چیز کی طرف التفات کرتے ہیں اس چیز کے حقائق اور دقائق کو اپنی استعداد کے مطابق کما حقہ دریافت کر لیتے ہیں۔ پس گویا راہِ ولایت کی تمام نسبتیں سالک راہِ نبوت کے کمال میں مجملاً مندرج ہوتی ہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ کسی چیز کی طرف ان کی قدسی توجہ متحقق ہوئی تو اس چیز کی حقیقت اپنی تمام شرح و بسط کے ساتھ ان کی بصیرت کے سامنے حاضر ہو جاتی ہے۔ کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ ائمہ طرق ولایت پر سالک راہِ نبوت کو فضیلت دینا مقصود ہے۔ بلکہ اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ سالک راہ نبوت کے نفس میں ایک نورِ قدسی پیدا ہو جاتا ہے کہ اس نور کے سبب سے ہر صاحبِ نسبت کی نسبت کو اگرچہ اس سے افضل اور اعلیٰ ہو ادراک کر سکتا ہے۔ جس طرح مجمع النور میں قوت باصرہ رکھی ہوئی ہے کہ اسی قوت کے سبب سے ہر نورانی جسم کو تیزی اور کمزوری کے مقدار پہ ادراک کر سکتا ہے۔ اگرچہ اس جسم کا اشراق نور بصری سے اعلیٰ اور قوی ہو۔ واللہ اعلم۔ ولیکن مبادا کہ اخذ کرنا پس ہم جاننا چاہیئے کہ اشغال اور اذکار اور مجاہدات اور مراقبات کا مقرر کرنا فی الحقیقت تشریع کا ظل ہے اور جو صاحب قرب فرائض کے مقام میں قائم ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ بزرگ از قسم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں گے تو ضرور ہے کہ شریعت مجددہ کے صاحب ہوں گے نہیں تو طرق موصلہ الی اللہ کا اوضاع کا مقرر کرنا فوارہ کی طرح ان کی طبیعت سے جوش مارتا ہے۔ اس میں تعلیم اور تعلّم کی گنجائش نہیں ہے۔

فائدہ

ان چند کلمات میں جو حضرت سید صاحب کے معاملات کے اجمالی اشارات پر مشتمل ہیں،

Marfat.com

بڑے بڑے فائدے ہیں اور بڑی بڑی منفعتیں ہیں۔ منجملہ ان فوائد کے ایک فائدہ تو وہ ہے جو شروع میں مرقوم ہو چکا ہے اور منجملہ ان کے ہے تحدیث بہ نعمۃ اللہ (یعنی نعمت الٰہی کا اظہار) کہ امرِ وَ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ کی تعمیل اس میں متصوّر ہو سکتی ہے اور منجملہ ان فوائد کے غافلین کا بیدار کرنا ہے کہ جو شخص حق جل وعلا کا طالب ہو اور حضرت حق کی طلب صادق اس کے دل سے پیدا ہوئی ہو اس کو اپنی مطلب یابی کے مقام کی طرف ہدایت ہو جاتی ہے اور منجملہ ان کے زمانہ کے جاہلوں کی تنبیہہ کرنا ہے کہ انہوں نے ولایت ربانی کو ممتنعاتِ عقلیہ سے شمار کر کے اوائل امت پر اسے منحصر سمجھ کر انقطاع نبوت کی طرح ولایت کے انقطاع کے قائل ہو گئے ہیں، فقط وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰی وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا وَّصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيۡرِ خَلۡقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ وَسَلَّمَ۔

Marfat.com

Marfat.com